امام الوہابیہ

ابن تیمیہ

محقق ومؤلف

سید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

مترجم

فضل غفار شلمانی

نظر ثانی

ارشد کریم شلمانی

ناشر

جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی

کتاب: امام الوہابیہ ابن تیمیہ

محقق و مؤلف: فخر المتاخرین مفتی سید احمد علی شاہ ترمذی حنفی سیفی

مترجم: فضل غفار شلمانی

نظر ثانی: ارشد کریم شلمانی (0301-3017898)

تصحیح: مولوی محمد عزیر حنفی سیفی (فاضل و سابق مدرس، الجامعة العليمية الاسلامية)

پروف ریڈنگ: سید خورشید احمد شاہد آلقادری

اشاعت اول: ۱۹۸۷ء

اشاعت دوم: ۲۰۲۴ء

ہدیہ:

پبلشر: جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، فقیر کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی

رابطہ: +92 (0)333 290 3600

انتساب

اس کتاب کو اہلسنت وجماعت کے تمام فقہاء، مشائخ عظام، علماء کرام اور محققین حضرات کے نام کرتا ہوں۔ جنھوں نے نئی نسل کو باطل فرقوں کے غلط عقائد و تصورات سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کار خیر پر اجر عظیم در دو جہاں عطا فرمائے۔ آمین

مترجم

تقریظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لَکَ یَامَنۡ ھُوَ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَامَنۡ لَا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ

محترم قارئین کرام۔اس دنیامیں ہر قسم کے لوگ مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے موجود ہیں۔اگر ایک طرف اللہ تعالی نے اپنی مخلوق کی ہدایت ورہنمائی کیلئے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بھیجے ہیں تو دوسری طرف ان عظیم ہستیوں کے خلاف منکرین اور بے ادب و گستاخ فرقے بھی وجود میں آئے۔ انسان کی ابتداء سے یہ سلسلہ چلا آرہاہے چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے مقابل دشمن ابلیس رہاجو بعد میں تمام انسانوں کا دشمن بنا۔ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا دشمن نمرود تھا۔ حضرت موسیٰ کے دشمن فرعون، قارون اور ہامان وغیرہ رہے یہاں تک کہ آخر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو ابو جہل، عتبہ، شیبہ، منافقین ،یہود، نصاریٰ اور دیگر مشرکین مکہ بھی دشمنوں کی شکل میں سامنے آئے جو عداوت ودشمنی میں ہر حد کو پار کر گئے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد حضرات اولیاءاللہ رحمہم اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً تشریف لاتے رہے لیکن ساتھ ہی ان کے دشمن بھی نمودار ہوتے رہے۔علماء کرام کے سلسلے میں علماء دو قسموں میں بٹ گئے ایک وہ علماء کرام ہیں جو علم و عمل و معرفت اور روحانیت کے مدارج پر فائز رہے۔ جیسے حضرات امام غزالی،امام رازی،امام تقی الدین سبکی،امام زینی دحلان مکی،امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان بریلوی،امام جلال الدین سیوطی ، مجدد الف ثانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، نعیم الدین مرادابادی،

مفتی احمد یار خان نعیمی، حضرت امام خراسانی، سید شاہ احمد سعید کاظمی، علامہ غلام رسول سعیدی، علامہ ارشد القادری وغیرہ ہیں۔

رحمۃاللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

دوسری جانب علماء کے وہ فرقے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی ذات بابرکات، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام بالخصوص سیدنا ونبینا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور اولیاء کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاندانہ ،تعصبانہ، بے ادبی، بے حرمتی اور عداوت کا راستہ اختیار کیا اور وَاَضَلَّهُ اللهُ عَلَى عِلْمٍ کے مصداق بنے اور مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ کی سزا کے مستحق ٹھہرے، ان بے ادب دشمنوں میں سے وہابی فرقے کا سب سے بڑا امام ابن تیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ بلکہ اس ابن تیمیہ نے تو دیگر دشمنوں سے بھی بازی لیکر اللہ تعالیٰ پر حملہ کیا اللہ تعالی کیلئے جسم ثابت کرنے کی ناپاک جسارت کی اور آیت کریمہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللهِ الْكَذِبَ (الصف 7پ28) کے مطابق سب سے بڑا ظالم ثابت ہوا کہ اس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اللہ تعالی کے لئے جسم اور زمان و مکان کا قائل ہوا۔ حالانکہ اللہ تبارک وتعالی ان تمام عوارض سے منزہ اور پاک صاف ہے۔

ان غلط کفریہ عقائد کی بناپر علمائے عصر نے متفقہ طور اس پر کفر کا فتوی دیا۔ یہاں تک اس کے ہم خیال علماء اور متعلقین کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ مبغوض العلماء تھے یعنی علمائے دین نے اس سے بغض رکھا اس جملہ سے ان کا جو بھی مقصد تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے جس عقیدہ کو اپنایا تھا وہ حقیقتاً کفر کا عقیدہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہمارے جسم کی طرح جسمیت کا قائل تھا اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہماری طرح کے ہاتھ، پاؤں اور چہرہ بلکہ مکمل جسمانی اعضاء کی نظریہ رکھتا تھا، اور اسی طرح اللہ تعالی کیلئے چلنا

پھرنااور اٹھنا بیٹھنا بھی جائز کہتا تھااور دلیل میں وہ آیات پیش کرتا تھاجو متشابہات ہیں اسی طرح اللہ تعالی کیلئے مکان میں رہنے کا قائل تھا،حالانکہ اللہ تبارک و تعالیٰ جسمیت زماں و مکاں سے پاک ہے۔ان وجوہات پر اس زمانے کے علماء دین کا اٹل فیصلہ تھا کہ :

من قال لابن تيمية شيخ الاسلام فهو كافر جس نے ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا وہ کافر ہے۔علماء نے یہ فیصلہ بھی دیا تھا کہ وہ شیخ الاسلام نہ تھا بلکہ شیخ الکفر والالحاد تھا۔ان بیان کی تفصیلات کیلئے درج ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں—

الصواعق المحرقة ، المنقذ من الضلال ،تاریخ نجد و حجاز ، شیشے کے گھر، رد المحتار شامی، سیف الجبار (ترکی،) تہتر فرقے، فتنہ وہابیت، سیف المقلدین، الذخائر تنبيه الضمائر، البصائر لمنكرى التوسل باهل المقابر، اثبات الاغراض ، عين التقوى، بہار شریعت، حق پر کون؟ وغیرہ۔

زیر نظر کتاب امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا میں نے خوب مطالعہ کیا۔انتہائی مفید کتاب ہے عقائد اہلسنت کیلئے بیش بہا تحفہ ہے۔اصلاح عقائد کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔ بعض جگہ ابن تیمیہ کی خرافات بیان کرتے ہوئے مصنف کی ایمانی غیرت ابھرتی ہے اور تلخ اور کڑوی جملے بھی لکھے ہیں لیکن یہ فاضل مصنف کی دینی حمیت کا تقاضا تھا۔فاضل مصنف حضرت علامہ سید احمد علی شاہ باچا صاحب نے انہی حقیقتوں پر قلم اٹھا کر ابن تیمیہ کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے اور اسکے باطل عقائد اور کفریہ نظریات کا صحیح آپریشن کیا ہے۔فاضل مصنف بڑی داد و تحسین کے قابل ہیں کہ عوام کو ابن تیمیہ کا کفریہ عقیدہ انکے سامنے رکھ دیا۔

مترجم محترم فضل غفار شلمانی نے عوام پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ کہ کتاب کا اردو میں ترجمہ کر کے کتاب کا فائدہ عام کیا۔ یہ صحیح ہے کہ انہوں نے مذہب اسلامی عقیدہ اہلسنت کی عظیم خدمت انجام دی۔ ادیب اہلسنت ارشد کریم شلمانی صاحب کا میں بے حد شکر گزار ہوں۔ کہ اس کتاب کی طباعت اور نشر واشاعت کا بیڑا اٹھایا مسلمانوں پر احسان کیا۔ اللہ کریم اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور آخرت میں وسیلہ نجات بنائے۔

امین یارب العالمین بجاہ النبی الصادق الامین ﷺ ۔

خورشید احمد شاھد القادری کاکاخیل

فاضل جامعہ نظامیہ لاہور 30ذی القعدہ 1445ھ،(7جون2024ء)

حدیثِ دل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ تمام باطل فرقوں کا بابائے بزرگ "ابن تیمیہ" ہے، اور ابن تیمیہ ضال و مضل، خارجی اور زندیق تھا۔ اسلیے بندہ ابن تیمیہ کے عقائد بیان کرنا چاہتا ہے، اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ مجھے توفیق دے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی اور بعدہٗ ہم سب کو اللہ تعالیٰ ابن تیمیہ کے عقائد اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ بني إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً، قَالُوا: وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔

ترجمہ: بنی اسرائیل بہتر ۷۲ مذہب میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر ۷۳ مذہبوں میں بٹ جائے گی، جن میں ایک مذہب والوں کو چھوڑ کر تمام مذاہب کے لوگ جہنمی ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا وہ ایک مذہب کے لوگ کون ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میں اور میرے صحابہ جس مذہب پر قائم ہیں اس پر قائم رہنے والے لوگ نجات یافتہ ہیں۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جس طریقہ پر قائم ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہنے کا حکم دیتے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اتبعوا السواد الأعظم فإنه من شذ شذ في النار۔

---

[1] (سنن الترمذي، ج۵، ص ٢٦، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر)

ترجمہ: سوادِاعظم کی اتباع کرو کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا۔[1]

ایک حدیث پاک میں فرمایا:

"یداللہ علی الجماعة"۔

ترجمہ: اللہ کا دستِ کرم جماعت پر ہے۔[2]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ جس طریقہ پر قائم ہیں اس پر قائم رہنے والے سوادِاعظم جماعت کثیرہ ہیں حدیث پاک میں جن کی اتباع کا حکم دیا گیا، دورِ حاضر میں ائمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم المتعال کے متبع و مقلد ہی سوادِاعظم اہل سنت کہلانے کے مستحق ہیں۔ مجدد اعظم، آیة من آیات رب العالمین معجزة من معجزات سید المرسلین سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

شافعی، مالک، احمد امام حنیف چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

کاملانِ طریقت پہ کامل درود حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب تاابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

نیز فرماتے ہیں:

مذاہب اربعہ اہل سنت سب رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے عمر بھر اس کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے اس پر شرعاً کوئی الزام

[1] (مشکاۃ المصابیح ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب و السنتہ)

[2] (مشکاۃ المصابیح، ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب)

نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے، تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین تبع غیر سبیل المومنین ہیں۔ [1]

نیز فرماتے ہیں:

صدہا برس سے لاکھوں اولیا، علما، محدثین، فقہا، عامۃ اہل سنت و اصحاب ہدی غاشیہ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ان چار مذاہب میں منحصر ہو گیا۔ [2]

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

فعليكم يا معشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة، فإن نصرة الله تعالى وحفظه وتوفيقه في موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته في مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في المذاهب الأربعة هم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجا عن هذه المذاهب الأربعة فهو من أهل النار۔

ترجمہ: اے مومنو! تم پر فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی اتباع لازم ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کی نصرت و حفاظت اور اس کی توفیق ان کی حمایت و موافقت میں ہے اور اس کی ناراضی اور عذاب ان کی مخالفت میں ہے اور فرقہ ناجیہ آج صرف مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی ہیں اور جو ان چاروں سے خارج ہوگا وہ بدعتی جہنمی ہے۔ [3]

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی "عقد الجید" میں لکھتے ہیں:

اعْلَم أَن فِي الْأَخْذ بِهَذِهِ الْمذَاهب الْأَرْبَعَة مصلحة عَظِيمَة وَفِي الْإِعْرَاض عَنْهَا كلهَا

[1] (فتاوی رضویہ، ج ۱۱، ص ۳۱۱)

[2] (فتاوی رضویہ مترجم۔ ج ۶، ص ۷۰۵)

[3] (طحطاوي على الدر المختار كتاب الذبائح، ج ۴، ص ۱۵۳ مطبوعہ دار المعرفة بيروت)

مفسدة كَبِيرَة وَنحن نبين ذَلِک بِوُجُوه:

أَحدهَا أَن الْأمة اجْتمعت على أَن يعتمدوا على السّلف فِي معرفَة الشَّرِيعَة فالتابعون اعتمدوا فِي ذَلِک على الصَّحَابَة وَتبع التَّابِعين اعتمدوا على التَّابِعين وَهَكَذَا فِي كل طبقَة اعْتمد الْعلمَاء على من قبلهم وَالْعقل يدل على حسن ذَلِک لِأَن الشَّرِيعَة لَا تعرف إِلَّا بِالنَّقْلِ والإستنباط وَالنَّقْل لَا يَسْتَقِيم إِلَّا بِأَن تَأْخُذ كل طبقَة عَمَّن قبلهَا بالإتصال وَلَا بُد فِي الإستنباط أَن تعرف مَذَاهِب الْمُتَقَدِّمين لِئَلَّا يخرج عَن أَقْوَالهم فيخرق الْإِجْمَاع وَيَبْنِي عَلَيْهَا ويستعين فِي ذَلِک كل بِمن سبقه لِأَن جَمِيع الصناعات كالصرف والنحو والطب وَالشعر والحدادة والنجارة والصياغة لم تتيسر لأحد إِلَّا بملازمة أَهلهَا وَغير ذَلِک نَادِر بعيد لم يَقع وَإِن كَانَ جَائِزا فِي الْعقل وَإِذا تعين الإعتماد على أقاويل السّلف فَلَا بُد من أَن تكون أَقْوَالهم الَّتِي يعْتَمد عَلَيْهَا مروية بِالْإِسْنَادِ الصَّحِيح أَو مدونة فِي كتب مَشْهُورَة وَأَن تكون مخدومة بِأَن يبين الرَّاجِح من محتملاتها ويخصص عمومها فِي بعض الْمَوَاضِع ويقيد مُطلقهَا فِي بعض الْمَوَاضِع وَيجمع الْمُخْتَلف مِنْهَا وَيبين علل أَحْكَامهَا وَإِلَّا لم يَصح الِاعْتِمَاد عَلَيْهَا وَلَيْسَ مَذْهَب فِي هَذِه الْأَزْمِنَة الْمُتَأَخِّرَة بِهَذِهِ الصّفة إِلَّا هَذِه الْمذَاهب الْأَرْبَعَة۔

ترجمہ: یہ بات واضح رہے کہ مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں عظیم مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد ہے ہم انھیں چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں: اول: یہ کہ ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے، تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر، اس طرح ہر طبقہ میں علما نے اپنے پہلے والوں پر اعتماد کیا اور عقلاًیہ ایک اچھی چیز ہے، اس لیے کہ نقل واستنباط کے بغیر شریعت کی معرفت ناممکن ہے، اور نقل کی درستگی اسی طرح سے ہوگی کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے پہلے والوں سے متصلاحاصل کریں اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ ان کے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ خرق اجماع ہو جائے، اور تاکہ انہیں اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے اس لیے کہ

تمام صنعتیں مثلاً سناری، طب، شعر گوئی، لوہاری، تجارت اور رنگ ریزی کسی کو بھی صرف ان کے ماہرین کے ساتھ کام کرنے سے میسر ہوتی ہے اور اس کے بغیر بہت نادر اور غیر واقع ہے اگرچہ عقلا جائز ممکن ہے۔اور جب یہ متعین ہو گیا کہ (شریعت کی معرفت) میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ہے تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو، اسناد صحیح کے ساتھ مروی ہوں، یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح مرجوح سے ظاہر وواضح ہو اور عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں اور اس پچھلے زمانہ میں ان چار مذاہب کے سوا کوئی مذہب اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔ [1]

یہی شاہ صاحب رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں:

وَبعد المئتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين بأعيانهم وَقل من كَانَ لَا يعْتَمد على مَذْهَب مُجْتَهد بِعَيْنِه وَكَانَ هَذَا هُوَ الْوَاجِب فِي ذَلِك الزَّمَان۔

ترجمہ: دو صدی کے بعد خاص ایک مجتہد کے مذہب کا پابند بنا اہل اسلام میں ظاہر ہوا کم کوئی شخص تھا جو ایک امام معین پر اعتماد نہ کرتا ہو اور یہی واجب تھا اس زمانہ میں"۔ [2]

علامہ ابن نجیم حنفی مصری متوفی (۹۷۰ھ) نے الاشباہ والنظائر میں ارشاد فرمایا کہ: امام ابن ہمام نے تحریر میں یہ تصریح فرمائی کہ:

" إن الإجماع انعقد على عدم العمل بمذهب يخالف الأربعة لانضباط مذاهبهم واشتهارها وكثرة أتباعها۔انتهى

ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر عمل نہ کیا جائے اس لیے

---

[1] (عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد، ص ۱۳، الناشر: المطبعة السلفية-القاهرة)

[2] (الإنصاف في بيان أسباب الاختلاف، باب حكاية حال الناس قبل المائة الرابعة ص ۱۹، مكتبة دار الشفقت استنبول تركى، ج ۱، ص ۷۰، الناشر: دار النفائس-بيروت)

کہ چاروں مذاہب محفوظ و منضبط اور مشہور ہیں اور ان کے ماننے والے کثیر ہیں۔ [1]

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی صاحب حدیقہ ندیہ فرماتے ہیں:

اعلم أن المذاهب الآن التي يجوز تقليدها هي المذاهب الأربعة لا غير فقد انحصر الأن العمل بشريعة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم في العمل بما ذهب إليه أحد الأربعة فقط على العموم۔

ترجمہ: یہ امر واضح رہے کہ مذاہب اربعہ کے سوا کسی مذہب کی تقلید جائز نہیں اس لیے کہ اس وقت بالعموم شریعت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر عمل مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے عمل پر منحصر ہے۔ [2]

نیز علامہ نابلسی رحمہ اللہ تعالی حدیقہ ندیہ ص۳۱۸پر رقمطراز ہیں:

"فعلى كل مسلم من أهل السنة أن يقلد إحدى المذاهب الأربعة المعروفة إلى أن قال" ولن يكون من أهل السنة من لم يقلد إحدى المذاهب الأربعة ويقال له لا مذهبي"۔

ترجمہ: " تمام مسلمانان اہل سنت پر یہ لازم ہے کہ مذاہب اربعہ معروفہ میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع کرے آپ نے یہاں تک فرمایا: " جو شخص ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک مذہب کی اتباع نہ کرے وہ ہر گز اہل سنت سے نہیں وہ لا مذہب کہلائے گا۔

بحر العلوم رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

"إنما منع من تقليد غيرهم لأنه لم تبق رواية مذهبهم محفوظة۔

ترجمہ: چاروں مذہبوں کے علاوہ کسی اور مذہب کی تقلید واتباع سے اس لیے روکا گیا کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب کی روایت محفوظ نہیں۔ [1]

---

[1] (خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التلقلید و التلفیق, مخطوط ص ۴)

[2] (خلاصۃ الحقیق فی بیان حکم التقلید و التلفیق، مخطوط، ص ۴)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں :

"أهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة أو الأربعة على أربعة مذاهب ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه الأربعة۔

ترجمہ: اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔[2]

عقود الجواہر المنیفہ میں جو حدیث شریف میں مستند کتاب اور مقبول علمائے اولی الالباب ہے محدث مصری سیدنا المرتضی الحسینی تحریر فرماتے ہیں کہ :

"اطبق الناس الآن على أن أهل السنة هم أهل المذاهب الأربعة۔

ترجمہ: تمام علما اس بات پر متفق ہیں کہ سنی وہی لوگ ہیں جو ان چاروں مذہبوں میں سے کسی خاص مذہب کے پابند ہیں۔

ان مختصر دلائل سے یہ بات اظہر من الشمس صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہی ہے ان کے علاوہ دوسرے فرقے خواہ وہ اپنا کچھ نام رکھی، اپنی پہچان کچھ بھی بنائیں ل بدعتی اور جہنمی ہیں اس زمانہ میں ائمہ اربعہ ہی کے مذاہب باقی و محفوظ، لائق اعتماد اور قابل عمل ہیں ان کی تقلید و اتباع لازم ہے، جو ان چاروں سے خارج ہے وہ اہل سنت و جماعت نہیں بلکہ بدعتی اور جہنمی ہے۔

اور مذکورہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں کلهم فی النار سے دخول ابدالآباد ہے نہ کہ وقتی جہنم میں جاکر واپس جنت میں داخل ہوں گے کیونکہ حدیث مبارکہ مذکورہ میں رسول اکرم قاسم النعم

---

1 (فواتح الرحموت،ج۷،۴۰۲)

2 (تفسیر مظهری،بحوالہ فتاوی رضویہ مترجم۔ج٦،ص٧٠٥)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کے ان فرقوں کا فرمایا جو کہ دین میں داخل ہونے کے بعد اصل دین سے منحرف ہو چکے تھے اور یہ بھی فرمایا کہ یہ فرقے ان کی اتباع نعل بالنعل کریں گے گویا فرمایا جارہا ہے کہ وہ دین ست بالکل ہی نکل جائیں گے اور جو کوئی دین سے بالکل ہی منحرف ہو جائے یعنی ارتداد میں داخل ہو جائے تو وہ جہنم میں ابد الآباد رہے گا نہ کہ وقتی۔

میں نے اس کتاب کو نو ابواب میں منقسم کیا ہے، الباب الاول میں ابن تیمیہ کے چند عقائد فاسدہ جو کہ مذہب حق اہل سنت وجماعت کے خلاف ہیں بیان کیا ہے۔اور ساتھ ہی مختصراً اُس کا رد کر دیا ہے طول سے خوف کرتے ہوئے کہ ابن تیمیہ خذلہ اللہ کے عقائد فاسدہ اس قدر ہیں کہ کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔الباب الثانی میں علمائے کرام کے اقوال کو جمع کیا ہے جنہوں نے ابن تیمیہ کو ضال ومضل قرار دیا اور عوام کو متنبہ کیا کہ اس قسم کے فاسد عقائد والے کی صحبت اور ان کی کتب کے مطالعہ سے پرہیز کی جائے کہ یہ ایمان کے لئے زہر قاتل ہیں۔ الباب الثالث میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے ثبوت میں دلائل کو ذکر کیا ہے کہ وہابیہ خبیثہ کلاب النار اس سنت ومستحب عمل کے انکاری ہیں اور اسے بدعت کہتے ہیں۔الباب الرابع میں وجوب تقلید پر بحث کی ہے کہ وہابیہ تقلید کے انکاری ہیں اور تقلید کو حرام وناجائز جانتے ہیں۔الباب الخامس میں ابن عبدالوہاب نجدی کے خلاف علمائے سرحد کا متفقہ فیصلے کو ذکر کیا گیا ہے۔الباب السادس میں ختم القرآن کے بعد شکرانہ لینے کے جواز پر بحث کی ہے کہ بعض وہابیہ خبیثہ اس کے انکاری ہیں، الباب السابع میں ختم القرآن کے بعد شیرنی تقسیم کرنے کے بارے میں دلائل کو ذکر کیا گیا ہے کہ بعض وہابیہ خبیثہ اس سے انکاری ہیں اور الباب الثامن میں میت کے گھر تین دن تک کھانا پکانے اور صدقہ کرنے کے بیان میں ہے کہ بعض وہابیہ اس سے انکاری ہیں وہ اس

صدقہ کو ناجائز وحرام جانتے ہیں۔ **الباب التاسع** میں شب جمعہ کو بعد نماز عشاء **سورۃ الملک** کے تلاوت کرنے کے بیان میں ہے۔

اللہ تعالٰی ہمیں اور ہماری نسلوں کو تا صبح قیامت ہر قسم کی بدعقیدگی، ہر قسم کے فسق وفجور سے محفوظ فرمائے اور دین مصطفٰی علیہ الصلاۃ والسلام کو پکا سچا غلام بنائے۔

آمین یارب العالمین الرحمن الرحیم

الباب الاول فی عقائد امام الوھابیہ ابن تیمیہ

نبی اکرم سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ارشاد پاک "تفترق أمتي على ثلاث و سبعين" کے مطابق آج بہت سارے فرقے رونما ہیں ان فرقوں میں آج وہی فرقہ ناجی، جنتی، سواد اعظم پر قائم کہلائے گا جو ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب پر مضبوطی سے قائم ہو نہ یہ کہ بعض احکام میں ایک مذہب اور بعض دوسرے احکام میں دوسرے مذہب کی اتباع کرے کہ یہ تلفیق ہے جو کسی مذہب میں بھی جائز نہیں اور اب نہ یہ جائز ہے کہ ان مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر ان کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی الگ تھلگ بنیاد ڈالی جائے جیسا کہ بعض فرقوں نے ایسے مذاہب اختراع کیسے جو ان مذاہب اربعہ سے بالکل دور رفتہ اور جداگانہ ہیں، انھیں میں سے منکرین تقلید کا ایک گروہ ہے جس نے مذاہب اربعہ سے ہٹ کر ایک الگ اختراعی مشرب کی بنیاد ڈالی اور ان مذاہب اربعہ کے ائمہ کرام کی شان میں نہ صرف دشنام طرازیاں کیں بلکہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، دیگر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور آپ کے اصحاب وآل پاک کی شان میں سخت گستاخیاں کیں اور اللہ عزوجل کی شان اقدس میں خبیث عقائد سے باز نہ آئے، انھوں نے اللہ عزوجل کے لیے مکان وجہت وجسمیت کا قول کیا، اسے محل حوادث بتایا اس کے علم کو اختیاری مانا، اور اسے جھوٹ بولنے اور اولاد اختیار کرنے اور ایسے محالات پر قادر مانا جن سے ایمان واسلام کی ساری بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں، انبیائے کرام کی عصمت کا انکار کیا اور یہ کہا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بعثت سے پہلے ایمان واسلام سے غافل تھے، نبوت کسبی شئ ہے اللہ کی عطا نہیں۔ شہزادی رسول سیدہ فاطمہ زہرا محبوبہ محبوب رب العالمین سیدہ عائشہ صدیقہ، باب مدینۃ العلم مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم، سید الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہم کی شان میں کھلم کھلا جرات وجسارت کی، نبی پاک صلی اللہ

تعالی علیہ وسلم کی ذات پاک سے توسل کو ناجائز و حرام کہا، آپ کے روضہ اقدس کے سفر زیارت کو سفر معصیت قرار دیا اور اس سفر زیارت میں نماز کا قصر ناجائز کہا۔

۱۰ ربیع الاول اور بقول بعض ۲ ا ربیع الاول ٦٦١ھ میں ملک شام کے شہر حران میں ابن تیمیہ نامی ایک شخص پیدا ہوا جس نے خود کو مجتہد اعظم سمجھ کر تفردات وضلالات کی ایسی تخم ریزی کی جس کا اثر بد آج بھی موجود ہے، اس نے اپنے قلم کی زبان درازی اور صفات وذات کے مسائل میں کلام کیا، غیر مشروع امور کو عام کیا، اپنے ہم عصر علما وفقہا کی تردید اور ان کی سخت مخالفت کی، اس نے فروع کے علاوہ اصول دین میں بھی زبان درازی کی ہیں

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالی ابن تیمیہ کی گمراہیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وإن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا جاه له ولا يتوسل به وإن إنشاء السفر إليه بسبب الزيارة معصية لا تقصر الصلاة فيه.

ترجمہ: ابن تیمیہ کی گمراہیوں میں سے یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ اور آپ کے وسیلہ کا انکار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ آپ کی زیارت کے ارادے سے سفر کرنا گناہ ہے اس سفر زیارت میں نماز کے اندر قصر نہ کی جائے۔[1]

اور تقی حصنی نے فرمایا:

وكان ابن تيمية ممن يعتقد ويفتي بأن شد الرحال إلى قبور الأنبياء حرام، لا تقصر فيه الصلاة، ويصرح بقبر الخليل وقبر النبي صلى الله عليهما وسلم وكان على هذا الاعتقاد تلميذه ابن قيم الجوزية الزرعي وإسمعيل بن كثير الشركويني"۔

ترجمہ: ” ابن تیمیہ کا یہ اعتقاد اور یہ فتوی تھا کہ انبیا کی قبروں کی طرف شد رحال کرنا حرام ہے،

---

[1] (فتاوی حدیثیة ص ۱۵۹، میر محمد کتب خانہ)

اس سفر میں قصر نہ کرے حضرت خلیل اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قبر کے متعلق صراحۃ ذکر کیا،ابن تیمیہ کے تلمیذ ابن قیم اور اسماعیل بن کثیر شر کوینی بھی ابن تیمیہ کے اس اعتقاد پر قائم تھے۔ [1]

اس طرح کے ایسے گھناؤنے خیالات وعقائد پیش کیے جن سے اسلامی عقائد واعمال کی بنیاد میں منہدم ہو جاتی ہیں،اس ناپاک گروہ کے راہ نما اور قائدین درج ذیل لوگ ہیں:

ابن حزم ظاہری(متوفی ۴۵٦ھ)،ابن تیمیہ(متوفی:۷۲۸ھ)اس کے شاگرد ابن القیم(متوفی: ۷۵۱ھ)اور ابن عبدالہادی (متوفی: ۷۴۴ھ) محمد ابن عبدالوہاب نجدی(متوفی ۱۲۰٦ھ)اسماعیل دہلوی نام نہاد شہید(متوفی ۱۲۴۷ھ)اور محمد بن علی شوکانی(متوفی ۱۳۵۰ھ)وغیرہ

ابن تیمیہ کا اللہ تعالیٰ کے جہت ومکان ثابت کرنا

اللہ عزوجل کے لیے جہت وجسمیت،صعود ونزول اور حرکت وانتقال کا قول کرتے ہوئے اس نے بر سر عام کہا کہ: اللہ عزوجل کا نزول میرے اس نزول (زینہ سے اترنے) کی طرح ہے،اس شخص نے اپنی کتاب منہاج السنۃالنبویہ میں لکھا:

"لأن الحي القيوم يفعل ما يشاء ويتحرك إذا شاء ويقبض ويبسط ويقوم ويجلس إذا شاء"۔

ترجمہ:۔اس لیے کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے حرکت کرتا ہے،سمیٹتا اور کشائش فرماتا ہے،اور اٹھتا بیٹھتا ہے۔ [2]

شرح حدیث نزول میں کہا:

"وأصل هذا أن قربه سبحانه ودنوه من بعض مخلوقاته لا يستلزم أن تخلو ذاته من فوق

---

[1] (أخطا ابن تيميه فی حق رسول الله ﷺ و أهل بيته، ص ۲۲)

[2] (منهاج السنة النبويه، حاشيه ۲/۲٦)

العرش الخ"۔

اوراس کی اصل یہ ہے کہ اللہ کا اپنی بعض مخلوقات سے قرب اور نزدیکی اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس کی ذات بالائے عرش پر نہ رہے بلکہ وہ بالائے عرش رہ کر اپنی مخلوق سے جیسا چاہے قرب رکھتا ہے۔[1]

اسی ابن تیمیہ نے اپنی بعض تصانیف میں یہ لکھا کہ :

أن اللہ تعالیٰ بو در العرش لا أکبر منہ و لا أصغر۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بقدر عرش کے ہے نہ اس سے بڑا اور نہ اس سے چھوٹا (العیاذ باللہ)

اسی طرح اپنی ایک کتاب "کتاب العرش" میں لکھا کہ :

إن اللہ یجلس علی الکرسی و قد أخلی منہ مکانا یقعد معہ فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: تحقیق اللہ کرسی پر بیٹھتا ہے اور اس نے کچھ جگہ خالی بھی رکھی ہے وہاں وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ساتھ بیٹھائے گا۔

نیز لکھا:

فقد حدث العلماء المرضیون و أولیائہ المقربون أن محمدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجلس ربہ علی العرش معہ۔

ترجمہ: مقربان بارگاہ اولیاء و علماء نے بیان کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا رب اپنے ساتھ عرش پر بیٹھائے گا۔

اور کہا کہ :

---

[1] (شرح حدیث نزول، ص ۹۹)

اس لیے کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے حرکت کرتا ہے، سمیٹتا اور کشائش فرماتا ہے، اور اٹھتا بیٹھتا ہے۔

اس نے حدیث نزول:

"ينزل ربنا تبارك و تعالى كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقى ثلث الليل الآخر يقول: من يدعوني فأستجيب له و من يسألني فأعطيه و من يستغفرني فأغفر له". رواه البخاري في صحيحه كتاب الصلاة باب الدعاء و الصلاة من آخر الليل و رواه مسلم في صحيحه كتاب صلاة المسافرين و قصرها باب الترغيب في الدعاء و الذكر في آخر الليل و الإجابة فيه۔

یعنی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہمارا رب تبارک و تعالی آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ: ہے کوئی جو مجھے پکارے میں اس کی دعا کو قبول کروں، اور ہے کوئی سائل جسے میں عطا کروں، اور ہے کوئی طالب بخشش جسے بخشش کا پروانہ عطا فرماؤں۔

ذکر کیا اور اس کی شرح کے تحت یہ لکھا:

أن الله ينزل إلى السماء الدنيا و لا يخلو منه العرش.

یعنی اللہ تعالی آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور عرش اس سے خالی نہیں رہتا ہے۔ [1]

شرح حدیث نزول میں ذکر کیا:

"لكن هذا النور و البركة و الرحمة التي في القلوب الخ۔

لیکن دلوں کے اندر جو نور رحمت و برکت ہے وہ اللہ سبحانہ کی ذات کے نزول کا اثر ہے جس (نزول بذاتہ) سے اس نے اپنی ذات کو موصوف فرمایا اور اپنی صفت قرار دی جیسا کہ متعدد احادیث

---

[1] (الأجوبة المرضية، ص ٩٣/٩٢)

صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے اپنی یہ صفت ذکر فرمائی کہ عرفہ کی شام کو نزول فرماتا ہے۔[1]

ابن تیمیہ جب کوئی اپنے پیٹ سے کرتا اور اسے اسلاف سے دلیل نہ ملتی تو اسلاف پر تہمت لگاتا اور اپنے پیٹ سے کی ہوئی باتوں کو اسلاف کا جمہور و اتفاق ظاہر کرتا۔

اپنی کتاب منہاج میں فاسد عقیدہ بیان کرنے کے بعد کہا:

ثم ان جمهور أهل السنة يقولون إنه ينزل۔

رہے بلکہ وہ بالائے عرش رہ کر اپنی مخلوق سے جیسا چاہے قرب رکھتا ہے جیسا کہ سلف نے یہی کہا۔[2]

عقیدہ اہل سنت وجماعت

علمائے اہل سنت اشاعرہ وماتریدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ سبحانہ تعالی حرکت وسکون سے منزہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں بلکہ امام ابو جعفر طحاوی نے اپنے عقیدہ میں فرمایا:

ومن وصف الله بمعنى من معاني البشر فقد كفر۔

جو اللہ سبحانہ تعالی کو انسان کے کسی وصف سے موصوف کرے وہ کافر ہے۔[3]

کیا حرکت وسکون وجلوس انسان کے اوصاف ومعانی سے نہیں؟ ضرور ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے آیت کریمہ: وجاء ربک کی تاویل میں فرمایا: "جاءت قدرته" اللہ کی قدرت آئی کیا آپ رضی اللہ عنہ کی یہ تاویل اس بات کی روشن دلیل نہیں کہ اللہ عزوجل حرکت و سکون اور تحیر فی العرش سے منزہ ہے اگر امام احمد بن حنبل کا یہ اعتقاد ہوتا کہ آیت کریمہ میں مجھی (آنا)

---

[1] (شرح حدیث نزول، ص ۳۸)
[2] (منهاج، ج ۱، ص ۲۶۲)
[3] (العقيدة الطحاوية، ص ۴۰، مكتبه مدار الوطن للنشر)

اپنے ظاہر پر ہے اور رب کا آنا مراد ہے تو یہ تاویل نہ فرماتے کہ رب کی قدرت آئی بلکہ لفظ کو اس کے ظاہر پر باقی رکھتے جیسا کہ مشبہ کا عقیدہ ہے کہ اگر حرکت و سکون انسان کے اوصاف معانی سے نہیں تو پھر انسان کے اوصاف و معانی کیا ہیں؟ اللہ تعالی نے بعض عالم مثلاً ہفت افلاک اور عرش کو ساکن رکھا اور بعض عالم مثلاً ستاروں کو دائمی حرکت میں رکھا اور بعض عالم مثلاً ملائکہ دانس و جن اور جانوروں اور چوپایوں کو بھی حرکت اور کبھی سکون میں رکھا تو خالق عزوجل حرکت سکون میں سے کسی سے کیسے موصوف ہو سکتا ہے؟ اگر وہ ان سے موصوف ہے تو اس کے لیے امثال واشباہ ہوں گے اور یہ اللہ سبحانہ کے اس ارشاد پاک: لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ [الشوری-۴۲: ۱۱] کے منافی ہے۔

صفات باری تعالیٰ بلا کیف ہیں

احادیث شریفہ میں وارد صفات باری تعالیٰ کے متعلق ہمارے اسلاف کرام نے یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بلا کیف اس طرح ہیں جیسا کہ وارد ہیں اس کا صاف اور واضح معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی یہ صفتیں مخلوق کی صفات کی طرح نہیں اور حرکت و سکون وغیرہ مخلوق کی صفات ہیں ان حضرات سلف کے قول: "بلا کیف" کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ سکون اور نقل و حرکت اللہ عزوجل کی صفتیں ہیں جیسا کہ بعض آیات اور احادیث کے ظاہر سے یہ وہم ہوتا ہے۔

غور فرمائیں! کہ ابن تیمیہ بات بات پر یہ کہتا ہے کہ اس پر ساری امت کا اجماع ہے، یہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے وہ اپنے ناپاک مقصد کے لیے طرح طرح کی بالا خانیاں کرتا ہے، کہیں اپنی تائید میں امام مالک رحمہ اللہ تعالی کو پیش کرتا ہے اور کہیں خود کو حنبلی مذہب ظاہر کرتا ہے اور سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یہ سیدنا امام احمد ابن حنبل کا مذہب ہے، آخر اس نے اس مقام پر فاسد معنی کا قول کیا کیا اس قول پر ساری امت کا اجماع

ہے، کیاائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے کیا وہ متاخرین ومتقدمین میں سے کسی کا مسلک ہے کیا وہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ کا مذہب ومسلک ہے کیا وہ ارباب ہدایت کا مذہب ہے کیا وہ سلف صالح اور جمہور اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے؟ نہیں ہرگز ایسا نہیں یہ ان لوگوں کا مذہب ہے جن کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا: ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ [آل عمران — ۳] یہ حشویہ مجسمہ کا مذہب ہے جنھوں نے صاف صاف مان لیا کہ اللہ تعالی کے لیے مکان ہے، جسم ہے، جہت ہے اور جب یہ سب کچھ ہے تو پھر چڑھنا اترنا بیٹھنا چلنا ٹھہرنا سب خود بخود ثابت ہے۔

(امام بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں) باب ماجاء في العرش میں امام ابو سلیمان خطابی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

"ليس معنى قول المسلمين: "إن الله تعالى على العرش" هو أنه مماس له أو متمكن فيه، أو متحيز في جهة من جهاته، لكنه بائن من جميع خلقه، وإنما هو خبر جاء به التوقيف فقلنا به، ونفينا عنه التكيف إذ ليس كمثله شيء وهو السميع العليم.

ترجمہ: مسلمانوں کے اس قول کے کہ: اللہ تعالی عرش پر ہے یہ معنی نہیں کہ وہ عرش سے لگا ہوا ہے یا وہ اس کا مکان ہے یا وہ اس کی کسی جانب میں ٹھہرا ہوا ہے بلکہ وہ اپنی تمام مخلوق سے نرالا ہے یہ تو ایک خبر ہے کہ شرع میں وارد ہوئی تو ہم نے مانی اور چگونگی اس سے دور و مسلوب جانی اس لیے کہ اللہ تعالی کے مشابہ کوئی چیز نہیں اور وہی ہے سننے والا دیکھنے والا۔[1]

فتاوی امام اجل قاضی خاں میں ہے:

"رجل قال خدائے بر آسمان می داند کہ من چیزی ندارم یکون کفرا لأن الله تعالى منزه عن المكان۔

---

[1] (كتاب الأسماء والصفات، باب ماجاء في العرش والكرسي، ص ۵۰۲، دار الكتب العلمية)

یعنی کسی نے کہا خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں کافر ہو گیا اس لیے کہ اللہ تعالی مکان سے پاک ہے۔[1]

اور فتاوی خلاصہ میں ہے:

نر دبان بنـد و باسمـان برآے و باخدا جنگ کن یکفر لأنه أثبت المکان للہ تعالی۔

یعنی اگر کوئی یہ کہے نیزہ لے اور آسمان پر جا اور خدا سے جنگ کر، تو کافر ہو جائے گا کیوں کہ اس نے اللہ تعالی کے لیے مکان مانا۔[2]

ان سب سے صاف ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ تجسیم مجسمہ کا عقیدہ ہے جو اہل حق کے مذہب کے خلاف ہے یہ قول صریح ضلالت و گمراہی ہے جس کے سبب وہ ضال مضل ہے۔

اہل حق کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالی قدیم ہے اور اس کی صفتیں قدیم ہیں، اس کی قدرت، اس کا علم اس کا ارادہ قدیم ہے، اس کے ساتھ حوادث کا قیام محال ہے۔ وہ فاعل بالاختیار ہے کہ جب چاہے جو چاہے فرمائے موجب بالذات نہیں۔

اس کے بر خلاف ابن تیمیہ مخذول کا عقیدہ یہ ہے کہ حوادث اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، قرآن اللہ تعالی کی ذات میں محدث ہے، اس نے موسی علیہ السلام سے صوت و آواز کے ذریعہ کلام کیا، عالم قدیم بالنوع ہے، اللہ کے ساتھ ہمیشہ مخلوق ہی رہا۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الموافقہ میں کہا کہ:

فمن أين في القرآن ما يدل دلالة ظاهرة على أن كل متحرك محدث أو ممكن، وأن الحركة لاتقوم إلا بحادث أو ممكن، وأن ما قامت به الحوادث لم يخل منها، وأن مالا يخلو

---

[1] (فتاوی قاضی خان، کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم ۴/۸۸۴)

[2] (خلاصۃ الفتاوی کتاب ألفاظ الکفر فصل ۲، ۴/۳۸۴)

من الحوادث فهو حادث ان۔

قرآن میں کہاں یہ آیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہر متحرک حادث یا ممکن ہے، اور حرکت حادث یا ممکن ہی کے ساتھ قائم ہوتی ہے، اور حوادث جس کے ساتھ قائم ہوتے ہیں وہ ان حوادث سے خالی نہیں ہوتا ہے، اور جو حوادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے۔ [1]

اور اس کتاب کے ایک دوسرے مقام پر لکھا کہ :

أما الشرع فليس فيه ذكر هذه الأسماء في حق الله لا ينفي ولا إثبات، ولم ينطق أحد من سلف الأمة وأئمتها في حق الله تعالى بذلك لا نفياً ولا إثباتاً، بل قول القائل: إن الله جسم أو ليس بجسم، أو جوهر أو ليس بجوهر، أو متحيز أو ليس بمتحيز، أو في جهة أو ليس في جهة، أو تقوم به الأعراض والحوادث أو لا تقوم به ونحو ذلك كل هذا الأقوال محدثة بين أهل الكلام المحدث لم يتكلم السلف والأئمة فيها لا بإطلاق النفي ولا بإطلاق الإثبات. الخ

اللہ کے حق میں ان اسما کا ذکر شرع میں نفی واثبات کسی طرح وارد نہیں امت کے سلف اور ائمہ نے اللہ تعالی کے حق میں نفی یا اثبات کسی طرح بھی اس کا قول نہیں کیا، بلکہ خود قائل کا قول کہ: اللہ جسم ہے یا نہیں، یا جوہر ہے یا جوہر نہیں، یا حیز میں ہے یا حیز نہیں، یا جہت میں ہے یا جہت میں نہیں، یا اس کے ساتھ اعراض وحوادث قائم ہوتے ہیں یا نہیں وغیرہ اس طرح کے جدید اقوال جدید متکلمین کی پیدا کردہ ہیں امت کے سلف اور ائمہ نے نہ مطلقا ان کی نفی کی اور نہ ہی مطلقا ثابت مانا۔ [2]

اور المنہاج میں کہا:

فإنا نقول إنه يتحرك وتقوم به الحوادث والأعراض فما الدليل على بطلان قولنا؟

ترجمہ: ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ حرکت کرتا۔ کے ساتھ حوادث اور اعراض قائم ہیں، ہمارے اس

---

[1] (الموافقة، ج ۱، ص ٦٤، بحوالہ أخطا ابن تیمیه)

[2] (الموافقة، ج ۱، ص ۱۴۲، بحوالہ أخطا ابن تیمیه)

قول کے بطلان کی دلیل کیاہے؟[1]

اسی المنہاج میں ہے:

"فإن قلتم لنا: فقد قلتم بقيام الحوادث بالرب، قلنا لكم: نعم، وهذا قولنا الذي دل عليه الشرع والعقل الخ.

ترجمہ: اگر تم ہم سے یہ کہو کہ تم نے تورب کے ساتھ حوادث کے قیام کا قول کیا، تو ہم کہیں گے: ہاں، ہمارے اس قول کی دلیل عقل وشرع ہے۔[2]

اس نے اپنی کتاب المنہاج میں کہا:

" وسابعها قول من يقول إنه لم يزل متكلما إذا شاء بكلام يقوم به وهو متكلم وبصوت يسمع وإن نوع الكلام قديم وإن لم يجعل نفس الصوت المعين قديما وهذا هو المأثور عن أئمة الحديث والسنة وبالجملة أهل السنة والجماعة أهل الحديث - الخ

ترجمہ: ساتواں اس کا قول ہے جو یہ کہے کہ اللہ ہمیشہ سے متکلم ہے جب وہ کلام کرنا چاہے تو وہ اس کے ساتھ قائم ہوتاہے اور اس کا کلام ایسی آواز سے متصف ہوتاہے جو آواز مسموع ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کلام قدیم بالنوع ہے اگرچہ نفس صوت معین قدیم نہیں ائمہ حدیث وسنت سے یہی منقول ہے، اور حاصل یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اہل حدیث ہیں۔[3]

حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ "المعتقد المنتقد" میں فرماتے ہیں:

وكذلك نقطع على كفر من قال بقدم العالم، أو بقاءه أو شك في ذلك۔

اور ایسے ہی ہم اس کے کفر پر یقین رکھتے ہیں جو عالم کو قدیم یا باقی مانے یا جو ان مذکورات میں شک

---

[1] (المنهاج، ج ١، ص ٢١٠، بحواله أخطا ابن تيميه)

[2] (المنهاج، ج ١، ص ٢٢٤، بحواله أخطا ابن تيميه)

[3] (المنهاج، ج ١، ص ١٢١، بحواله أخطا ابن تيميه)

کرے۔[1]

ابن تیمیہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ اہل دوزخ پر دائمی عذاب نہ ہو گا بلکہ منقطع ہو جائے گا، جب کہ اہل سنت و جماعت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ مسلمان جنت میں داخل ہونے کے بعد اور کافر دوزخ میں جانے کے بعد کبھی باہر نہ آئیں گے۔

جیسا کہ سیف اللہ المسلول میں حضرت علامہ شاہ فضل رسول عثمانی قادری بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں:

والمسلمون بعد دخول الجنة ، والكفار بعد دخول النار لا يخرجون منهما أبدا بإجماع المسلمين، خلافا لابن تيمية في النار، وقد نقل هو القول بفناء النار عن ابن مسعود، وابن عمر، أبي سعيد، وابن عباس وغيرهم، وقد نصر هذا القول ابن القيم كشيخه ابن تيمية، وهو مذهب متروک وقول مهجور، لايصار إليه ، ولا يعول عليه، وقد اول ذلک كله الجمهور، أجابوا عن الآيات التي ذكرها بنحو عشرين وجهاً، وعما نقل اولئک الأصحاب بأن معنهاه، ليس فيه أحد من عصاة المؤمنين، أما مواضع الكفار فهي ممتلئة منهم لا يخرجون منها أبدا كما ذكر اللّٰہ تعالیٰ في آيات كثيرة۔

ترجمہ: اور مسلمان جنت میں داخل ہونے کے بعد اور کافر دوزخ میں جانے کے بعد اس سے بالاتفاق مسلمین کبھی باہر نہ آئیں گے۔ دوزخ میں ابن تیمیہ کو اختلاف ہے اور ابن تیمیہ ہی نے دوزخ کے فنا ہونے کا قول عبد اللہ بن مسعود، ابن عمر، ابو سعید اور ابن عباس و غیر ہم سے نقل کیا اور اس قول کی تائید ابن قیم نے اپنے استاذ ابن تیمیہ کی طرح کی، حالاں کہ یہ مذہب متروک اور قول مہجور ہے جس کی طرف نہ چلا جائے اور نہ اس پر اعتماد کیا جائے اور جمہور نے ان تمام دلیلوں کو ان کے ظاہر پر نہ رکھا

---

[1] (المعتقد المنتقد ص ۷۸، دار الفقیہ للنشر والتوزیع)

اوران آیات کا جن کو ابن تیمیہ نے ذکر کیا تقریباً بیں وجوہ سے جواب دیا اوران صحابہ سے جو نقل کیا اس کا یہ جواب دیا کہ: اس کا معنی یہ ہے کہ دوزخ میں گناہ گار مسلمانوں میں سے کوئی نہ رہے گا۔ رہے کفار کے مقامات تو وہ ان سے بھرے ہوں گے دوزخ میں اپنی جگہوں سے کبھی نہ نکلیں گے جیسا کہ اللہ تعالی نے کثیر آیات میں ذکر فرمایا۔[1]

علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

وذهب الجهمية إلى أنهما يفنيان و يفني أهلهما ، وهو قول باطل مخالف للكتاب والسنة والإجماع، ليس عليه شبهة فضلا عن حجة۔

اور جہمیہ اس طرف گیے کہ جنت ودوزخ اوران میں رہنے والے سب کے سب فنا ہو جائیں گے جہمیہ کا یہ باطل قول کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہے اس پر کوئی شبہ قائم نہیں چہ جائے کہ حجت قائم ہو۔[2]

بخاری کی صحیح حدیث پاک میں وارد ہے کہ:

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: يقال لأهل الجنة: يا أهل الجنة خلود لا موت، و لأهل النار، يا أهل النار خلود لا موت۔

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت سے فرمایا جائے گا: اے اہل جنت! تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے تمہیں موت نہیں آئے گی اور اہل جہنم سے فرمایا جائے گا: اے جہنم والو تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے تمہیں موت نہ آئے گی۔[3]

اور سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے

---

1 (المعتقد المنتقد ص ٣٣٦، ٣٣٥، دار الفقيه للنشر والتوزيع)

2 (النبراس شرح عقائد، ص ٢٢٢، مكتبه حقانيه، ملتان پاكستان)

3 (بخاری کتاب الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب)

فرمایا:

إذا صار أهل الجنة إلى الجنة وأهل النار إلى النار جيء بالموت حتى يجعل بين الجنة والنار، ثم يذبح، ثم ينادي مناد: يا أهل الجنة لاموت يا أهل النار لاموت، فيزداد أهل الجنة فرحاإلى فرحهم، ويزدادأهل النار حزناإلى حزنهم....

ترجمہ: جب جنتی جنت اور جہنمی جہنم کی طرف جائیں گے تو موت کو لاکر جنت و جہنم کے درمیان رکھا جائے گا پھر اسے ذبح کیا جائے گا پھر ایک منادی ندا کرے گا،اے اہل جنت اب مرنا نہیں ،اے اہل جہنم فنا ہونا نہیں ہے تو اہل جنت کو خوشی بالائے خوشی ہوگی،اور اہل جہنم کو غم بالائے غم ہو گا۔[1]

"قال القرطبي: و في هذه الأحاديث التصريح بأن خلود أهل النار فيها لا إلى غاية أمد وإقامتهم فيها على الدوام بلا موت، ولا حياة نافعة ولا راحة كما قال تعالى: لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا فاطر - ٣٥: ٣٦ و قال تعالى: كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فيها [السجدة - ٣٢: ٢٠ فمن زعم أنهم يخرجون منها وأنها تبقى خالية أو أنها تفنى وتزول فهو خارج عن مقتضى ماجاءبه الرسول وأجمع۔[2]

افضل الخلق بعد نبینا سیدنا صدیق اکبر اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان اقدس میں ابن تیمیہ کی گستاخیاں

ابن تیمیہ نے درج ذیل امور کی تصریح کی: حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے غم وصال سے یک گونہ ضعف لاحق ہوتا۔

[1] (أخرجه البخاري في صحيحه، كتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، ومسلم في صحيحه كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء)

[2] (فتح الباری، ج ١١، ص ٤٢١)

(۱) ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے غم وصال سے یک گونہ ضعف لاحق ہوتا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ پر غم نہ کرنے کا حکم ہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ پر محض غم کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

(۴) رسول اللہ ﷺ پر غم کرنے والا مذموم انسان ہے، اس لیے کہ وہ ایسی فوت شدہ چیز پر غم کر رہا ہے جسے واپس لوٹایا نہیں جا سکتا۔

(۵) جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کو آپ کے وصال کا غم اس طرح نہ ہوا جیسا کہ وصال سے پہلے غار میں ہوا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے غم وصال کا کوئی فائدہ نہیں۔

(٦) بلاشبہ ابو بکر کا غم فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے غم سے کامل تر ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ پر آپ کا غم بلاشبہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے غم سے بہت کم ہے۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج میں حضور اقدس ﷺ پر سیدہ فاطمہ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہما کے غم کا جائزہ لیا، اور شہد میں زہر چھپائے ہوئے کہا:

نبی ﷺ پر آپ کا غم اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو حضور سے کامل دوستی اور محبت و خیر خواہی تھی، آپ ہمیشہ حضور کی مکمل حفاظت و پاسبانی اور آپ کا دفاع فرماتے، اور آپ سے ایذا دفع فرماتے اور یہ ایمان کا عظیم ترین حصہ ہے۔

(۱) ان ساری چیزوں کے باوجود آپ کو حضور کے غم کے سبب یک گونہ ضعف لاحق ہوتا۔

(۲) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو اس بات کا حکم ہے کہ ان اوصاف سے متصف رہیں اور غم نہ کریں۔

(۳) کیوں کہ محض غم کا کوئی فائدہ نہیں، اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ غم نہ کرنا کوئی مذموم جرم وگناہ نہیں۔

پھر کہا:

یہ شیعہ وغیرہ فاطمہ کے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ: آپ کو نبی ﷺ کے وصال کا ایسا غم ہوا جو نا قابل بیان ہے، آپ نے غموں کے گھر کی عمارت تعمیر فرمائی یہ لوگ فاطمہ کے اس غم کو مذموم نہیں کہتے۔

(۴) حالانکہ یہ فوت شدہ چیز کا غم ہے جسے واپس ہونا نہیں۔

(۵) اور ابو بکر کو آپ کی حیات میں صرف اس خوف کے سبب غم ہوا کہ کہیں آپ جام شہادت نوش نہ فرما جائیں آپ کا یہ غم آپ کی حفاظت و پاسبانی کی خاطر تھا یہی وجہ ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کو ایسا غم نہ ہوا اس لیے کہ اس غم کا کوئی فائدہ نہیں۔[1]

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں ابن تیمیہ کی نازیبا جرات وجسارت

ابن تیمیہ رسول اللہ ﷺ کے مقام اور آپ کی خصوصیت پر پیہم حملے کرتا رہتا ہے، اور جگر گوشہ رسول سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں زبان درازی کرتا ہے، اس نے اپنی کتاب منہاج میں ابن مطہر شیعی کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

ابن مطہر نے فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق یہ ذکر کیا کہ: "آپ نے یہ قسم کھائی تھی کہ ابو بکر صدیق اور آپ کے ساتھی سے کلام نہ کریں گی یہاں تک کہ اپنے والد سے ملاقات کر کے ان کی شکایت کریں گی اس کا رد کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے کہا: فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے متعلق اس کا ذکر

[1] (المنهاج، ج۸، ص ۴۵۹۔۴۶۰، بحوالہ أخطا ابن تیمیہ)

زیبانہیں کیوں کہ شکایت صرف اللہ" تعالی ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ بندۂ صالح (یعقوب پیغمبر) نے کہا: إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ یوسف (۱۳ : ۸٦] (میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔)

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اللهم عليك التكلان" (اے اللہ تجھی پر بھروسہ ہے۔) اور نبی پاک نے ابن عباس سے کہا: "إذا سألت فاسأل الله و إذا استعنت فاستعن بالله جب تم مانگ تو اللہ سے مانگو اور مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔ آپ نے یہ نہ فرمایا کہ مجھ سے مانگو اور مجھ سے مدد لو۔

اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ [الشرح - ۹۴: ۷، ۸]

تو جب تم نماز سے فارغ ہو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔ [1]

ادب سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا

ہم اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ و اہل بیت میں جو بھی معاملات ہوئے وہ ان کی نیک نیتی پر مبنی تھے ان میں سے کوئی بھی فاسق و غیر عادل نہ تھا اور ہم اہل بیت و صحابہ کے وکیل ہیں نہ قاضی یعنی ہمیں حکم یہی ہے کہ ہم ان کی ذوات کی تعریف کریں نہ یہ کہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کریں کہ کون حق یا اس کے علاوہ یا پھر کسے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ لہذا ابن تیمیہ کون ہوتا ہے جو خاتون جنت شہزادی رسول سیدہ فاطمہ کاملہ کے حق میں یہ کہتا ہے کہ انہیں یہ کہنا اور کرنا چاہئے اور ایسا نہ کرنا اور نہ کہنا چاہئے، آخر وہ سیدہ فاطمہ اور ان کے والد خیر خلق اللہ کے درمیان کیوں مداخلت کر رہا ہے۔

---

[1] (المنهاج، ج۴، ص ۲۴۳۔۲۴۴، بحواله أخطا ابن تیمیه)

(نوٹ: اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں کہ آیا سیدہ کائنات رضی اللہ عنھا سے یہ الفاظ ثابت ہیں یا نہیں، آپ رضی اللہ عنھا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے درمیان ناراضگی تھی یا نہیں، سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا یہ معاملہ کہ آپ نے ابو بکر صدیق سے قطع تعلق فرمالیا یہ ایک خاص مسئلہ ہے، ہم مسلمانوں کو یہ حکم نہیں کہ اس بارے میں لب کشائی کریں، ہمارے ائمہ عظام اور اسلاف کرام کے ارشادات ہمارے لیے مشعل راہ ہیں کہ ان بلند بارگاہوں میں لب کشائی سے احتراز کیا جائے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

[البقرہ۲:۱۳۴]

وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا ان کے لیے ان کی کمائی اور تمہارے لیے تمہاری کمائی اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہو گی۔ وغیرہ ذلک

ابن تیمیہ نے سیدنا ابو بکر صدیق سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما کی خفگی و ناراضی کو منافقین کی ناراضی و خفگی سے تشبیہ دی ہے۔

ابن تیمیہ نے جی بھر کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی شان میں طعن و تشنیع کی، اور ان طعن و تشنیع کے کلمات سے منافقوں اور گمراہوں کا سینہ خوب ٹھنڈا کیا، اور یہ کہا کہ آپ نے صبر کو بالائے طاق رکھ دیا اور مسلمانوں کی جماعت میں رخنہ اندازی کی۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے غصہ و غضب پر دل کھول کر تبصرے کیے اور رافضی کا کلام رد کرتے ہوئے اپنی کتاب منہاج میں کہا:

ہر عاقل جانتا ہے کہ جب عورت کسی حاکم سے کوئی مال طلب کرے اور وہ اسے اس لیے نہ دے

کہ وہ اس کی نظر میں اس مال کی مستحق ہی نہیں، اس حاکم نے وہ مال خود بھی نہ لیا، اور اپنے خویش واقارب کو بھی نہ دیا، بلکہ تمام مسلمانوں کو دیا، اور یہ کہا جاتا ہے کہ طالب کو حاکم پر جب غصہ آتا ہے تو اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ اس لیے اس پر غصہ ہوتا ہے کہ اس نے اسے مال نہ دیا اور حاکم نے اس سے یہ کہا کہ وہ تمہارا حق نہیں، بلکہ دوسرے کا حق ہے، تو کیا اس غصہ میں طالب کی تعریف ہو گی، اگر وہ مظلوم محض ہے تو محض طلب دنیا کے لیے۔[1]

خلیفہ راشد سیدنا علی ابن ابو طالب اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالی عنہم پر ابن تیمیہ کا افترا

ابن تیمیہ نے رسول پاک ﷺ کے اصحاب کرام کے درمیان تقابل کیا اور اپنی کتاب منہاج میں کہا:

علی کا معاملہ ایسا نہ تھا کیوں کہ اکثر صحابہ وتابعین ان سے بغض رکھتے، اور انہیں نازیبا کلمات سے یاد کرتے اور ان سے جنگ و قتال کرتے۔[2]

عقیدہ اہل سنت وجماعت

ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ آپس میں بھائی بھائی ہیں اور وہ ایک دوسرے سے للہ محبت فرمایا کرتے تھے اس لئے کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان عام ہے **اللہ اللہ فی اصحابی** یہ قول مبارک جس طرح عام امت کے لئے ثابت ہے یقیناً اسی طرح صحابہ کے لئے بھی ہے وہ اپنے صحابہ بھائی کے معاملے میں اللہ سے ڈریں اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ کوئی آدمی صحابہ سے اللہ سے

---

[1] (المنهاج، ج۴، ص ۲۴۶، بحواله أخطاابن تیمیه)

[2] (المنهاج، ج۷، ص ۱۳۷، بحواله أخطاابن تیمیه)

ڈرے نے والا ہو۔اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام علی سے محبت نہ کریں حالاں کہ انہیں خوب معلوم ہے کہ حضور اقدس سید عالم ﷺ نے علی رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: "تم سے صرف مومن محبت رکھے گا،اور منافق ہی تم سے دشمنی کرے گا۔

ابن تیمیہ کا اہل بیت سے بغض کہ اہل بیت پر درود نہ بھیجنا چاہیئے

ابن مطہر نے ذکر کیا کہ نبی پاک ﷺ کے اہل بیت دوسروں سے اس لیے افضل ہیں کہ مسلمان نماز پنجگانہ اور نوافل و سنن کے تشہد میں ان پر درود بھیجتے ہیں ابن مطہر کے اس ذکر کردہ مسئلہ کا رد کرتے ہوئے ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج میں کہا:

اس سلسلہ میں فقہا کا اختلاف ہے کہ نماز میں نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے،جمہور فقہا اس کو واجب نہیں کہتے،اور جو فقہا وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ درود آپ پر بھیجا جائے،نہ کہ آپ کی آل پر الخ۔ [1]

اوراس کلام کو موکد کرنے کے لیے اپنی کتاب منہاج میں یہ بھی کہا:

بلکہ بعض فقہا اس کے قائل ہیں کہ صرف آپ پر درود بھیجنا واجب ہے،نہ کہ آپ کی آل پر جیسا کہ شافعی واحمد کے مذہب میں یہ مشہور ہے۔اس بنا پر آپ کی آل پر درود بھیجنا واجب نہیں الخ۔ [2]

ابن تیمیہ آپ کے خصائص کا انکار کر کے کمزور ایمان والوں کے لیے درود نہ بھیجنے کی مکمل راہیں کھول رہا ہے،کاش! اسے یہ نظر آتا کہ جو فقہاء جوب کے قائل نہیں وہ استحباب کے تو قائل ہیں۔

---

1 (المنهاج،ج۴،ص۵۹۵،بحوالہ أخطاابن تیمیہ)

2 (المنهاج،ج۴،ص۵۹۸،بحوالہ أخطاابن تیمیہ)

ابن تیمیہ کی نظر میں اہل بیت کے خون کی قدر و قیمت

ابن تیمیہ نے اپنے گزشتہ جوش و خروش کے ساتھ رافضی کا رد کرتے ہوئے اپنی کتاب منہاج السنہ میں کہا:

اسی طرح یہ کہنا کہ نبی پاک نے یہ فرمایا: جو میرے اہل بیت کی خون ریزیاں کرے گا، اور میری عترت کے بارے میں مجھے ایذا دے گا اس پر اللہ کا، اور میرا سخت غضب نازل ہوگا یہ ایسی بات ہے جسے ایک جاہل ہی نبی ﷺ سے نقل کرے گا، اور آپ کی طرف اسے منسوب کرے گا۔ کیوں کہ حسن و حسین وغیرہما کے خون کی حفاظت ان کے ایمان و تقوی کے سبب کرنے والا مومن متقی محض قرابت والے سے بڑھ کر ہے، اور اگر نبی ﷺ کے اہل بیت کا کوئی شخص ایسا کام کرے جس کے سبب اسے قتل کرنا، یا اس کا عضو کاٹنا مباح ہو جائے تو باجماع مسلمین اسے قتل کرنا، اور اس کا عضو کاٹنا جائز ہوگا۔[1]

سفر زیارت نبوی ﷺ اور عقیدہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ:

ابن تیمیہ کا یہ دعوی ہے کہ: آپ ﷺ کی بارگاہ کا سفر ناجائز ہے، اور ائمہ اس پر متفق ہیں کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس دعا مقبول نہیں، جو آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دعا کرے وہ آپ ﷺ کی طرف اپنی پیٹھ کرے، آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر درود و سلام پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، صحابہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے سے بے نیاز رہے، انھوں نے آپ ﷺ کو بے یار و مددگار رکھا، وہ اپنے آبا و اجداد کی زیارت کو جاتے مگر آپ ﷺ کی زیارت کو نہ آتے ۔

---

1 (المنهاج، ج۴، ص ۵۸۶، بحواله أخطا ابن تيميه)

یہاں تک کہ اہل مدینہ منورہ آپ ﷺ کی زیارت کو نہ جاتے، اس کا یہ بھی دعوی ہے کہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ لوگ آپ ﷺ کی قبر اقدس کی زیارت نہ کریں اس لیے کہ آپ ﷺ کا سننا حجرہ نبویہ کی چند میٹر ہی تک محدود ہے تو پھر ان دور دراز مسافتوں سے سفر کر کے آپ ﷺ کی زیارت کے لیے آنا کس لیے ہے اور اس کے علاوہ بہت سے دعوے کیے۔

گویا ابن تیمیہ رسول اللہ ﷺ سے کہہ رہا ہے: سفر زیارت آپ کی خاطر ہے۔ آپ تو رہے نہیں، ہاں مسجد کے در و دیوار، اور چٹائیاں و قالینیں وغیرہ موجود ہیں۔ میں آپ کی خاطر یہ خدمت انجام دوں گا کہ آپ کی امت کے اندر آپ کی زیارت کے متعلق شک وشبہ پیدا کروں گا، اور انہیں آپ کی برکت سے محروم و بے فیض رکھوں گا، جیسا کہ یہ ذکر کیا کہ مدینہ منورہ نبی پاک کی برکت کے سبب محفوظ نہیں میں لوگوں کو اس پر آمادہ کروں گا کہ وہ اس کی حاضری دیں جسے صحابہ نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا" رہ گئے آپ اے وہ ذات پاک جن کی شان میں اللہ عزوجل نے فرمایا: فَإِنَّکَ بِأَعْيُنِنَا [الطور - ۴۸:۵۲] ترجمہ: کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ اور موسی کے متعلق فرمایا: وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي [- ۳۹:۲۰] ترجمہ: اور اس لیے کہ تم میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ تو میں آپ کی امت کو اس ذات کی زیارت نہ کرنے دوں گا جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا: فَإِنَّکَ بِأَعْيُنِنَا کہ بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔ میں ہر زمانے میں کچھ افراد فراہم کروں گا، خاص کر آخری زمانہ میں، جس وقت علما کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جائے گا اور ایسی کمسن نوخیز نسل تیار ہو گی جن کے اندر بڑے کی تعظیم، اور چھوٹے پر مہربانی و شفقت نہ ہو گی، ان کا ایمان ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا، وہ اپنی خواہش کے مطابق حدیثیں صحیح کہیں گے، اور اپنی خواہش کے معیار پر حدیثیں ضعیف قرار دیں گے، اور جب ان سے یہ کہا جائے گا کہ: فلاں امام نے یہ فرمایا تو بس وہ یہی کہیں گے:

ہم تو ابن تیمیہ کے سوا کسی کو مانتے ہی نہیں۔

ان کے شیوخ کو تکفیر کے سوا کچھ کام نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ زمین گول ہے تو ان کی تکفیر کی تلوار سے سر قلم کرنے کو تیار رہتی ہے، اور کسی نے چاند کے سفر کا قول کیا تو انھوں نے اس کی تکفیر سے گریز نہ کیا یہاں تک کہ مسجدوں میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بھی ان کے نزدیک عظیم ترین بدعات سے ہے۔

پھر نوع بنوع ٹولیاں اور جدید نسلیں پیدا کی جارہی ہیں، ایک ایسی ٹیم کی تشکیل کا بھی عمل جاری ہے جو حرم پاک میں لوگوں کو ہتھیاروں سے قتل کرے کیوں کہ ان کا یہ دعوی ہے کہ انہیں میں سے مہدی کا ظہور ہوگا(۱۹۷۸ء) انہیں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اسرائیلیات کی حدیث صحیح قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس جھوٹی گڑھی ہوئی حدیث کو صحیح کہا "إن الله تعالى لما فرغ من الخلق استلقى على قفاه، و وضع رجلا على رجل، و قال إن هذا لا ينبغي لابن ادم (اللہ تعالی جب تخلیق خلق سے فارغ ہوا تو وہ چت لیٹ گیا اور اپنے ایک پیر پر دوسرا پیر رکھا اور یہ فرمایا یہ انسان کے لیے زیبا نہیں)

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس نے یہ دعوی کیا کہ آپ کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا حرام ہے، پھر اس معاملہ میں مزید شدت کے ساتھ یہ دعوی کیا کہ دوسروں کی زیارت کی طرح نبی ﷺ کی زیارت نہ کی جائے، آپ کی زیارت ناجائز ہے یہاں تک کہ مدینہ منورہ والوں کے لیے بھی جائز نہیں، اور یہ بھی دعوی کیا کہ نبی پاک ﷺ کے روضہ اقدس کے پاس دعا کرنا بدعت ہے۔ اس پر سارے ائمہ کا اتفاق نا ہے، اور اگر کوئی دعا کرے تو اپنی پیٹھ حضور اقدس ﷺ کے رخ اقدس کی طرف رکھے، آپ کے چہرہ اقدس کے مواجہہ میں کھڑے ہو کر دعا نہ کرے، اور نبی پاک ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس درود پڑھنا شرک و بدعت ہے۔ پھر اس کا حال اس سے بھی زیادہ سخت ہوا یہاں

تک کہ نبی پاک ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام پیش کرنے کی اہمیت گھٹائی اور یہ کہا کہ حضور اقدس ﷺ سلام کا جواب نہیں دیتے اور یہ بھی دعوی کیا کہ صحابہ حضور کی قبر کے پاس سلام نہ پیش کرتے، اور اس بات کی تصریح کی کہ نبی پاک ﷺ کی زیارت کا کوئی فائدہ نہیں، پھر اس پر بس نہ کیا بلکہ گزشتہ دعووں کے بعد اپنے مجموعہ فتاوی میں مزید یہ کہا:

آپ کی قبر کی زیارت میں نہ ان لوگوں کا کوئی فائدہ ہے اور نہ ان (حضور ﷺ) کا الخ۔

پہلے مرحلہ میں ابن تیمیہ کا طریقہ کار کیا ہے، اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

(۱) نبی پاک کی زیارت کے سلسلے میں وارد صحیح حدیث کی صحت کا انکار۔

(۲) اس بات کا انکار کرنا کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔

(۳) مشخص شد رحال والی حدیث سے استدلال کرتا ہے جس میں یہ ہے کہ:

لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد۔

صرف تین مسجدوں کا سفر کیا جائے۔

(۴) نیز اس حدیث سے استدلال کرتا ہے جس میں یہ ہے:

"لا تتخذوا قبري عيدا"۔

میری قبر کو عید نہ بناؤ۔[1]

ابن تیمیہ کے تلمیذ ابن کثیر خود نبی پاک ﷺ سے توسل کر رہے ہیں جیسا کہ البدایہ والنہایۃ میں ہے کہ جب مدینہ منورہ طیبہ میں آگ رونما ہوئی تو انھوں نے یہ کہا:

فالله يجعلها عبرة للمسلمين ورحمة للعالمين بمحمد واله الطاهرين الله عز وجل محمد۔

---

[1] (مجموعہ فتاوی، ج۲۷، ص۴۱۶، بحوالہ أخطا ابن تیمیہ)

اور آپ کی پاکیزہ آل کے وسیلہ سے اس آگ کو مسلمانوں کے لیے عبرت، اور سارے عالم کے لیے رحمت فرمائے۔[1]

روضہ اقدس کی سفر کرنے والے کے لئے قصرادا کرنا حرام ہے

ابن تیمیہ خذلہ اللہ نے یہاں تک کہہ دیا کہ : نبی پاک ﷺ کے روضہ اقدس کی زیارت کرنے والے کے لیے بحالت سفر نماز میں قصر کرنا حرام ہے، حالاں کہ اس نے مجموع الفتاوی میں یہ کہا: یہ ابن حزم وغیرہ کا قول ہے۔ابو حنیفہ اور ابن حزم وغیر حمایہ کہتے ہیں کہ بحالت سفر نماز میں قصر واجب ہے اگرچہ سفر حرام ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ یہ سارے حضرات سفر حرام میں پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت تیمم واجب قرار دیتے ہیں۔

اور ابن عقیل نے بعض مقامات پر سفر حرام میں قصر اور افطار ہی کو ترجیح دی ہے، اور دلیل انہیں لوگوں کی تائید کرتی ہے جو لوگ جنس سفر میں قصر وافطار کو مشروع کہتے ہیں، اور کسی سفر کی تخصیص نہیں کرتے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ کتاب وسنت میں سفر مطلق وارد ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ [البقرہ-۲:۱۸۴]

ترجمہ:۔ تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جیسا کہ آیت تیمم میں فرمایا:

وَإِنْ كُنتُمْ مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ [النساء ۴:۴۳]

ترجمہ: اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو۔[2]

یعنی ابن تیمیہ کے نزدیک سفر حرام میں قصر کا جواز ہی راجح ہے، اور جب نبی کریم ﷺ کے

---

[1] (البدایہ والنھایة، ج۱۳، ص۱۹۲، بحوالہ أخطاابن تیمیه)

[2] (مجموع الفتاوی، ج۲۴، ص ۱۰۹ بحوالہ أخطاابن تیمیه)

روضۂ اقدس کی زیارت کی بات آتی ہے تو علمائے امت سے مشتعل ہو کر یہ کہتا ہے کہ اس سفر زیارت میں نماز میں قصر حرام ہے۔

ابن تیمیہ نے جب اس سلسلے میں یہ دعوی کیا کہ یہی جمہور، اور خاص کر مالک و شافعی اور احمد کا مذہب ہے تو علمائے امت نے اس سے یہ مطالبہ کیا کہ ان حضرات نے جس جگہ یہ گفتگو فرمائی ہے اس کو سامنے لائے، آج تک ابن تیمیہ اور اس کے کسی کفش بردار سے یہ نہ بن پڑا کہ وہ کسی بھی ایک امام کا یہ قول پیش کرے کہ ان حضرات نے یہ فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کے روضہ اطہر کی زیارت کا سفر کرنے والے قصر نہ کریں۔

ابن تیمیہ کے نزدیک خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت کرنے والا اپنے دین میں کمزور ہے، اس کے اندر نفاق پایا جاتا ہے، ایسا شخص مولفۃ القلوب سے ہے

ایک اعرابی کے بارے میں یہ واقعہ بہت ہی مشہور ہے کہ آپ نے ذکر کیا: میں نبی پاک ﷺ کے روضہ اقدس کے پاس بیٹھا تھا ایک اعرابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، اور سلام عرض کیا: السلام علیک یا رسول اللہ، سلام پیش کرنے کے بعد عرض کیا: میں نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد پاک سنا ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿[النساء ۴:۶۴]

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اسے محبوب تمہارے نی جانوں پر ظلم کریں تو اسے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو

ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ اس لیے میں اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو شفیع لاتا ہوں، اور آپ سے اپنے گناہ کی بخشش کا خواستگار ہوں، پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:

یا خیر من دفنت بالقاع أعظمه	قطاب من طیبهن القاع والأکم
نفسي الفداء لقبر أنت ساكنه	فیه العفاف، وفیه الجود والكرم

(۱) اے ان میں افضل و بہتر جن کی ہڈیاں سپرد خاک گئیں تو ان پاکیزہ ہڈیوں کی برکت وفیض سے فرش زمین، پہاڑ اور ٹیلے پاکیزہ و مشک بار ہو گئے۔

(۲) میری جان اس تربت اطہر پر نثار جس میں آپ سراپا عفت اور جود و کرم بن کر جلوہ ساماں ہیں اس قبر اطہر میں عفت و پاکدامنی اور جود و کرم ہے۔ پھر وہ اعرابی واپس چلے گئے: اتنے میں میری آنکھ لگ گئی اور مجھے خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی سرکار نے حکم فرمایا: اے علمی! اس اعرابی کو جا کر بشارت دے دو کہ اللہ نے اسے بخش دیا۔

ابن تیمیہ نے اس مشہور واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب میں کہا:

بعض فقہانے اعرابی کے متعلق علمی کا یہ واقعہ ذکر کیا کہ اعرابی نبی پاک کی قبر کے پاس آئے اور عرض کیا اے ساری مخلوق میں افضل! اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ﴾ [النساء - ۴: ۶۴] میں آپ کی خدمت میں حاضر آیا ہوں ہی نے خواب دیکھا کہ خواب میں سرکار نے انھیں یہ حکم فرمایا کہ اعرابی کو خوش خبری دے دیں، اس طرح کے جو بھی واقعات نبی پاک اور دیگر صالحین کی قبر کے متعلق ذکر کیے جاتے ہیں صرف اس انسان کو پیش آتے ہیں جس کے ایمان میں ضعف اور کمزوری ہے، اور رسول پاک کے مقام و مرتبہ، اور آپ کے حکم سے جاہل ہے اگر اس طرح کا انسان اپنی حاجت کے سبب معاف نہ کر دیا جائے تو اس کا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا، اور اس کا نفاق بڑھ جائے گا اس لیے کہ ایسا شخص مولفۃ القلوب کے درجہ میں ہے جسے نبی پاک کی حیات میں تالیف

قلب کے لیے کچھ دیا جاتا تھا، جیسا کہ خود آپ نے ارشاد فرمایا: میں کچھ لوگوں کے دلوں کی بے صبری اور ضعف و بزدلی کے سبب ان سے ظاہری محبت رکھتا ہوں، اور کچھ لوگوں کو اس تونگری اور خیر پر چھوڑ دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں قائم فرمادیا ہے ان مولفۃالقلوب کو بھی یہ مال لینا مکروہ ہے۔ تو اس شخص کا حکم بھی انہیں حاجتمندوں کے حکم کی طرح ہے۔ [1]

ابن تیمیہ اس وہم میں ہے کہ اس نے بے جا اور بیہودہ خرافات کے ذریعہ جانب توحید کی حمایت و حفاظت کی ہے۔ اس نے تو ایسی شنیع بات کہی جو کوئی عاقل نہ کہے گا چہ جائے کہ فاضل کہے۔''

ابن تیمیہ کا دعوی ہے کہ انبیا کی قبروں کی معرفت کا کوئی فائدہ نہیں

ابن تیمیہ نے یہ دعوی کیا ہے کہ انبیا کی قبروں کی معرفت کا کوئی فائدہ نہیں، اس کا کام ہی ہے امت کی مخالفت کرنا اور ایسی بات کہنا جس کا کوئی قائل نہ ہو۔ اس نے مجموع الفتاوی میں کہا:

انبیاء کی مخصوص و معین قبروں کی معرفت کا کوئی شرعی فائدہ نہیں، اس کی حفاظت امر دین سے بھی نہیں، اگر اس کی حفاظت امر دین سے ہوتی تو ضرور اللہ اس کی حفاظت کرتا جیسا کہ باقی دین کی حفاظت فرمائی۔ [2]

سنت کی اتباع و اقتدا ابن تیمیہ کی رائے پر عمل کرنے سے بہتر ہے، اور جمہور کا اگرچہ اجماع نہیں مگر ان حضرات کا فہم ابن تیمیہ اور اس کے حامیوں کے فہم سے بہتر ہے۔

ابن تیمیہ کے فہم کے برخلاف روشن دلائل اور بعض ائمہ کا علمی فہم پیش کر رہے ہیں تا کہ ابن تیمیہ کے فہم کی حقیقت واضح ہو جائے:

---

[1] (قاعدةفي المحب، ج ۱، ص ۱۹۱، ۱۹۲، بحوالہ أخطا ابن تیمیه)

[2] (مجموع الفتاوی، ج ۴۴۴، ۲۷ بحوالہ أخطا ابن تیمیه)

ابو موسی نے فرمایا: نبی پاک ﷺ ایک اعرابی کے پاس تشریف لائے اس نے آپ کی تعظیم و تکریم کی حضور نے ان سے فرمایا تم ہمارے پاس آنا وہ اعرابی آپ کی خدمت میں آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سل حاجتک اپنی حاجت کا سوال کیجئے اعرابی نے عرض کیا: ایک اونٹنی عطا فرمائیں جس پر ہم سوار ہوں، اور بکریاں جن کا دودھ ہمارے گھر والوں کے کام آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أعجزتم أن تكونوا مثل عجوز بني اسرائيل" "کیا تم اس سے عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی پیرزن کی طرح ہو" صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! اور بنی اسرائیل کی پیرزن کا کیا واقعہ ہے ؟ آپ نے فرمایا: کہ موسی علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر نکلے تو بنی اسرائیل راستہ بھٹک گئے تو آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے، تو ان کے علمانے کہا: کہ جب یوسف علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے ہم لوگوں سے اللہ کا ایک پختہ پیمان لیا کہ ہم مصر سے اس وقت تک نہ نکلیں جب تک کہ ہمیں منتقل نہ کیا جائے آپ نے فرمایا: آپ کی قبر معلوم ہے کہا: بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کو معلوم ہے، اس کے بعد اس پیرزن کو بلانے کے لیے بھیجا گیا تو وہ پیرزن آپ کی خدمت میں آئیں تو آپ نے فرمایا: مجھے یوسف کی قبر کا پتہ بتادیں تو پیرزن نے کہا: میں اس وقت بتاؤں گی جب آپ میری حاجت قبول فرمالیں آپ نے فرمایا: تیری حاجت کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ جنت میں رہوں تو آپ نے اسے قبول کرنا پسند نہ فرمایا تو اللہ عزو جل نے وحی نازل فرمائی کہ اس پیرزن کی حاجت قبول کرلیں۔

ہمارا استدلال یہ ہے کہ ایک نبی کی قبر کی معرفت کے سبب اللہ عزو جل نے اس پیرزن کو جنت میں بلند مقام سے سرفراز فرمایا، جب ایک نبی کی قبر کی معرفت نے اس بوڑھی عورت کو جنت میں اعلی مقام بخشا تو کیا ابن تیمیہ کے بقول یہ کوئی فائدہ نہیں ؟

بلکہ نبی پاک نے اسے بطور مثل بیان فرمایااور یہ نہ فرمایا کہ کسی نبی کی قبر کی معرفت کا کوئی فائدہ نہیں، سبحان اللہ!! جو سنت پر چلے گا فلاح پائے گا، اور جو اس سے جدال کرے گا جادہ راہ سے دور اور منحرف گمراہ اور گمراہ گر رہے گا۔[1]

دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری کے صفحہ نمبر ۱۷۱، ج ا پر لکھا ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی ایک بلید (بے وقوف) انسان تھا اور حسامی میں صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ "بلید" گدھے کو کہتے ہیں۔

اور قصص النبیین کے حصہ اول میں صفحہ ۱۸ پر اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

وکان الملک بلیداً اجداًو کذلک کل مشرک۔

کہ نمرود بے انتہاء بے وقوف اور بلید بادشاہ تھا اور یوں ہر مشرک بلید ہوتا ہے۔

دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری کے قول سے معلوم ہوا کہ ابن عبدالوہاب نجدی گدھا بھی تھا اور مشرک بھی اور ساتھ ساتھ اس میں نمرود کے اوصاف بھی تھے اور جو اس کے تابعدار ہیں وہ بھی گدھے ہیں اور گدھے کی عادت لات مارنا ہوتی ہے اور انسان کو لات مار کر کھائی میں گرا دیتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ ابن عبدالوہاب نجدی، حرامی اور ولد زنا اور اُس کے معتقدین کی بات مانتے ہیں تو وہ انہیں شقائے جہنم میں گرا دیتے ہیں۔

اللھم احفظنا منھم

---

[1] (أخطا ابن تیمیہ مترجم ملخصاً)

الباب الثانی فی اقوال العلماء

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب سرحدی، موضع کاٹلنگ، ضلع مردان نے اپنی کتاب اور تصنیف "سیف القدیر" میں تحریر فرمایا کہ ابن تیمیہ کُفر کے درجے پر پہنچا اور کفر ہی کی بدولت ابد الاباد دوزخ میں عذاب پاتا رہے گا، کیونکہ نصوص قرآن کے روسے کافروں کے لئے جہنم کی ابدی سزا ثابت ہے۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَالَّذِینَ کَفَرُوا وَکَذَّبُوا بِآیَاتِنَا أُولَئِکَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیهَا خَالِدُونَ (البقرۃ ۳۹)

ترجمہ: اور وہ جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا۔

ابھی میں یہ بات اور حقیقت ثابت کرکے دکھاؤں گا کہ ابن تیمیہ نے آیت قرآنی کی تکذیب کرکے کفر کیا اور اسی وجہ سے وہ "دوزخی" اور "خلودِ دوزخ" کا مستحق ہے۔

جہاں تک آیاتِ قرآنی کی تکذیب ہے تو اس کی تکذیب قرآن کی اس آیت میں صریحاً ملاحظہ فرمایئے:

الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (طٰہٰ ۵)

اس آیتِ مبارکہ کا ترجمہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عرشِ معلیٰ پر استیلاء اور غلبہ حاصل ہے جو تمام مخلوقات سے اعظم ہے (یعنی عرش معلیٰ جو تمام مخلوقات سے اعظم ہے) جب اللہ تعالیٰ کو عرشِ اعظم پر غلبہ (استیلاء) ہے تو باقی مخلوقات پر یہ غلبہ بدرجہ اولیٰ حاصل ہوا۔ اور ابن تیمیہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے (مکان رکھتا ہے)، نہ زیادہ نہ کم (یعنی طابق النعل بالنعل) اور اُس کی ٹانگیں کرسی میں۔ (العیاذ باللہ)

ابن تیمیہ کی ان باتوں:

۱۔ عرش جہتِ فوق (سر کے اوپر برابر) میں ہے۔

۲۔ کہ عرش اللہ کا مکان ہے۔

۳۔ مکان اور مکین دونوں اجسام ہیں۔

۴۔ اسی طرح اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت، وجود اور مکان ثابت کیا۔

كذا فی حاشية شرح العقائد الجلالی، ص ۸۰، ۸۱، ثم الذخائر، ص ۴۱، و كذا فی رسالة وجوب التقليد، ص ۱۱، ۲۰۔

دیکھو بھائیو! اللہ تعالیٰ بذاتہٖ جہت (طرف) سے منزہ (پاک) ہے اور ابن تیمیہ نے اُس کے لئے جہت ثابت کی ہے، اللہ تعالیٰ جسم سے بھی منزہ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ اجسام ممکنات کے زمرے میں سے ہیں۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ مجسم ہوا تو ممکن اور حادث بھی ہوا۔ مطلب یہ کہ واجب اور قدیم نہ ہوا بلکہ آج ہے اور کل نہیں کے مصداق!

تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا! پس ذاتِ الٰہی اور شانِ الٰہی کے بارے میں اجماعِ اُمت سے مخالفانہ عقیدہ رکھنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اجماع سے اختلاف کُفر ہوتا ہے اور اجماع کا مخالف دوزخی۔

جیسے سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے اجماع کے مخالفین کے بارے میں فرمایا ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیاہی بُری جگہ پلٹنے کی۔

اسی طرح مولوی شرح الخیالی میں مذکور ہے:

مُخَالِفَةُ الْاِجْمَاع كُفْرٌ۔

کہ اجماع سے مخالفت رکھنا کفر ہے۔ [1]

اور نبراس میں کہا گیا ہے کہ:

وهو حجة قطعية فيكفر مخالفه۔

اجماع "حجت قطعیہ" ہے اور اس سے انکار کفر ہے۔ [2]

تفسیر کبیر میں ہے:

وتقدير الاستدلال ان اتباع سبيل المؤمنين واجبٌ۔ [3]

تفسیر مدارک میں ہے:

دليل على أن الإجماع حجة لا تجوز مخالفتها كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة۔ [4]

تفسیر احمدیہ میں ہے:

فعلم هذه الاية المذكورة ان اتباع سبيل المؤمنين اى ما عليه المؤمنون باجمعهم واجب وذالک يسمى بالاجماع فيكون الاجماع حجة قطعية يكفر جاحده كالكتاب والسنة المتواترة۔ [1]

---

[1](مولوی شرح الخیالی، ص ۲۲٦)

[2](نبراس، ص ۲۲)

[3](تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۱۳)

[4](تفسیر مدارک، ج ۱، ص ۳۹٦)

غایۃ التحقیق شرح جامی میں ہے:

ومثل اجماعهم علىٰ خلافة ابى بكر رضى الله تعالىٰ عنه واجماعهم علىٰ قتال مانع الزكاةفيكفر جاحده۔[2]

ردالمحتار میں ہے:

وَهَذَا مُوَافِقٌ لِمَا قَدَّمْنَاهُ عَنْهُ مِنْ أَنَّهُ يَكْفُرُ بِإِنْكَارِ مَا أُجْمِعَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْعِلْمِ بِهِ، وَمِثْلُهُ مَا فِي نُورِ الْعَيْنِ عَنْ شَرْحِ الْعُمْدَةِ أَطْلَقَ بَعْضُهُمْ، أَنَّ مُخَالِفَ الْإِجْمَاعِ يَكْفُرُ۔[3]

اصول البزدوی میں ہے:

فصار الإجماع كآية من الكتاب أو حديث متواتر في وجوب العمل والعلم به فيكفر جاحده في الأصل۔[4]

اسی اصول البزدوی میں ہے:

ومن انكر الإجماع فقد ابطل دينه كله لان مدار اصول الدين كلها ومرجعها إلى إجماع المسلمين وصلى الله على نبيه محمد وآله اجمعين۔[5]

مولانا سید احمد شاہ ابن حضرت نور شاہ دیوبندی موضع ساکن اخوند کلے، سوات نیکبی خیل، تحصیل کبل، سوات (الانتقام الحقیق عن ابناء الزندیق) کے صفحہ نمبر ۱۱۱ پر رقم طراز ہیں: کہ "اجماع وقیاس سے انکار عین انکارِ قرآن وحدیث رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے"۔

مولوی شرح حسامی میں ہے:

---

[1](تفسیر احمدیہ، ص ۲۲۶، ص ۳۳، تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۶، ص ۲۴۳، ص ۳۱۳، روح المعانی، ج ۵، ص ۱۴۶)

[2](غاية التحقيق شرح جامى، ص ۲۱۰، ۲۱۳، تلويح، ص ۳۵۸، بحر العلوم شرح مسلم الثبوت، ص ۵۱۹)

[3](ردالمحتار، ج ۱۶، ص ۲۵۴)

[4](اصول البزدوى، ص ۲۴۵)

[5](اصول البزدوى، ج ۱، ص ۲۴۷)

وفی الاشباہ ما خالف الائمۃ الاربعۃ فھو مخالف الاجماع ومخالفۃ الاجماع سبب دخول النار بدلیل الآیات المذکورہ۔

ترجمہ: جو آئمہ کرام صاحبان اربعہ (امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام ابن حنبل رحمھم اللہ تعالیٰ) کا مخالف ہو (ان سے اختلاف رکھتا ہو) پس وہ مخالف ہے اجماع کا اور اجماع سے اختلاف دوزخ میں دخول کا سبب ہے (آیاتِ مذکورہ کی دلیل کے سبب)۔

تو ابنِ تیمیہ کے لئے یہ دائمی عذاب جہنم، اُس کے کفر اور تحریف اور اجماع سے مخالفت کی وجہ سے ہے۔

اور تحریف کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے:

"وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ" أَيْ بِالْكِتَابِ الْمُؤْتَى بِأَنْ يُحَرِّفهُ "فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ" لِمَصِيرِهِمْ إلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَة عَلَيْهِمْ، اھ۔

ترجمہ: جو کوئی اس کتاب کا کفر (انکار) کر دے جو دی گئی ہے اس لحاظ سے کہ اُس میں تحریف کرے، تو ایسے محرفین خُسران والے ہیں۔ اسی وجہ سے کہ وہ آگ (جہنم) میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے والے ہیں۔ [1]

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بالرأی فلیتبوا مقعدہ من النار۔

ترجمہ: فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جو کوئی قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے (جیسے غلام احمد پرویز، جاوید احمد غامدی، مرزا انجینئر اور دیگران) پس جہنم کو اپنے لئے رہنے کا مقام بنا دے۔

---

[1] (تفسیر جلالین، ج ۱، ص ۱۲۹، المکتبۃ الفاروقیۃ بحوالہ سیف القدیر، ص ۲)

ملاحظہ ہو کہ محرفین قرآن بروئے فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اہل النار ہیں، پس بالثبوت محرف ابن تیمیہ بھی اہل النار ہے۔

ابن تیمیہ کے کُفر کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ رات کو حالتِ جنابت میں نماز جائز ہے۔[1]

البصائر لمولوی حمداللہ جان دیوبندی کہ نماز بغیر طہارت جسم کے کُفر ہے۔

یقیناً جیسا کہ شرح العقائد النسفی، ص ۱۲۱، ایضاً نبراس، ص ۵۴۰ اور شرح فقہ الاکبر اور المحیط ثم البصائر میں ہے کہ جس نے بغیر قبلے کی طرف (رُخ کرکے) قصداً نماز پڑھی اور اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جس نے بغیر طہارت کے قصداً نماز پڑھی تو ایسا کرنے والا کافِر ٹھہرتا ہے (یعنی قصداً قبلے سے منہ پھیر کر یا بغیر طہارت کے نماز پڑھ کر ہر دو فاعلان کافر ٹھہرتے ہیں)۔

بحوالہ الانتقام الحقیق عن ابناء الزندیق لمولوی سید احمد شاہ صاحب دیوبندی، ص ۱۴۶، حاشیہ نمبر ا، وکذا خیالی، ص ۷۷، فقہ اکبر، ص ۲۰۱۔

وقال شمس الأئمة الحلواني رحمه الله تعالى يكون زنديقاً لأن أحداً لم يجوز الصلاة بغير طهارة۔[2]

اب آپ خود سوچیں اور فکر سے کام لیں کہ ابن تیمیہ مسلمان ہے یا کافر؟ تو کہیئے کہ ابن تیمیہ ضرور کافر ہے۔

مولانا حمد اللہ جان دیوبندی نے "**البصائر**" میں ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ کے بعض عقائد یہ ہیں:

ا۔ حائضہ طلاق نہیں ہو سکتی۔

---

[1] (فتاویٰ حدیثیہ، ص ۱۰۰، وفوائد جامع شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی، ص ۲۴۸)

[2] (فتاویٰ قاضی خان، ج ۱، ص ۱۰۰)

۲۔ رات کو جنابت کی حالت میں نماز جائز ہے۔

۳۔ اُس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو وسیلہ بنانا ناجائز ہے۔ (العیاذ باللہ)

۴۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مزار شریف کے لئے سفر کرنا ناجائز ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے (یعنی مجسم ہے)۔ (**نعوذ باللہ**)

۶۔ اللہ تعالیٰ عرش کی مقدار ہے یعنی جتنا عرش اُتنا اللہ۔ (**نعوذ باللہ**)

۷۔ تین طلاق ایک طلاق ہو جاتی ہے یعنی تین طلاق مل کر ایک طلاق ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اُس کے بہت بُرے عقائد ہیں۔ خدا سُنی مسلمانوں کو اُس کے اِن بُرے عقائد سے بچائے، آمین۔

مولانا سید احمد شاہ دیوبندی نے "الانتقام الحقیق" میں ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی "ظواہر اور مجسمہ" میں سے ہیں اور "مجسمہ" بالاتفاق کافر ہیں۔[1]

کتاب مذکور (الانتقام الحقیق) میں ایک اور مقام صفحہ ۱۴۶ پر ہے کہ ابن الہمام بالاتفاق مجتہد ہیں اور انہوں نے ابن تیمیہ پر زندیق ہونے کا فتویٰ (حکم) دیا ہے کیونکہ وہ تجسیمِ خدا کے عقیدے کا قائل ہے۔

اور قاضی خان کے مصنف بالاتفاق اصحاب ترجیح میں سے ہیں، انہوں نے ابن تیمیہ پر زندیقیت کا فتویٰ دیا ہے۔ کیونکہ ابن تیمیہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا جائز مانتا ہے۔ اور اسی طرح قاضی خان کا دیا ہوا فتویٰ سارے فقہاء کا بھی ہے۔[2]

---

[1] (الانتقام الحقیق، ص ۱۳۷)

[2] (الانتقام الحقیق، ص ۱۴۷)

تفسیر صاوی میں آیۃ الطلاق مرتان کے تحت ابن تیمیہ کو ضال اور مضل (گمراہ اور گمراہ کرنے اور کرانے والا) قرار دیا گیا ہے۔[1]

اور حاشیہ نبراس میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جس کسی نے ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہا تو ایسا کہنے والا کافر ہے۔[2]

مولانا سید احمد شاہ دیوبندی نے "الانتقام الحقیق" میں ابن تیمیہ کے عقائد یوں بیان کئے ہیں:

۱۔ اگر پانی یا گھی میں یا سالن میں چوہا گر گیا تو یہ چیزیں پلید نہیں ہوں گی۔

۲۔ ابن تیمیہ کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ حائضہ عورت کے لئے طواف بیت اللہ جائز اور روا ہے اور اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

۳۔ جو کوئی قصداً نماز چھوڑ دے، تو اُس پر اُس چھوڑی ہوئی نماز کی قضا نہیں۔

۴۔ انبیاء کرام علیہم السلام گناہ سے مبرا نہیں۔

۵۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے کی خاطر سفر کرنا گناہ ہے۔ (**العیاذ باللہ**)

۶۔ اُس کا عقیدہ تین طلاق مساوی ایک کا بھی ہے، اور یہ ضلالت اور صریح گمراہی ہے۔

۷۔ ابن تیمیہ نے ذاتِ الٰہی کے لئے طلائی جوتے بھی ثابت کئے ہیں۔[3]

اور اسی طرح اُس کے کئی ایک عقائد غلط ہیں۔ اللہ رب العزت جملہ اہل اسلام کو اس کے فاسد عقائد سے محفوظ رکھے، آمین۔

---

[1] (تفسیر صاوی، ص ۹۶)

[2] (نبراس، ص ۱۱۶ بحوالہ البصائر لمولوی حمداللہ جان دیوبندی، ص ۱۵۳)

[3] (الانتقام الحقیق، ص ۲۸۱، بحوالہ الجواھر البھیة)

مولانا شمس الحق افغانی دیوبندی، مدرس جامعہ حُسینیہ نے اپنی کتاب الجواھر البھیہ میں ذکر کیا ہے کہ:

ابن تیمیۃ من المجسمۃ۔ [1]

ابن تیمیہ اُس کافر فرقہ سے ہے جس نے ذات باری تعالیٰ کے لئے مادی وجود ثابت کیا ہے۔ [2]

و من اعتقد ان اللہ جسم فھو کافر۔

جس کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ مجسم ہے تو وہ معتقد کافر ہے۔

قال الاشعری و القاضی من اعتقد ان اللہ تعالیٰ جسم فلیس بعارف و ھو کافر۔ [3]

ترجمہ: الاشعری و قاضی دونوں نے کہا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ خدا مجسم ہے تو وہ عارف (پہچان کُنندہ) نہیں بلکہ کافر ہے۔

امام اشعری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام اہلسنت وجماعت اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی کہا کہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ خدا مجسم ہے تو وہ بڑا جاہل اور کافر ہے۔ [4]

حضرت مولانا حمد اللہ جان دیوبندی البصائر، ص۱۴۹ پر ذکر کرتے ہیں:

ابن تیمیۃ من المجسمۃ و من قال بانہ تعالیٰ جسمٌ فھو فی حمایۃ الجھالۃ و السفاھۃ فلم یعتد لقول امثالہ فکیف یکون قولہ مقویا لکلام شخص۔

---

[1] (الجواھر البھیۃ، ص ۱۵۴)

[2] (الجواھر البھیۃ، ص ۲۸۳)

[3] (نسیم الریاض، ج۴، ص ۵۱۹، سطر ۱۲)

[4] (بحوالہ اثبات الاغراض، ص ۲۱)

ترجمہ: ابن تیمیہ اُس کافر فرقے سے ہے جو خدا کو مجسم مانتا ہے، پس وہ جہالت اور سفاہیت (نادانی اور حماقت) کے بلند ترین درجے پر ہے جو کُفر ہے۔(تو) اُس کے قول وامثال کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا پس دوسرے شخص کی بات کو کیا تقویت دے سکے گا؟۔[1]

نبراس کے صفحہ نمبر ۱۷۹ پر (حاشیہ میں) مذکور ہے:

ولا یعتبر قول ابن تیمیة بقدم العرش۔

ترجمہ: ابن تیمیہ کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کہ عرش قدیم ہے۔[2]

یُجِبُ عَلَیْکَ الْحَذَرَ التَّامَّ مِنْ کُتُبِ ابن تیمیّةِ وَ جَمَاعَةِ الْوَ هَابِیَّةِ الْمُتَعَلَّقَةِ بِالْعَقَائِدِ لِئَلَّا تَهْوِیْ فِیْ فهُوَ اتِ الضَّلَالِ وَ لَا یَنْفَعُکَ النَّدَمُ بَعْدَ ذَالِکَ مِنَ الْاَحْوَالِ۔

ترجمہ: اے مسلمان! تجھ پر واجب ہے اپنے آپ کو ابن تیمیہ کی کُتب (پڑھنے سے) بچانا، ڈرنا اور پرہیز کرنا، اور ابن تیمیہ کے معتقدین کی کُتب پڑھنے سے بھی، جو وہابی ہیں اور غلط عقائد بیان کرتے ہیں، اس لئے کہ کہیں تم بھی قعرِ گمراہی میں نہ گر جاؤ(تنبیہ ہے)۔ اور اس کے بعد پشیمان ہونا ، بہ روزِ قیامت کسی بھی حال میں آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔[3]

ابن تیمیہ کی تکفیر کی ایک بڑی وجہ اس کا توسل اور تبرک سے انکار ہے۔

هم جوزوا التوسل و التبرک و الزیارة وغیره ذالک (الیٰ قوله) حتّٰی جاء ابن تیمیه فاخرج العقائد الباطلة التی لم یخرجهااحد من السلف قال فی الدرة المضیة لملا علی القاری قد افرط ابن تیمیه حیث حرم زیارة النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ وسلم ای السفر الیها۔

---

[1] (اخوندشیخ، ج ۱، ص ۹۳، اثبات الاغراض، ص ۴۰)

[2] (بحواله اثبات الاغراض، ص ۲۰)

[3] (شواهدالحق، ص ۱۰۵)

ترجمہ: سلف صالحین، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین، مجتہدین سب کا متفقہ قول ہے کہ توسل اور تبرک اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کرنا جائز ہے اور اس کے علاوہ عقائد سے متعلق دیگر مسائل پر بھی یہاں تک کہا کہ جب ابن تیمیہ آیا تو اپنے ساتھ باطل عقائد بھی لایا، جن کا استخراج سلف الصالحین میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔ ملا علی قاری اپنی کتاب وتصنیف الدرۃ المضیۃ میں لکھتے ہیں ابن تیمیہ نے بہت بڑی زیادتی یہ کی ہے کہ اُس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضے کی زیارت کرنے کی غرض سے سفر کرنے کو بھی حرام کہا ہے۔ [1]

دیکھیے ابن تیمیہ سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اختلاف کا مرتکب ہو چکا ہے اور سلف صالحین سے اختلاف اجماع کے خلاف ہے، جس کا حکم ابھی ابھی بیان ہوا جو یہ ہے کہ اجماع سے اختلاف جہنم میں دخول کا سبب ہے۔ اسی لئے ابن تیمیہ دوزخی ہے اور یہی حکم متفق علیہ ہے۔ [2]

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (المائدة۳۵)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھے کوئی تکلیف یا کوئی مشکل پیش آتی ہے، میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر آکر تبرک حاصل کرتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ بہت جلد میرا سوال قبول کرلیتا ہے۔

---

[1] (البصائر، ص ۱۵۰)

[2] (سیف القدیر، ص ۷، البصائر، ص ۱۵۰)

اس سے ثابت ہوا کہ شوافع بھی توسل کے استحباب کے قائل ہیں۔

امام شیخ الاسلام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب "شفاء السقام" میں لکھتے ہیں:

ویجوز التوسل لسائر عباد اللہ الصالحین و القول بالخصوص للنبی قوی بلا دلیل۔ [1]

مولانا سید احمد شاہ دیوبندی اپنی کتاب "الانتقام الحقیق" کے صفحہ نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ پر ابن تیمیہ کے عقائد کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ مبارک کو "صنمِ اکبر" کی نسبت کی۔

اور یہی بات اہانت کی ہے اور اوصاف ذاتی یا صفتی میں اہانت کرنا، اہانت کرنے والا خواہ امتی ہو یا غیر امتی اور یہ کہ یہ عیب یا اہانت سہواً یا غفلتاً، جداً ہو یا ھزلاً ہو یا عمداً ہو، مگر ایسا آدمی خلوداً (ہمیشہ ہمیشہ کے لئے) کافر ہو جاتا ہے، یعنی توبہ بھی کرے تو اُس کی توبہ قبول نہیں (ابداً) اور اس کا قتل واجب ہے۔ اور بادشاہ یا نائب السلطنت اُس کے قتل میں سُستی نہیں کرے گا۔ [2]

اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

لو عاب الرجل النبی فی شیئ کان کافراً۔ [3]

ایسے ہی اُس کے اور خراب اور بُرے عقائد ہیں۔

مولانا مذکور اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر فرماتے ہیں کہ کافر کے کفر ظاہر کرنے پر تاخیر مت کرو یعنی اُس کے کافر ہونے کا بہ عجلت اعلان کرو، جو یقیناً ابن تیمیہ، ابن عبد الوہاب نجدی ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر ذکر کیا گیا ہے:

[1] (شامی، ج ۱، ص ۵۷، ص ۲۹)

[2] (خلاصۃ الفتاویٰ، ص ۵۲۲)

[3] (فتاویٰ قاضی خان، ص ۲۱)

ابن تیمیہ اور ابن قیم کے عقائد ایک جیسے ہیں۔ خبر دار رہے ہر مسلمان! ان دونوں کے حکموں اور عقائد پر عمل پیرا نہ ہوں، کیونکہ اُن پر عمل بعینہٖ کفر ہے۔

حافظ کفایت اللہ دیوبندی اپنی تصنیف الذخائر میں یوں لکھتے ہیں:

متقدمین کی صف میں وہابیوں کے رؤسا ابن تیمیہ اور ابن قیم ہیں، اور متاخرین میں محمد ابن عبدالوہاب نجدی ہے۔ یہ بات یاد رکھو اور اسے ازبر کرو، ابن تیمیہ (تیمیہ کا بیٹا) کا نام ابو العباس احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام ابن تیمیہ ہے (یعنی عبد السلام)۔ اس کی ولادت کا سال ۶۶۱ھ اور انتقال کا سال ۷۳۸ھ ہے (۷۷ سال عمر پا کر راہی عدم ہوا)۔ [1]

اس کے ہم عصر علامہ تقی الدین سبکی جن کا اصل نام علی بن عبد الکافی ہے اُن کی وفات کا سال ۷۵۶ھ ہے۔ [2]

حمد اللہ جان دیوبندی نے البصائر میں ذکر کیا ہے:

لهٗ میل عظیم الی الجهة۔

ترجمہ: اسے جہتِ الٰہی کے ہونے کی طرف بہت زیادہ میلان تھا (جہتِ الٰہی کا قائل تھا)۔ اور یہ کفر کے سوا کچھ نہیں۔ [3]

مولانا عبد الحنان صاحب اپنی کتاب "سیف القدیر" میں ذکر کرتے ہیں کہ پنج پیریوں، وہابیوں کے جدِ امجد ابن تیمیہ ہیں۔ وسیلے کا انکارِ اول ابن تیمیہ ہی نے کیا تھا۔

---

[1] (بحوالہ فوائد بهیہ مصنف مولانا عبد الحئی)

[2] (فوائد البهیہ)

[3] (الذخائر، ص ۵۲، البصائر، ص ۷۹)

جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باب الخطر والاباحۃ، صفحہ نمبر ۲۵۴ پر صاف صاف لکھاہے کہ:

فَابْتَدَعَ مَالَمْ يَقُلْهُ عَالِمٌ قَبْلَهُ اھ۔

ترجمہ: توسل سے انکار کا آغاز اور ابتداء سب سے پہلے ابن تیمیہ نے کی۔ [1]

ایسا قول جو نہ اسلاف اور نہ اخلاف نے کیا تھا تو اس آیت مبارکہ کا ٹھیک مصداق ٹھہرا:

وَلَاتَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ (البقرۃ ۴۱)

وایضاً من انکر التوسل فھو کافر ومرتد، اہ لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم واصحابه وسلف الأمة وخلفها كانوا يتوسلون فانكاره كان من جميعهم فكان كافرا۔ [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن کریم سے سب سے پہلے تم انکار مت کرو۔ [3]

کیونکہ بعد میں آنے والے تیرے نقش قدم پر چلیں گے تو ان کے گناہوں میں تیرا برابر کا حصہ ہو گا اور سب اس حکم کی عقوبت میں مساوی ہوں گے۔

اے بھائی! جب ابن تیمیہ ہی زمانہ حاضر اور زمانہ گزشتہ کے علماء کے اجتماعی فیصلے سے مبتدع اور مفسد ٹھہرا اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور محمد طاہر پنج پیری (ساکن پنج پیر صوابی) اور اس کے تابعداروں نے ابن تیمیہ کی تابعداری کی تو متعلقین سب مبتدع ہو گئے۔ [4]

فتاویٰ حدیثیہ کا ایک شذرہ مطالعہ فرمائیے:

---

[1] (ردالمحتار، ج۲۷، ص۵)
[2] (شواھدالحق، ص۲)
[3] (شواھدالحق، ص۲)
[4] (سیف القدیر، ص۱۹)

ویعتقد فِیِهِ (ابن تیمیة) أَنه مُبْتَدِ ع ضالّ و مُضِلّ جَاھِل غال عَامله الله بعدله، و أجازنا من مثل طَرِیقَته و عقیدته وَ فعله آمین۔

ترجمہ: یہ اعتقاد ابن تیمیہ کے بارے میں کیا جا سکتا ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ وہ مبتدع، گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا، جاہل اور دین میں زیادتی کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے عدل سے اس کے ساتھ معاملے طے فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اُس کی مثل (طرح) طریقے، عقیدے اور فعل اختیار کرنے سے امان دے، آمین ثم آمین۔[1]

اور چو تھا وہ (ابن تیمیہ) ایسے اوصاف سے موصوف تھا جیسا کہ فتاویٰ مذکورہ کے صفحہ نمبر ۸۴ پر ہے:

فجمع علی ابن تیمیۃ اھل عصرہ ففسقوہ و بدعوہ و کفرہ کثیر منھم، اھ۔

ترجمہ: ابن تیمیہ کے عہد و زمانے کے علماء اُس کے خلاف جمع ہوئے انہوں نے اُس کے فسق اور بدعت کے خلاف فتویٰ دیا بلکہ اکثر علماء نے اُس کے کُفر پر ہونے کا حکم جاری کیا۔

دیکھو نا اُس کے زمانے کے علماء نے اُسے مبتدع بلکہ کافر قرار دیا ہے۔ تو ایسا شخص کافر (زندیق یا ملحد) نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا؟ بہ ایں حال کہ اُس نے توبۃ النصوح بھی نہ کی ہو۔[2]

ابن تیمیہ نے اپنے اِس فاسد عقیدے سے توبہ نہیں کی اور اپنے ان ناپاک عقائد کے جرم میں دمشق کے عقوبت خانہ میں ذلت کی موت مرا۔[3]

---

[1] (فتاویٰ حدیثیة، ج ۱، ص ۸۴، الناشر: دار الفکر)
[2] (بحوالہ سیف القدیر)
[3] (الانتقام الحقیق، ص ۱۴۱)

دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری نے یہ ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ تھا کہ مدینہ منورہ کا سفر (بفرض زیارتِ روضہ ٔاطہر) جائز نہیں۔ اسی کی پاداش میں ابن تیمیہ بمع ابن قیم جیل خانے میں بھیج دیا گیا اس کی موت تک![1]

حضرت مولانا مفتی سرحد حمد اللہ جان نے البصائر کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر ذکر کیا:

ابن تیمیة عبد خذله الله و أضلّه و أعماه و أصمه و أذلّه، و بذلک صرح الأئمة۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ابن تیمیہ کو رسوا، اندھا، بہرا اور ذلیل کر رکھا ہے۔[2]

اور کسی نے بھی ابن تیمیہ کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، کیونکہ وہ کفر کا مرتکب تھا اور وہابیوں کا جنازہ پڑھنا (پڑھانا اور پڑھوانا) سب منع ہے۔

ولا یصلی علیهم اذا ماتوا۔

ترجمہ: جس وقت وہابی مر جائے تو اس پر جنازہ نہ پڑھا جائے۔[3]

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ (التوبة ۸۴)

ترجمہ: اور ان میں سے کسی کی میّت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک وہ اللہ و رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

شرط صحة الجنازة اسلام المیت۔

ترجمہ: مُردے کا مسلمان ہونا شرطِ نمازِ جنازہ ہے۔[4]

---

[1] (فیض الباری، ج ۲، ص ۴۳۳)
[2] (الفتاوی حدیثیة، ج ۱، ص ۸۳)
[3] (غنیة الطالبین، ج ۲، ص ۵۵)
[4] (تنویر الابصار، ج ۱، ص ۵۸۲)

لانها شفاعة وليس للكافر۔

ترجمہ: کیونکہ (نمازِ جنازہ مردہ کے حق میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں) شفاعت کرنا ہے، اور کافر کے حق میں (شفاعت) نہیں۔[1]

جب یہ حقیقت ظاہر اور ثابت ہوئی کہ "وہابی" کافر ہے تو اُس کی امامت بھی نہیں ہو سکتی۔

شواھد الحق میں ہے:

اعلم ان کل باب من ابواب ھذا الکتاب الثمانیة کاف واف لرد بدعة ابن تیمیة وفرقة الوھابیة۔

ترجمہ: اس کتاب "شواہد الحق" کے آٹھ ابواب ہیں، ہر ایک باب ذیلی آٹھ ابواب پر مشتمل ہے جو فرقۂ ابن تیمیہ اور وہابیہ کے رد کے لئے کافی وشافی ہے۔

من قال بانہٗ تعالیٰ سبحانہٗ جسم ولہٗ مکان او یمر علیه زمان ونحو ذلک فھو کافر لم یثبت له حقیقة الایمان۔

ترجمہ: جس نے کہا (ابن تیمیہ اور اس کے معتقدین) کہ اللہ کی ذات مجسم ہے اور اس کے لئے مکان ہے اور اُس پر زمانہ بھی گزرتا ہے (محدث ہے) اور اسی قسم کی اور باتیں کرتا ہے، تو ایسا شخص مطلقاً کافر ہے اور اُس کے لئے حقیقتِ ایمان ثابت نہیں۔[2]

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابن تیمیہ کا حال بیان کر کے یوں فرماتے ہیں:

انا لا تعتقد فیه عصمة بل انا مخالفه فی مسائل اصلیة وفرعیة وقال الذھبی فی تاریخهِ فھو بشر له ذنوب وخطایا وقال الیافعی زیادة علیه فی کتابه عبرة الیقظان۔

---

[1](مراقی الفلاح، ص ۳۵۱)

[2](شرح القاری للفقه الاکبر، ص ۲۰۱، شرح العقائد جلالی، ج ۲، ص ۱۱۶، تفسیر الوجیز، ج ۲، ص ۲۵۰، تمهید ابی الشکور السالمی، ص ۲۰۱، بحواله اثبات الاغراض، ص ۳۴، البصائر)

ترجمہ: ہم اسکے عقیدے میں عصمت اور پاک ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے بلکہ ہم اسکے اکثر فرعی اور اصلی مسائل میں خلاف ہیں۔ امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ ایسا فرد تھا جس کے گناہ اور خطا بہت زیادہ ہیں اور امام یافعی نے اپنی کتاب عبرۃ الیقظان میں اسکے سوا بھی بہت کچھ لکھا ہے۔[1]

حمد اللہ جان البصائر میں ذکر کرچکے ہیں:

انعقد مجلس فی قلعة جبل و حضر العلماء الاعلام و الفقهاء العظام و رئیسهم کان زین الدین السبکی المالکی و حضر ابن تیمیة و حکم قاضی القضاة بحبسه و کان ذلک ۷۰۵ھ ثم نودی بدمشق و غیره من کان علیٰ عقیدة ابن تیمیة حل ماله و دمه کذا فی مراۃِ الجنان، اھ۔[2]

ترجمہ: حاشیہ نبراس (شرح العقائد) میں ہے کہ قلعہ جبل میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور کافی تعداد میں علمائے کرام اور فقہائے عظام بھی حاضر ہوئے، اور اُن کے قاضی القضاۃ زین الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے، ابن تیمیہ حاضر کیا گیا، بعد مباحثہ کے شکست خوردہ ہوا اور گم سُم لاجواب کھڑا رہا، تو قاضی القضاۃ نے اُسے جیل بھیجنے کا حکم صادر فرمایا اور یہ واقعہ ۷۰۵ھ میں پیش آیا تھا پھر دمشق اور دیگر شہروں میں یہ منادی کرادی گئی کہ جو کوئی ابن تیمیہ کے عقائد کا حامل ہے اُن سب کے مال ومتاع لوٹ لینا اور اُن کا خون بہانا حلال ہے۔

"مرأۃ الجنان" کے مطابق ۷۰۷ھ میں ابن تیمیہ کو اشعری ہونے کے دعویٰ پر جیل سے رہا کر دیا گیا، لیکن پھر اپنے وعدے سے پھر گیا اور وہی بات ظاہر کر دی جو اس کا مبطون تھا (جو اس کے باطن

---

[1] (کتاب عشرہ مبشرہ، ص ۲۴، مصنف مولوی حبیب اللہ پشاوری، بحوالہ: البصائر و اثبات الاغراض)

[2] (البصائر لمولوی حمد اللہ جان، ص ۱۴۸)

میں تھی) دوبارہ اسے سخت قید ہوئی، پھر توبہ کی اور پھر رہائی ہوئی اور شام میں مقیم ہوا، وہاں بھی اُسے کافی واقعات پیش آئے، جو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں، اس کے سارے اقوال رد کر دیئے گئے۔ شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب "الدرر الکامنہ، ج۱" میں اس کا حال بیان کیا ہے، اسی طرح امام ذہبی نے اپنی تاریخ اور دیگر علماء نے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ [1]

اور یوں جواھر الایقان فی حفظ الایمان میں بھی مذکور ہے کہ ابن تیمیہ کا ظہور ۷۰۵ میں ہوا۔ اور عقیدتاً کہتا کہ اللہ تعالیٰ جسم رکھتا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کرنے کی خاطر سفر کو حرام کہتا، اور بعض خلفائے راشدین کی اہانت اور ائمہ مجتہدین کی بھی بے توقیری اور زبانی تحقیر کرتا، اور اس کی تمام باتوں پر کتاب "صراط مستقیم" دلیل اور مدلول ہے۔ بانصاف وصدق دل اس کتاب کو پڑھ لیجیئے۔ اس کے ہم عصر علماء شیخ ابو داؤد سلمانی اور شیخ کمال الدین اور تقی الدین سبکی سب نے اُس کے عقیدے کو رد کیا ہے اور اس کے عقیدے کو باطل قرار دیا ہے۔ اسے پکڑوایا اور مصر کے مدرسہ کاملہ میں پہنچا دیا گیا۔ علماء کی ایک مجلس منعقد ہوئی قضاۃ اور مفتیان صاحبان سب جمع ہوئے اور ساری ریاست میں اسی موضوع پر شاہی حکم جاری کیا کہ وہ (تیمیہ) اجماع کے خلاف ہے اور جو کوئی اس کے عقیدے کا حامل ہے وہ دنیوی اور اُخروی وبال (سزا، پکڑ) کا مستحق ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہٖ وسلم کے توسل اور تحقیر اولیاء کرام کے بارے میں بحث ہوئی اور اسی مقدمے کے انجام میں اُسے قید ہوئی کہ اہانتِ اولیاء مشائخ اور علماء عین کفر ہے۔

---

[1] (حاشیہ نبراس، ص۱۱۶)

”دولتِ ناصریہ“ میں ابن تیمیہ نے توبہ کی اور خلاصی ملی، جب ابن تیمیہ واپس شام آگیا تو پھر ان غلط باتوں اور غلط عقائد کی وجہ سے دمشق میں جیل میں ڈالا گیا اور بادشاہ کا فرمان جاری ہوا کہ ابن تیمیہ کے عقائد کے حاملین کا خون اور مال لینا حلال ہے۔

اور ابن تیمیہ قطع نظر ظاہری کفر پر ہونے، خارجی بھی تھا اس لئے کہ وہ ”لعین“ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف زبان درازی بھی کرتا تھا۔ [1]

أَنَّ هَؤُلَاءِ الْكَفَرَةَ وَالْبُغَاةَ الْفَجرَةَ جَمَعُوا بَيْنَ أَصْنَافِ الْكُفْرِ وَالْبَغْيِ وَالْعِنَادِ وَأَنْوَاعِ الْفِسْقِ وَالزَّنْدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ وَمَنْ تَوَقَّفَ فِي كُفْرِهِمْ وَإِلْحَادِهِمْ وَوُجُوبِ قِتَالِهِمْ وَجَوَازِ قَتْلِهِمْ فَهُوَ كَافِرٌ مِثْلُهُمْ۔ [2]

خوب سمجھ لو کہ ان کافروں، باغیوں اور نافرمانوں نے اقسامِ کُفر، بغاوت، بدنیتی، فسق وزندیقیت جمع کر رکھے ہیں اور جو کوئی باوجود باخبر ہونے کے اُن کے کفر وارتداد میں شک کرے تو وہ بھی ”کافر“ ہے اور جو کوئی اُن کے (اہل ابن تیمیہ کے) دین سے خارج یا نکلنے کے بارے میں اور اُن کے واجب القتل ہونے کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کرے تو وہ بھی خارج از اسلام ہے۔ [3]

اسی طرح الانتقام الحقیق میں مذکور ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور ابن تیمیہ دونوں رئیس الزنادقہ ہیں، تو اُن پر اہل زنادقہ کا حکم جاری ہونا لازمی ہے۔ صحیح بخاری کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے زنادقہ کو آگ کی خندق میں ڈال کر جلاڈالا ہے۔ [4]

---

[1] (البصائر، ص ۱۴۹)
[2] (تنقیح الحامدیة ردة، ص ۱۰۳)
[3] (بحوالہ اثبات الاغراض، ص ۲۶)
[4] (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۰۲۳ بحوالۂ انتقام الحقیق، ص ۱۹، ۲۴، ۱۳۵)

وہابی کئی وجوہ کی بناء پر کافر ہیں جیسے مولانا شائستہ گل صاحب نے الاثبات الاغراض، ص۳۶ میں ذکر کیا ہے:

ومن وجوہ الکفر انھم یستخفون الدین ویستھزؤن بالشرع المبین۔ [1]

اور ان کے وجوہ کفر میں سے، ان کی اہانت دین اور شرع مبین کا تمسخر اور دین کا ٹھٹھا اُڑانا ہے۔ جیسے مردوں کے حق میں صدقہ برائے ایصال ثواب اور دورۂ اسقاط اور اسی طرح بالجہر درود وسلام پڑھنے کی مخالفت واستہزاء وغیرہ۔ [2]

فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: اُس وقت جب تمہارا خوارج اور وہابیوں سے مڈبھیڑ (آمنا سامنا) ہو تو تمھارے لئے خوارج اور وہابیوں کا قتل کرنا بروز قیامت باعث ثواب واجر ہوگا [3]

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَاتَلَهُمْ كَانَ أَوْلَى بِاللّٰهِ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: جس کسی نے خوارج اور وہابیوں کو قتل کیا تو نزدِ خدا وہ اولیٰ (قریب) ہو جاتا ہے (اُن کے مقابلے میں)۔ [4]

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

طُوبَى لِمَنْ قَتَلَهُمْ وَقَتَلُوهُ۔ [5]

---

[1] (تنقیح الحامدیۃ، ج۱، ص۱۰۳)

[2] (اثبات الاغراض، ص۳۷)

[3] (صحیح بخاری، ج۲، ص۲۲۴)

[4] (سنن ابی داؤد، ص۲۵۶)

[5] (سنن ابی داؤد، ص۲۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

لَئِنْ أَنَا أَدْرَكْتُهُمْ قَتَلْتُهُمْ قَتْلَ عَادٍ۔

ترجمہ: اگر میں پاؤں اُن وہابیوں کو تو اُن کو قوم عاد کی مانند قتل کر دوں گا۔ [1]

قتل الواحد منهم (من الفرقة النجدية) أفضل من مائة كافر۔

ایک نجدی کے قتل کرنے کا اتنا ثواب ہے جتنا کہ ایک سو کفار کے واصل جہنم کرنے کا۔ [2]

ومنها انهم يستحلون المحرمات ويهتكون المحرمات۔

ان وجوہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کہتے ہیں اور اشیاء قابلِ احترام کو بُرا کہتے ہیں (جیسے آثار اور تبرکات پیغمبران علیہم السلام)۔ [3]

وَقَوله (ابن تيمية) بالجِسْمِّية والجهة والانتقال، وَأَنه بقَدَر الْعَرْش لَا أَصْغَرَ وَلَا أكبر تَعَالَى اللهُ عَنْ هَذَا الافتراء الشنيع الْقَبِيح، وَالْكفْر البراح الصَّرِيح۔

ابن تیمیہ کے کفر کی وجوہات میں سے ایک بہت بڑی وجہ اس کا تجسیم خدا کا "عقیدہ" مذموم ہے

اور خدا کی جہتِ فوق کے قول کا ثبوت اور خدا کے انتقال مقام یعنی آنے جانے کا ثبوت، اور خدا کے عرش پر براجمان ہونے (کہ اللہ تعالیٰ نہ عرش سے زیادہ اور نہ عرش سے کم ہے) کا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ان لغویات اور کفر صریح سے پاک ہے۔ [4]

---

[1] (سنن ابی داؤد، ص ٦٥٦)

[2] (فتاویٰ حدیثیة)

[3] (تنقیح الحامدیة، ج ١، ص ١٠٣)

[4] (الفتاویٰ الحدیثیة، ص ٥٨)

اگرچہ ابن تیمیہ علم کے لحاظ سے بڑا عالم تھا (جیسا کہ شیطان رجیم بھی ہے) لیکن عقائد کے لحاظ سے بھی بڑا زندیق واقع ہوا تھا، اور اسی طرح اس کے تابعداران گمراہ بھی۔ [1]

حضرت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن تیمیہ کے سارے اقوال پر رد فرمایا ہے۔ [2]

مصنف کفایت اللہ دیوبندی

امام سبکی نے بھی اُس پر رد کیا ہے، کیونکہ توسل بالاجماع جائز ہے، لیکن ابن تیمیہ (ملعون) نے اس کی مخالفت کی ہے۔ [3]

مولوی عبدالحئ

سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مرتبہ" میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب ہے، اور فرمایا ہے کہ "سُبکی" نے ابن تیمیہ پر جو رد کیا ہے، بجا ہے۔ [4]

مولانا محمد سرفراز نے تسکین الصدور، ص ۳۴۷ میں ذکر کیا ہے کہ ابن تیمیہ کی طبیعت میں سختی اور حرارت بھی بے پناہ تھی، جب غصہ آجاتا تو پھر اُسے بخاری و مسلم کی صحیح روایت بھی نظر نہ آتی یعنی (حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ) اور حالت حیض میں دی گئی طلاق پر کبوتر کی مانند آنکھیں بند کر لیتا۔

مولوی کفایت اللہ دیوبندی نے الذخائر میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کے عقائد بہت فاسد ہیں۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

---

[1] (الانتقام الحقیق، ص ۱۴۰)
[2] (تنبیہ الضمائر، ص ۵۲)
[3] (تنبیہ الضمائر، ص ۱۴۰)
[4] (تنبیہ الضمائر، ص ۱۴۰)

۱۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مال کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔

۲۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان صحیح نہیں تھا۔(**نعوذ باللہ من ذالک**)

ذرا سوچیئے! کہ یہ ملعون حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤمن نہیں کہتا(تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو رسول بھی نہیں مانے گا)۔

تو اب اس کا کیا حکم ہے؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

لَاتَسُبُّوا أَصۡحَابِي۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں فحش گوئی مت کرو یعنی گالی مت دو۔ [1]

مفسر صاوی شریف بھی ابن تیمیہ کے بارے میں فیصلہ (فتویٰ) دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

قال العلماء انہ ضال مضل۔

علماء فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ **ضال مضل** یعنی خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا تھا۔ [2]

یہاں میں علامہ یوسف نبھانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وہ خراج تحسین پیش کرتا ہوں جو علامہ قسطلانی نے شفاء السقام میں امام سبکی کو ابن تیمیہ کے رد پر پیش کیا تھا:

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابن تیمیہ کے لئے آگ کے ذریعے مؤمنوں کے قلوب کو شفاء عطا کی (یعنی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابن تیمیہ کے لئے آگ کا مژدہ سنا کر مؤمنوں کے دلوں کو سکون وراحت پہنچائی)۔ [3]

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ج۳، ص ۱۶۹۴، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[2] (تفسیر الصاوی علی الجلالین، ج ۱، ص ۹۴)

[3] (شواھد الحق، ص ۱۷۸)

مشہور مؤرخ ابن بطوطہ اپنی کتاب غرائب الابصار میں دمشق کے علماء کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

ان فی عقلہ شیئا۔

یعنی اس کی عقل میں (کچھ) فتور تھا۔

فقال فی وعظہ ان اللہ ینزل الی سماء الدنیا کنزولی ھذا ونزل من درجۃ من درجات المنبر۔

ترجمہ: ابن تیمیہ نے اپنے وعظ کے دوران کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر یوں اترتا ہے جیسے میں منبر کے ایک پھاٹک (درجہ) سے دوسرے پھاٹک پر اترتا ہوں۔ اور لوگوں نے یہ بات بہت بری مانی۔ [1]

علامہ محمد عبدالباقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ مبارک کے استقبال کی بحث میں ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ھذا الرجل ابتدع لہ مذھبا وھو عدم تعظیم القبور۔

ترجمہ: اس آدمی نے اپنا مذہب خود بنایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت سے قصداً لوگوں کو منع کرتا ہے۔

مزید یہ کہ جو کوئی ابن تیمیہ کی مخالفت کرتا تو وہ ایسے سمجھتا کہ گویا وہ اس پر حملہ آور ہوا ہے اور جب کبھی ابن تیمیہ مقابل کا مقابلہ نہ کر سکتا تو اسے ''جھوٹا'' کہہ کر بات آئیں، بائیں، شائیں کرتا۔

قد انصف من قال فیہ علمہ اکبر من عقلہ۔

بے شک کسی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ اس کا علم اس کی عقل سے زیادہ تھا۔ [2]

[1] (غیث الغمام، ص ۵۷، مطبوعہ لکھنؤ)

[2] (غیث الغمام بر حاشیہ امام الکلام، ص ۵۷)

علامہ محمد عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور تصنیف "سیف الابرار" میں ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے:

فھو کبیر الوھابین وما ھو شیخ الاسلام بل ھو شیخ البدعۃ والاثام وھو اول من تکلم بجملۃ عقائدھم الخاسرۃ وفی الحقیقۃ ھو المحدث لھذہ الفرقۃ الضالۃ۔

ترجمہ: ابن تیمیہ وہابیوں کا سردار ہے، شیخ الاسلام تو کجا بلکہ شیخ البدعۃ اور شیخ الاثام ہے اور گمراہ فرقہ کا بانی ابن تیمیہ ہے جس نے عقائد فاسدہ کا بیان اور ابتداء کی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی اس گمراہ فرقے (وہابی) کا موجد (اول) ہے۔[1]

حضرت شیخ القرآن حاجی نواب الدین گولڑوی صاحب ابن تیمیہ کے متعلق رقم طراز ہیں:

موجودہ پُر فتن دور میں جہاں اور بہت سے فتنوں نے سر اُٹھا رکھے ہیں وہاں فرقۂ معتزلہ نے اپنا کردار نبھانا شروع کیا ہوا ہے۔

دراصل احاطۂ اسلام میں جو پہلا فتنہ کھڑا کیا گیا وہ اسی معتزلہ فرقہ کا فتنہ تھا، جس کا بانی ابن تیمیہ تھا اور اس کے تمام نظریات ابن حزم ظاہری کے افکار سے مملو تھے۔ اور ابن حزم "خوارج" کی ایک شاخ تھی اور ہے اور رہے گی۔ اور دور حاضر کے غیر مقلدین ابن حزم، ابن تیمیہ اور اُس کے شاگرد ابن قیم کو اپنا پیشوا مانتے ہیں، قاضی شوکانی اور داؤد ظاہری والے بھی اُس کے مسلک والے تھے۔

جیسا کہ مولوی عبد الحئ لکھنوی لکھتے ہیں:

قاضی شوکانی متأخرین میں عقل کے لحاظ سے کم فہم، کم عقل اور کثرت علم کے لحاظ سے ابن تیمیہ کے ہم پلہ اور مثل تھا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ دو پاپوش طابق النعل بالنعل ہوں۔ بلکہ کم

[1](سیف الابرار علی المسلول علی الفجار، ص ۱۱، ص ۲۹۴)

علمی میں شوکانی ابن تیمیہ سے بھی بڑھ کر تھا۔ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب کو غیر مقلدین وہابی جیسے بے باک (بے شرم) لوگ "شیخ الاسلام" کا لقب بھی دیتے ہیں اور اکثر دیوبندی حضرات بھی اُس کے متعلق یہی شیخ الاسلام ہونے کا خوش فہم عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ علامہ عبدالرحمٰن اپنی کتاب سیف الابرار میں ابن تیمیہ کو وہابیوں کا سردار لکھتے ہیں، نہ کہ شیخ الاسلام بلکہ اُسے شیخ البدعت اور شیخ الاثام کا نام دیتے ہیں۔ اور مزید لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ وہ اول آدمی ہے جس نے فاسد خیالات کی ترویج کی اور حقیقت میں یہی ابن تیمیہ اس بدعقیدے اور گمراہ فرقے کا معمار برائے بنیاد خشت اول رہا۔

مفتی حرم پاک علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"ابن تیمیہ ایک فردِ ذلیل ہے کہ خدا نے اُسے ذلیل کیا، اندھا کیا، بہرہ کیا اور رُسوا کیا"۔

حضرت ابوالحسن سُبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ ارفع کے بارے میں اعتراض اٹھائے اور یہ کہ یہی (ملعون) ابن تیمیہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کُن، جاہل اور غالی (غلو کرنے والا) ہے۔[1]

دراصل موجودہ زمانے کے تمام باطل فرقے خارجی فرقہ کی شاخیں ہیں اور یہ کہ ابن تیمیہ کے عقائد بھی خارجی فرقے کے تھے۔

جیسا کہ غلام مصطفیٰ شاہ صاحب نے "تحفۃ الناظرین" کے صفحہ نمبر ٦٨ پر لکھا ہے:

ابن تیمیہ ظاہری بھی تھا اور خارجی بھی۔ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزھرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گستاخی بھی کرتا تھا، اس کے علاوہ ابن حزم بھی ظاہری اور خارجی تھا۔

---

[1] (فتاویٰ حدیثیہ)

جیسا کہ ابوزاھرہ مصری نے ابن حزم کے ص۱۰۷ پر تحریر کیا ہے:

بنیادی طور پر خوارج وہ لوگ تھے جنھوں نے کتاب وسنت کے ظاہر سے موافقت کر ڈالی اور یہی ایک چیز خوارج اور ابن حزم میں قدر مشترک ہے۔ یاد رکھنے کی بات یہ بھی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خوارج کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ خوارج میرے، میری اولاد اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دشمن ہوں گے۔ نیز خوارج سگانِ جہنم ہیں۔ [1]

حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "الدرر الکامنہ" میں لکھتے ہیں:

ابن تیمیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کہتا ہے کہ آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستر (۷۰) فتوے غلط جاری کئے تھے بلکہ ایک اور جگہ کہتا ہے کہ اسد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین سو (۳۰۰) سے بھی زیادہ غلط فتوے دیئے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ باب مدینۃ العلم (دروازۂ شہر علم) نے بچپن میں قبولِ اسلام کیا تھا، اور بچپن میں قبولیت اسلام صحیح اور معتبر نہیں (گویا ایک طرح پیغمبر اسلام کا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام بھی صحیح نہیں مانتا)۔ (لعنت بریں زندیق) [2]

دیکھیئے برادران اسلام!

ابن تیمیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان نہیں کہتا تو اس ذلیل کو کون مسلمان کہے گا؟ سوائے اُس جیسے ذلیل اور مردود کے!

---

[1] (طبرانی، ص ۲۱، ۱۱۷)

[2] (وھابی مذھب، ص ۲۷۳)

اگر کوئی ابن تیمیہ کی حقیقت سے پوری طرح آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ درج ذیل کُتب کا مطالعہ ضرور کرے:

۱۔ **البصائر:** مصنف حمد اللہ جان دیوبندی، ڈاگئی، ضلع مردان۔

۲۔ **سیف القدیر:** مصنف عبد الحنان صاحب، کاٹلنگ، مردان۔

۳۔ **الذخائر لاہل البصائر:** مصنف حافظ کفایت اللہ دیوبندی، ڈاگئی، ضلع مردان۔

۴۔ **اثبات الاغراض:** مصنف امام اہلِ سُنت مولانا شائستہ گل صاحب نور اللہ مرقدہٗ۔

۵۔ **الصواعق الربانیۃ:** مصنف مفتی صوبہ سرحد مولانا ظاہر شاہ صاحب۔

۶۔ **السیف المبیر:** مصنف حمد اللہ جان دیوبندی۔

۷۔ **الانتقام الحقیق عن ابناء الزندیق:** مصنف سید احمد شاہ صاحب سوات۔

۸۔ **اخراج المنافقین عن مساجد المؤمنین:** مصنف سید احمد علی شاہ صاحب سوات۔

۹۔ **عقائد المسلمین:** مصنف سید احمد علی شاہ سوات۔

علامہ عبد الحئ لکھنوی وہابیوں اور نجدیوں کے دو پیشواؤں ابن تیمیہ اور ابن قیم (جو دونوں آپس میں استاد اور شاگرد بھی تھے) کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اُستاد (ابن تیمیہ) نے اپنے شاگرد (ابن قیم) کو عقیدۃً برباد کر ڈالا تھا۔

ان شمس الدین محمد بن قیم من ارشد تلامذۃ بن تیمیۃ قد قال من فیض صحبۃ استاذہ خفۃ العقل۔[1]

---

[1] (غیث الغمام، ص ۵۷)

ترجمہ: شمس الدین محمد بن قیم ابن تیمیہ کے تلامذہ میں سے تھا، اُس نے اپنے استاد سے سفاہت کی تعلیم حاصل کی تھی۔ [1]

علامہ شاہ فضل رسول بدایونی نے فیصلہ دیا ہے:

اجمع علماء عصرہ علی ضلالہ و حبسہ و نودی من کان علی عقیدۃ ابن تیمیہ حل مالہ ودمہ اجمع علماء عصرہ علیٰ ضلالہ و حبسہ و نودی من کان علی عقیدۃ ابن تیمیۃ حل مالہ ودمہ۔

ترجمہ: علمائے وقت نے ابن تیمیہ کے کافر ہونے کا اجتماعی فتویٰ صادر فرمایا، اسے قید کر دیا گیا اور قریاتِ اسلام میں منادی کرادی گئی کہ جو کوئی ابن تیمیہ کے عقیدے پر ہے تو اس کا مال و متاع اور اُس کا خون مباح ہے (اس کا خون بہانا حلال اور جائز ہے)۔ [2]

صوبہ سرحد کے مشہور عالم دین حضرت علامہ سید احمد شاہ، اخوند کلے علاقہ نیکپی خیل، تحصیل کبل فرماتے ہیں:

ابن تیمیہ کافر اور زندیق ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے آنکھیں، کان، ہاتھ، پاؤں بندوں کی مانند ثابت کر رکھے ہیں۔ [3]

مولوی رشید احمد پسرِ مفتی محمد فرید صاحب اپنے رسالہ "التوسل والدعا" کے صفحہ ۷۰ پر ابن تیمیہ کے عقائد یوں نمبر وار لکھتے ہیں:

---

[1] (غیث الغمام، ص ۵۷)

[2] (سیف الجبار، ص ۴۴)

[3] (الانتقام الحقیق عن ابناء الزندیق، ص ۱۵۱)

۱۔ کہ تین طلاقوں سے کوئی عورت طلاق یافتہ نہیں ہو سکتی یعنی مطلقہ نہیں ہوتی۔ اس سے پتہ چلا کہ وہابی سب طلاقی ہیں اور ولد الزنا ہیں۔

۲۔ دوسرا مکروہ عقیدہ اُس کا یہ ہے کہ جس کسی نے قصداً عمداً نماز ترک کی تو اس کی قضا نہیں۔

۳۔ اُس کا تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں۔

۴۔ اُس کا چوتھا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض اقوال سے اُس کی جسمیت (مجسم ہونے) کی بو آرہی ہے۔

۵۔ اُس کا پانچواں عقیدہ توسل بالذات کا انکار ہے۔

۶۔ چھٹا عقیدہ: ابن تیمیہ زیارتِ روضۂ اقدس کو حرام سمجھتا ہے۔

۷۔ اُس کا ساتواں عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہر چھوٹے بڑے سفر میں قصر نماز لازم مانتا ہے (وغیرہ)

اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تذکرۃ الحفاظ، ج۴ ص۲۷۹ پر لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ بہت سارے فتاویٰ میں منفرد ہے، اسی وجہ سے اُس کی عزت واحترام خطرے میں ہے اور اُس کے یہی فتاویٰ اُس کے علم کے سمندر میں غرقاب ہیں۔ ان ہی فتاویٰ کے سبب اُس کے ساتھ مباحثے (مناظرے) ہوئے تھے اور نتیجتاً وہ جیل جاچکا تھا اور اُس کے مال اور خون کی حلّت کا اعلان ہو چکا تھا۔[1]

علامہ سُبکی نے اُس کے بارے میں لکھا کہ اُس کا علم اُس کی عقل سے فوق تھا۔

اور شارح عقائد جلالیہ لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ شرعی حدود سے تجاوز کر چکا تھا۔

---

[1] (بحوالہ مرأۃ الجنان)

حضرت مولانا عبد القدوس نقشبندی اپنی تصنیف "کتاب نور الوطن" کے صفحہ نمبر ۳ پر لکھتے ہیں:

اے مسلمان بھائیو! تمہیں یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ اسلام اور مذہب کے ہر وقت بے شمار دُشمن موجود رہتے ہیں لیکن مذہب کا اول دُشمن ابن تیمیہ تھا، جو وہابیوں اور تبلیغیوں کا جد امجد تھا۔

اسی طرح مولانا سیف الدین آفندی صاحب القندھاری اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں صفحہ نمبر ۷۸ پر لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی آمد ایسی گندی اور پلید باتوں پر ہو چکی ہے جس کی پاکی اور صفائی دریاؤں کے پانی سے بھی نہیں ہو سکے گی۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ یہ کوئی تعجب اور اچھنبے کی بات نہیں کیونکہ اُس نے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے ہاتھ، پاؤں یعنی پورا جسم ثابت کیا ہے اور اسی طرح اہلِ مجسمہ یا اہلِ ظواہر میں سے ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ علمائے جمہور نے متفقہ طور پر اُس پر فتویٰ کفر صادر کر دیا۔

اور اسی طرح مولانا عبد الحلیم والدِ محمد عبد الحئ لکھنوی اپنی کتاب "نور الایمان" کے صفحہ ۱۳ پر لکھ چکے ہیں کہ ابن تیمیہ (ملعون) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ کی زیارت کی غرض سے سفر کو حرام کہتا اور سمجھتا ہے، اسی وجہ اور سبب سے علمائے جمہور نے ابن تیمیہ اور اُس کے تابعین (پیروکاروں) پر کُفر کا فتویٰ محکم طور پر لگایا ہے۔

فتح القدیر، خلاصۃ الفتاویٰ اور بحر الرائق میں ہے:

من قال لہ تعالیٰ ید ورجل کما للعباد فھو کافر ملعون۔

ترجمہ: جس کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں ہیں جیسے بندوں کے (کہ یہ بات ابن تیمیہ نے کی ہے) تو ایسا کہنے والا کافر ہے اور اُس پر لعنت۔

اور اگر کہے:

ولو قال اللہ تعالیٰ فی السمآءِ و کان قصد به حکایةً ظاھر الاخبار لا یکفرو ان اراد به المکان یکفرو ان لم یکن له نیة یکفر عند الاکثر۔

ترجمہ: اگر کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس سے اُس کی مراد قرآن و حدیث کے ظاہری معنی تھے، تو ایسا کہنے سے کافر نہیں ہوتا لیکن اگر کہنے والے کا مطلب اور مراد مکان ثابت کرنا تھا، تو پھر کہنے والا کافر ہے۔ [1]

مؤمنو! ان مسائل پر خوب سوچو اور غور کرو، اور اس کے بعد بتاؤ کہ ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب نجدی اور دیگر وہابی خبیثوں پر کیا حکم نافذ کرتے ہو (اب انصاف تمہارے ہاتھ میں ہے)۔

نوٹ: دیوبندیوں کے مولوی حسین احمد مدنی صدر مدرس دیوبند نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں وہابیوں کو دس (۱۰) بار لفظ خبیث (گندا، پلید، قبیح) سے نوازا ہے۔ پس ضروری ہے اور لازم آتا ہے ہر مسلمان پر کہ وہ اپنے آپ کو فرقہ وہابیہ اور اس کے معتقدین سے بچائے، کیونکہ یہ خبیث ہیں اور خبیثوں کے ساتھ بیٹی یا بہن بیاہنا یا نکاح میں دینا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق

اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ (النور ۲۶)

معلوم ہوا کہ خبیثوں کے لئے پاک بیویاں نہیں، کیونکہ پاک بیوی پاک اور طیب آدمی کے لئے ہے اور ناپاک، گندی اور خبیث عورت خبیث آدمی کے لئے ہے۔ یہاں پاک بیوی سے اہل سنت

---

[1] (عالمگیری، ج ۲، ص ۲۵۶، بحر الرائق، ج ۵، ص ۱۲)

وجماعت والی عورت مراد ہے یا جن کے عقائد، مذہب اور مسلک ایک ہوں۔ جب وہابیہ خبیث ٹھہرے تو ان کے لئے جہنم لائق ہے، جیسے اللہ پاک اپنے کلام میں فرماتا ہے:

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (الأنفال ٣٧)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر خبیث جہنمی ہے اور یہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

ذکریا تبلیغی ٹولے کا سربراہ لکھتا ہے کہ میں تجھ سے بڑا وہابی ہوں اور یہ اس نے منظور نعمانی وہابی کے جواب میں لکھا تھا جس نے ملا الیاس کے انتقال کے بعد اپنے سخت وہابی ہونے کا کہا تھا۔ [1]

مسلمانو! انہوں نے خود اپنی وہابیت کا اقرار کیا، یہ الگ بات ہے کہ وہ اس کی تعبیر غلط کرتے ہیں (حالانکہ وہابیت تعدیل وجرح کی متحمل نہیں)۔ یہ کہتے ہیں کہ ہماری نسبت "وہاب" کی طرف ہے جو اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے اور جس کے معنی بہت زیادہ عطا کرنے والے کے ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ نسبت عبد الوہاب نجدی کی طرف ہے نہ کہ وھاب کی طرف۔ جب کوئی خوشی مناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم وہابی ہیں، مطلب وہابی نجدی سے اسم نسبتی رکھتے ہیں (جیسے موجودہ وقت کے قادیانی اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں اُن کی نسبت غلام احمد قادیانی کی وساطت سے احمدی مراد ہوگی)۔ اسی طرح وہابیوں کا اپنے آپ کو "وہابی" کہلانا عبد الوہاب نجدی کی نسبت اور وساطت سے ہے نہ کہ ذات باری تعالیٰ کے وصفی نام "وہاب" سے۔ اور وہ یعنی ابن عبد الوہاب نجدی خوارج میں سے تھا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رد المحتار میں ذکر کیا ہے، شامی کی پوری عبارت کا ترجمہ یہ

---

[1] (سوانح محمد یوسف، ص ۱۹۲، ۱۹۳)

ہے:

واقعتاً ہمارے زمانے میں ایسا ہوا کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے متبعین جو نجد سے نکلے (خارج ہوئے) انہوں نے حرمین شریفین پر قبضہ کیا اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کا جھوٹا دعویٰ کیا لیکن اعتقادِ خاص یہ تھا کہ وہ ہی خاص مسلمان ہیں اور جو کوئی اُن کے عقیدے کے خلاف ہے وہ سب کافر ہیں اور مشرک۔ اور اسی عقیدے کی بناء پر اہل سنت وجماعت کا قتل روا سمجھتے تھے اور علمائے اہل سنت وجماعت کا بھی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لشکر کو اُن پر غالب کیا، اُن کی شوکت ودبدبہ کو توڑ دیا، ان کے گھروں کو اجاڑ دیا۔ (یہ سن ۱۲۲۳ھ کا واقعہ ہے)

دیکھو مسلمانو! یہ انجام تھا امام نجدی کے شر وفساد کا جو کوئی اس مفسد اور فسادی نجدی کا تابع اور پیروکار ہے وہ لازماً فسادی اور مفسد ہے جیسے پنج پیری جو اپنے آپ کو وہابی سے منسوب کرتے ہیں۔

ابن عبد الوہاب کی کُفریہ بات اور سنیئے:

ان قول القائل یا رسول اللہ لا یجوز بل یکفر قائلہ، اھ۔

ترجمہ: محمد بن عبد الوہاب نے کہا ہے کہ کسی شخص کی ایسی آواز (نعرہ) یارسول اللہ! جائز نہیں، بلکہ کُفر ہے۔[1]

دیکھیئے! اسی طرح ابن عبد الوہاب اور ابن تیمیہ ایک ہی عقیدے کے حاملین ہیں، ابن تیمیہ پر اُس کے عقیدے کے مطابق فتویٰ کفر عائد کیا گیا، کیونکہ وہ توسل سے انکاری تھا۔ اسی طرح ابن عبد الوہاب نجدی کے لئے بھی متفقہ طور پر وہی حکم (یعنی کُفر) ثابت ہے۔ تو اُن کے متبعین کو اُن دونوں (یعنی ابن تیمیہ اور ابن عبد الوہاب) کا کفر مبارک ہو (متبوع کافر تو تابع کافر)۔ رہی یہ بات کہ

[1](مواھب اللدنیہ ثم فتاویٰ الحرمین للمفتی محمد ایوب البشاوری، ص ۲۶)

ابن عبدالوہاب نجدی ابن تیمیہ کے متبعین میں سے تھا، واضح طور پر کتاب التوحید لمحمد بن عبدالوہاب نجدی میں صاف طور پر مذکور ہے۔

جس کی عبارت یہ ہے:

وکفانا فی ذلک قدوتنا و امامنا ابن تیمیة وھذا صریح فی ان ابن تیمیة امام محمد بن عبدالوھاب النجدی۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتا ہے کہ اس قسم کے اقوال میں ہمارے لئے ہمارے مقتدا اور امام ابن تیمیہ کے اقوال کافی وشافی ہیں اور یہ بھی صریحاً مثبوت ہے کہ ابن تیمیہ محمد بن عبدالوہاب کے امام ہیں۔ تو موجودہ زمانے کے وہابیوں کا دونوں سے انکار کرنا بھی باطل ٹھہرا، اور باطل ٹھہرتا ہے۔ چنانچہ اگر موجودہ وہابی اُن دونوں کے متبعین ہوں تو ان کو بھی اپنا کُفر مبارک ہو۔

اب اسی حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ پنج پیر (صوابی) کا ملا طاہر اور تبلیغی حضرات بھی عبدالوہاب نجدی کے متبعین ہیں۔ کیونکہ تبلیغیوں کا متبوع منظور نعمانی بڑی صفائی اور طمطراق سے اعلاناً کہتے ہیں کہ میں بہت بڑا "وہابی" ہوں اور دیوبند کا **من حیث البدن** (بدن کے لحاظ سے) بڑا۔

دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کہتا ہے کہ عبدالوہاب نجدی کے "تابعین" کو "وہابی" کہتے ہیں: جب تبلیغیوں نے اقرار وہابیت ہی کر لیا تو **المرء یوخذ باقراره** یعنی آدمی اپنے زبانی اقرار سے پکڑا جاتا ہے۔ پس وہابی خارجی اور اہل ظواہر بھی ہیں اور اہل سنت وجماعت سے باہر اور خارج! تفسیر صاوی میں تفسیراً موجود ہے کہ بہتر فرقے دوزخ میں اور ایک فرقہ جنت میں ہو گا، اور جنت والا فرقہ

اہل سنت وجماعت ہو گا۔ یعنی مذاہب اربعہ میں سے جو فرقہ باہر ہو گا وہ جہنمی ہو گا (غیر مقلدین وغیرہ، وغیرہ، وغیرہ)۔[1]

ہمارے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی خوارج میں سے ہے اور خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

البصائر، ص ۱۴۹، نسائی شریف برحاشیہ، ص ۳۶۰، الشہاب الثاقب، تسہیل البخاری، ص ۲۱، شامی، ص ۳۳۷، الصاوی تحت آیۃ الطلاق مرتان۔

ان تمام مذکورہ بالا کتابوں میں مرقوم ہے کہ ابن عبدالوہاب نجدی خوارج میں سے تھا۔

مولانا ظاہر شاہ صاحب اپنی کتاب اظہار الحق کے صفحہ ۶۲ پر لکھتے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی مادر زاد بدبخت اور شقی تھا۔ مشہور ہے کہ ابتداء میں نجدی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ حصولِ علم کے لئے چلا گیا، اکثر علم اُس نے مکہ اور مدینہ میں حاصل کیا۔ چنانچہ عالم باعمل فخر الزمان محمد بن سلیمان الکردی مدنی، شافعی اور مولوی محمد حیات صاحب سندھی مدنی حنفی کے پاس بھی گیا اور اُن سے اکتساب علم بھی کیا۔ وہ دونوں حضرات ابن عبدالوہاب سے اکثر اوقات الحاد اور کُفر کی باتیں سُنتے اور اُسے منع کرتے، جب یہ حضرات اُس کے منہ سے اس قسم کی ملحدانہ خرافات سُنتے تو فرماتے کہ جلد یا بدیر یہ شخص گمراہ ہو کے رہے گا۔ بعض تحاریر سے واضح ہے کہ اُس کے والد صاحب ابن عبدالوہاب کو اور اُس کا بھائی شیخ سلیمان بھی اُسے ان عقائد سے منع کرتے تھے مگر یہ تھا کہ باز نہیں آتا تھا کہ اس مفسد کا ظہور ۱۱۴۳ھ میں ہوا اور سات سال بعد ۱۱۵۰ھ میں اسے شہرت ملی۔

مسیلمۃ الکذاب کے شہر کے سرداروں میں سے ایک سردار ربیعہ محمد بن مسعود مع اپنی رعایا

---

[1] (بحوالہ تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۹، البصائر، ص ۵۲، البحر الرائق، ص ۱۱۴)

کے اُس کا معین اور مددگار بن گیا اور عرب کے بہت سے قبائل کو اپنا تابع فرمان بنا دیا۔

بخاری شریف میں خوارج کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ: خوارج اُن آیتوں کو جو کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں، مسلمانوں پر (ہو بہو) چسپاں کر دیتے ہیں۔[1]

علامہ زین العابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار، جلد ۳ میں فرماتے ہیں:

كما وقع في زماننا في أتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة، لكنهم اعتقدوا أنهم هم المسلمون وأن من خالف اعتقادهم مشركون، واستباحوا بذلک قتل أهل السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله تعالى شوكتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساكر المسلمين، الخ۔

اور اسی طرح اطیب البیان اور درۃ الفرید، ص ۴۷، البصائر لمنکر التوسل باھل المقابر میں بھی ہے۔

مندرجہ بالا عبارت (شامی) کا ترجمہ یوں ہے:

جیسا کہ ہمارے زمانے کا واقعہ ہے کہ ابن عبد الوہاب نجدی اور اُس کے تابعین جو نجد سے نکلے انہوں نے حرمین شریفین پر غلبہ (قابو، اختیار) حاصل کیا اور خود کو مذہب حنابلہ کے ماننے والے کہتے تھے مگر اُن کا عقیدہ تھا کہ صرف وہ ہی مسلمان ہیں اور حنابلہ ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔

کہتے تھے کہ اُن سے مخالفت کرنے والے مشرک ہیں اور اسی وجہ سے اہل سنت وجماعت کا

[1] (صحیح بخاری، ج ۱ ۲، ص ۲۵۰، المکتبۃ الفاروقیۃ)

قتل مباح (حلال، روا) سمجھتے، اور اُن کے علماء کا قتل بھی اسی طرح حلال! حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی شان وشوکت توڑ دی اور اُن کے شہروں اور جائے سکونت کو ویران، برباد اور اجاڑ کر رکھ دیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلم عساکر کو اُن کے خلاف ظفریاب کیا۔

محمد بن عبدالوہاب کے بھائی سلیمان بن عبدالوہاب نے محمد بن عبدالوہاب کے رد میں بہت سے رسالے لکھے۔ جن میں ایک نام الصواعق الالٰھیۃ فی رد الوھابیۃ ہے اور حضرت شیخ الاسلام شیخ المحدثین زینی دحلان فرماتے ہیں:

والظاھر من حال محمد بن عبدالوھاب انہٗ یدعی النبوۃ الا انہ ما قدر فی اظھار الصریح بذلک۔

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب کے حالات سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ وہ نبوت کا دعویٰ ہی کرنے والا ہے لیکن وہ صاف صاف ایسا کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔

فیض الباری شرح صحیح البخاری، ص ۱۷۱ پر ہے:

اما محمد بن عبدالوھاب النجدی فانہ کان رجلا بلیدا قلیل العلم فکان یتسارع الی الحکم بالکفر۔

محمد بن عبدالوہاب ایک کم فہم اور کم علم انسان تھا اور اسی وجہ سے اُسے کفر کا فتویٰ لگانے میں باک نہیں رہتا تھا۔

عبداللہ بن داؤد زبیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کتاب الصواعق والرعود کے آغاز پر دو تقاریظ لکھتے ہیں۔ پہلی تقریظ محمد بن فیروز حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۸ صفر ۱۲۱۰ھ کو لکھی، اس تقریظ کے شروع میں درج ذیل عبارت ہے:

بل لعل الشیخ غفل من مواقعۃ امہ فسبقہ الشیطان الیھا فکان اباھذا الماء، الخ۔

ترجمہ: شاید شیخ عبدالوہاب محمد بن عبدالوہاب کی ماں کے ساتھ بوقت پہلی مجامعت کلمہ طیبہ پڑھنا بھول چکے تھے تو شیطان نے اُس سے سبقت کی اور اُس شیطانی نطفہ سے یہ پیدا ہوئے تو اُس کا متولد (باپ) یہی سرکش شیطان ہوا۔

شیخ الحدیث سید احمد بن زینی دحلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الدرر السنیہ، ص۱۴۶ میں فرماتے ہیں:

واحرق دلائل الخیرات وغیرھا من کتب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ واصحابہٖ وسلم ویستتر بقولہ ان ذلک بدعۃ۔

ترجمہ: اُس نے دلائل الخیرات شریف اور دیگر کتابیں جلاڈالیں جن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر درود مبارکہ لکھی ہوئی تھیں اور اس ایک لفظ کے ذریعے اپنے گھناؤنے چہرے کو چھپالیا تھا کہ یہ سب "بدعات" تھیں۔

علامہ سید علوی ابن احمد ابن حسن ابن القطب سیدی عبداللہ ابن علوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الحداد نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کے رد پر جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام نامی کتاب لکھی اور اُس کے خرافات اقوال یکجا کئے ہیں اور احمد القبانی البصری نے کتاب الفصل الخطاب فی رد ضلالات بن عبدالوہاب لکھی ہے۔ اور سعود بن عبدالعزیز بن محمد بن سعود وہابی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ کے قبہ مبارک کو ڈھانے کا قصد کیا تھا۔ یورپی مؤرخین سٹارڈ ھیوجز ڈکشنری آف اسلام، ص۶۶۰، بلنٹ فیوچر آف اسلام، ص۴۵، مارکو لیتھو انسائیکلوپیڈیا آف دی لیجن اینڈ ایتھکس، ج۱، ص۶۶۱ اور براجس نے لکھا ہے: سعود بن عبدالعزیز نے گنبد شریف کے ڈھانے اور گرانے کا ارادہ اور قصد کر رکھا تھا لیکن شاید قُبّہ کا استحکام (مضبوطی اور سختی) یا اوزار برائے انہدام، گنبد وقُبّہ آڑے آیا اور اس کا یہ شیطانی ارادہ پورا نہ ہوا۔ اور قبہ مبارک اس دست برد سے محفوظ رہا۔

ابن تیمیہ محمد بن عبد الوہاب کی ضلالت کا اُستاد تھے اور ابن عبد الوہاب نجدی کے بارے میں امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتویٰ میں فرماتے ہیں:

ابن تیمیۃ تلمید ابن قیم ممن اتخذ الٰھہ ھو اہ و اضلہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ و جعل علیٰ بصرہ غشاوہ۔

ابن تیمیہ اور اُس کے شاگرد ابن قیم نے اپنے ہوائے نفسانی کو اپنا خدا بنالیا اور اللہ ذوالجلال نے اُن کے دلوں، کانوں پر مہر لگادی۔ علم کے باوجود انہیں گمراہ کر دیا اور اُن کی آنکھوں پر پردے ڈالے۔[1]

---

[1](عمران القلوب، ص ۱۲، ۱۳)

الباب الثالث فی بیان جواز الدعابعد صلاۃ الجنازۃ

نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت

وہابیہ خبیثہ ابن تیمیہ کے مقلدین نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد مردہ کے حق میں دعا مانگنے کو "بدعت سیئہ" کہتے ہیں، جیسے مولوی سرفراز خان نجدی وہابی نے اپنی کتاب "راہِ سُنت" میں بعد از نمازِ جنازہ دعا مانگنے کو "بدعتِ سیئہ" کہا ہے۔

ہم اس گلابی وہابی کو یاد دلاتے ہیں کہ دعا بعد صلاۃِ جنازہ ثابت ہے اور یہ قرآن پاک، احادیث نبوی اور مذہب کی کتابوں سے مسلم الثبوت ہے۔

قرآنی ثبوت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَافَرَغتَ فَانْصَبْ (الإنشراح۷)

ترجمہ: توجب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔

جلالین شریف میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے کہ اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جب تم فرض نماز سے فارغ ہو جاؤ تو بہت کوشش کرو دعا مانگنے میں۔

اسی بناء پر ہم مولوی سرفراز اور دیگر وہابیوں اور نجدیوں سے کہتے ہیں کہ صلوٰۃ الجنازہ بھی فرض نماز ہے، پس دعا پس از نماز جنازہ بھی ثابت ہے۔

ایک اور جگہ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمإِنَّ صَلَاتَکَ سَکَنٌ لَهُمْ (التوبة۱۰۳)

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

یعنی پیغمبر خدا اور اُمت مرحومہ کا دعا مانگنا دلوں کا چین، آرام وسکون ہے۔ اسی طرح جنازہ کے دوران مؤمنوں کا مردہ کے حق میں اور دیگر مسلمانوں کے حق میں دعا کرنا اُن کے دلوں کا سکون بڑھاتا ہے کیونکہ دعا تاثیرات بلیغہ رکھتی ہے۔

اور اس بارے میں یہ احادیث مبارکہ ہیں:

عَنْ أَبِى هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم يَقُولُ إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مردہ کی نماز جنازہ پڑھ چکو تو پھر اخلاص وخلوص کے ساتھ اُس کو دعا دو۔ (اُس کے لئے دُعا مانگو)[1]

بعض لوگوں کا اعتراض

بعض لوگوں (وہابیہ خبیثہ) کا کہنا ہے کہ حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نماز جنازہ پڑھنے لگو تو تکبیر ثالث کے بعد دعا مردہ کے حق میں مانگو، یعنی جس دعا کا حکم حدیث میں دیا گیا ہے تو وہ یہی تکبیر ثالث کے بعد والی دعا ہے، نہ کہ بعد الصلوٰۃ۔

والامر لیس کذلک بات ایسی نہیں بلکہ وہابیہ خبیثہ یہاں دھوکہ دے رہے ہیں کیونکہ اُن کا یہ مطلب یہاں بوجوہ مردود ہے، اول یہ کہ کلمہ اذا جو "صلیتم" معلوم ماضی پر داخل ہے تو وہ اذا ظرفیہ ہے اور وہ معنیٰ "شرط" کے لئے متضمن ہے، جیسا کہ یہ "بصریین" کا مذہب ہے۔ تو یہی

[1] (سنن ابی داؤد، ج۳، ص ۱۸۸، الناشر: دار الكتاب العربي- بيروت، سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۴۸۰، الناشر: دار إحياء الكتب العربية- فيصل عيسى البابي الحلبي)

(وہی)"اِذَا" معنی کے لحاظ سے یہ فائدہ دیتا ہے کہ جب تم مستقبل میں (یعنی کچھ دیر کے بعد) اس فعل (یعنی جنازہ پڑھنے) سے فارغ ہو جاؤ تو یہ مامور بہ کام کرو۔ (یعنی دعا دو)

تو حدیث کے معنی کا حاصل یہ ہوا کہ جس وقت تم نماز جنازہ ادا کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو بڑے اخلاص کے ساتھ اُس مُردے کے حق میں دعا دو۔ (یعنی دعائے مغفرت از جملہ گناہا)

پس دعا بعد از صلوٰۃ الجنازۃ قواعد کے اصولوں، معانی اور نحو کے اصولوں سے ثابت ہوئی۔ اور یہ کہ وہابی خبیث قواعد واصول نحو سے ناواقف ہیں اس لئے اپنی رائے سے کچھ کا کچھ کہتے ہیں اور افتراء نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر باندھتے ہیں۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء (جھوٹ) باندھا تو اُس نے اپنے لئے آگ میں ٹھکانہ بنایا۔[1]

تو یہ وہابی حدیث کا جو معنی کرتے ہیں تو وہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر افتراء لگاتے ہیں۔ حدیث کا مطلب اور مراد دعا بعد از صلوٰۃ الجنازۃ ہے اور یہ گمراہ معنی یہ بتاتے ہیں کہ دعا نماز کے اندر داخل ہے، حالانکہ جو حدیث میں ہے وہ بعد از صلوٰۃ الجنازۃ ہے۔

ان کے قول کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ فتح القدیر باب الجنائز اور اسی طرح مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منبر پر قیام فرما ہوئے جس دن غزوۂ موتہ جاری تھا، تو فرمایا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ہوئے۔

فَصَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا لَهُ۔

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۷۰، الناشر: المکتب الإسلامي- بیروت)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور پھر بعد از نماز جنازہ دعا کی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امر فرمایا کہ تم بھی دعا کرو۔ [1]

چنانچہ مولوی سرفراز وہابی کا یہ کہنا کہ دعا بعد از صلوٰۃ الجنازۃ بدعت سیئہ ہے، سراسر اپنے من کی بات کرتا ہے۔ پس دعا بعد از نمازِ جنازہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اسی طرح قوم سے بھی ثابت ہوا۔

مولوی سرفراز بدعتی اور اس کے رفیق و مطیع اور تابعدار اُسی سُر تال میں بدعت سیئہ کی رٹ لگائے رکھتے ہیں۔

تو مسلمان بھائیو! اب آپ خود سوچیں کہ اس جماعت گمراہ نے بدعت کا یہ فتویٰ باطل کس کے خلاف عائد کیا؟ اور جب نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نجاشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موت سے آگاہ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ بگوشۂ صحرا تشریف فرما ہوئے اور بمعہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ مبارک اُٹھا کر اس کے حق میں دعا فرمائی۔ یہاں ایک طرف جنازہ غائبانہ اور دوسرا دعا بعد از نماز جنازہ ثابت ہوا (از حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا (پڑھانا بھی) خاصۂ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہے اور دعا بعد از جنازہ طریقۂ مسنون ہے، جمیع اہل سنت وجماعت کے نزدیک۔

عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قیل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰۃِ المکتوبات۔

---

[1] (فتح القدير لكمال ابن الهمام، ج٣، ص٣٦٨، المكتبةالفاروقية، مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، ج٦، ص٢٤٩٧، الناشر: دار الفكر، بيروت-لبنان)

رواہ البیھقی والخطیب وابو نعیم والنسائی وابن عساکر وترمذی۔

ترجمہ: ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کون سی دعا اچھی طرح (خوب) قبول ہوتی ہے؟ فرمایا: رات کے آخری حصہ میں اور فرض نماز کی ادائیگی کے بعد۔

عن العرباض بن سارية عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وآلهٖ واصحابهٖ وسلم من صلی فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة، اھ، رواہ الطبرانی الکبیر۔

ترجمہ: عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے قول کی روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے فرض نماز پڑھی تو اس کے لئے دعائے مستجاب ہے اور جس نے قرآن پاک ختم کیا اس کے لئے دعائے مستجاب ہے (یعنی اس کی دعا مقبول ہے)۔

عن امیر المؤمنین علی من ادی فريضة فله عند اللہ دعوة مستجابة۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند الفردوس میں روایت ہے جس نے فرض نماز ادا کی تو اُس کی دعا عند اللہ مقبول ہے۔[1]

نتیجہ: ثابت ہوا کہ دعا بعد از صلوٰۃ الجنازۃ سنت ہے۔ کیونکہ نمازِ جنازہ بھی فرض نماز ہے۔ اسی طرح بہشتی زیور میں دیوبندیوں کے مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ ہر نماز (یعنی فرض نماز) کے پڑھنے کے بعد دعا مانگنا سُنت ہے۔ صلوٰۃ الجنازۃ نماز ہی تو ہے، اسی طرح ملا سرفراز کے فتویٰ سے اشرف علی تھانوی بھی نہ بچ سکے۔

بخاری شریف میں ہے:

---

[1] (رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس)

باب الدعاء بعد الصلوٰۃ: حاشیہ پر صاحبِ عمدہ القاری لکھتے ہیں **ای الصلوٰۃ المفروضۃ** تو صلوٰۃ جنازہ بھی صلوٰۃ مفروضہ ہے۔یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک باب باندھا ہے جو **باب الدعاءبعدالصلوٰۃ** ہے۔

پس معلوم ہوا کہ بعد از فراغت نماز دعا مانگنی چاہیئے اور پھر ملا سر فراز کہتا ہے کہ ایسا کرنا بدعت سیئہ ہے۔

ھدایۃ میں لکھا ہے:

والسنۃفی الادعیۃتأخیرھاعن السنۃ۔

سنت یہ ہے کہ دعا سنتوں کے بعد مانگی جائے۔[1]

أَنَّ السُّنَّةَتَأْخِيرُ الدُّعَاءِعن الصَّلَاةِلِأَنَّهُهو السُّنَّةُفي الْأَدْعِيَةِ۔[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ صلوٰۃ جنازہ بھی یقیناً نماز ہی تو ہے۔تو مان لو بھائی (سُنی) کہ نماز جنازہ کے سلام پھرنے کے بعد دعا مانگنا بحق مردہ مذہب کی کتابوں سے یعنی تفاسیر اور فقہ کی کتابوں کی روشنی اور رہنمائی میں ثابت ہے۔لیکن وہابی مذہب کتبِ صحیحہ سے بے بہرہ،نابلد اور نا آشنا ہیں،اسی وجہ سے وہ دعائے مذکورہ کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے:

مَنْ أَبْطَلَ الدُّعَاءَفَقَدْأَنْكَرَ الْقُرْآنَ۔

ترجمہ: جس نے دعا مانگنے سے انکار کیا(یعنی دعا کا منکر ہوا یا عمل دعا کو باطل قرار دیا جیسے ابن تیمیہ کے مقلدین،ملا پنج پیر کے ثناء خوان،ملا عبد السلام اور ملا سر فراز خان کے شاگر دانِ بدراہ تو تفسیر

---

[1](هدايه،ص ١٥٦)

[2](البحر الرائق،ج٣،ص١٦٧)

کبیر کے حوالے سے)وہ سب منکر قرآن ہیں۔(نعوذ باللہ منھا)[1]

کیونکہ دعاتو قرآن کی نص سے ثابت ہے، پھر بھی ملا سرفراز اسے بدعت سیئہ کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا (النساء ۱۰۳) یعنی دائماً۔

تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ مانگنی چاہیئے، کیونکہ مفسرین اور محدثین کے نزدیک "ذکر" عین دعا ہے، لیکن ابن تیمیہ کے راہ بھٹکنے والے شاگردوں اور متبعین کا کیا گلہ کہ انہوں نے مفسرین، محدثین اور اربابِ مذاہب اربعہ کو بھی مبتدعین اور مشرکین کی نسبت کی ہے۔

ہم ملا سرفراز کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنی دکانداری کرے تو کرے مگر علم کے بارے میں اپنی انگلیاں نہ گھسائے (پشتو کے محاورے کا اردو ترجمہ) ورنہ مذاہب اور عقائد کا کچھ سے کچھ بنا دے گا (خیر خواہانہ تنبیہ) اور بات یہ ہے کہ مسلمانوں کا بعد فرض نماز دعا پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے اور ہوتا رہے گا، اور جو عمل نص صریح قرآن کے خلاف نہ ہو تو وہ حجت قویہ ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے مطابق: ما رأہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔ اور دعا بھی امرِ حسن ہے کیونکہ یہ بہ طریقہ عموم نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے اور ملا سرفراز خان اسے بدعتِ سیئہ کہتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (غافر ٦٠)

ترجمہ: بے شک وہ جو میری عبادت (دعا سے) سے اونچے کھنچتے (تکبر کرتے) ہیں عنقریب جہنم

---

[1] (تفسیر کبیر، ص ١٣٦)

میں جائیں گے ذلیل ہو کر (یعنی ذلیل اور شرمندہ کئے جا چکے ہوں گے)۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ ۱۸۶)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں، تو میں نزدیک ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی، جب مجھے پکارے۔

تو آیتِ مبارکہ میں اذا کا کلمہ زمانے کے عموم کے لئے ہے یعنی (جب بھی، جس وقت بھی) مطلب یہ ہوا کہ جب بھی اور جس وقت وہ مانگے۔ تو مولوی سرفراز خان صاحب کی کون سی تخصیص سے کہ اسے دعا سے نکال دیتا ہے کہ وہ بالفاظ استثنٰی کہتا ہے کہ الا عقیب الجنازۃ۔ قوی تفسیر، حدیث متواتر، قولِ صحیح یا مشہور کے ساتھ ایسا کچھ بھی موجود نہیں صرف اس نے بکواس کی ہے۔ فلا اعتبار لہٗ (اس کے قول کا کچھ اعتبار نہیں)۔

اول: اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان ۷۷)

ترجمہ: تم فرماؤ تمہاری کچھ قدر نہیں میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو، تو تم نے تو جھٹلایا تو اب ہو گا وہ عذاب کہ لپٹ رہے گا۔

دوزخ اُن کا ٹھکانہ ہو گا اور یہ دعا "دعائے مطلق" ہے۔ یعنی اس میں عموم ہے دعا کا۔ کہ جو دستِ عجز دراز نہیں کرتا تو اُس مغرور پر غضبِ الٰہی بھڑک اٹھتا ہے۔ اسی طرح دعا نماز جنازہ کے بعد شاملِ حال ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اب بھی ملا سرفراز خان کا اپنے کہے سے رجوع کا وقت ہے کیونکہ اُس نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو بدعتِ سیئہ لکھا ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔

اور دوم یہ ہے کہ فقہاء کے اقوال: ولا یدعوا بعدہ ای بعد تکبیر الرابع قبل السلام۔ یعنی چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام پھیرنے سے پہلے دعا نہ مانگے۔ بعد از نماز جنازہ دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے،

یعنی سلام پھیرنے کے بعد اصولی قاعدے کے اعتبار سے دعامانگے۔کیونکہ روایات میں تنصیص حکمِ ما عدی کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور ماعدیٰ بعد از سلام ہے، پس دعا بعد از سلام جنازہ ثابت ہوئی، اور پھر بھی ملا سرفراز بعد از سلام جنازہ دعامانگنے کو بدعت سیئہ کہنے پر بضد ہے۔(العیاذ باللہ)

اور فقہائے کرام بھی کہتے ہیں:

ولا یقوموا بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ۔

تو اصولی قاعدہ کے مطابق اس سے بھی دعا بعد از صلوٰۃ الجنازۃ ثابت ہوئی۔یعنی دعامانگے بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر، بعد صفوں کو توڑنے کے، امام ابو حنیفہ کے مقلدین کے نزدیک اور باعتبار مفہوم مخالف کے دعا بعد نماز جنازہ وسلام کے سلفِ صالحین کا مسنون طریقہ ہے۔ اور ثابت ہے براہین قاطعہ کے ساتھ ایک یہ کہ نماز جنازہ مامور بہ اور دعا بعد از فراغت نماز جنازہ مامور مطلق یعنی فرائض، واجبات اور مستحبات کے امرِ حسنہ ہے۔ بالفاظ دیگر مامور بہ یعنی مطلق نمازِ جنازہ کے بعد فرض، واجب اور مستحبات کے بعد دعاامرِ حسنہ ہے۔

لیکن ابن تیمیہ کا مقلد ملا سرفراز اپنی کتاب منہاج الواضح راہ سنت میں لکھتا ہے کہ دعا بعد از ادائیگی نماز جنازہ بدعت سیئہ ہے۔

اور اس کا قول ہے:

لا یقوم بالدعاء بعد الصلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعامرۃ۔[1]

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ عبارت بعینہٖ ہمارے اور اُن کے لئے دلیل ہے کیونکہ روایات میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے۔ جیسا اصولوں میں کہا جاتا ہے کہ روایات میں تنصیص حکم ماعدیٰ کی نفی پر

---

[1](بزازیۃ، ج ۱، ص ۲۸۳)

تنصیص دلالت کرتی ہے تو معنی یہ ہوا کہ دعا کرے بعد از نماز جنازہ بیٹھے بیٹھے یا صفوں کو توڑنے کے بعد جیسا کہ امر ہے (کما مر)۔ (بخلاف مقلدینِ ابن عبد الوہاب اور ابن تیمیہ کے)

مسلمان بھائیو! سرفراز خان وہابی کی غلط تاویل پر دھوکہ مت کھایئے۔ فقہاء کرام کے اس قول سے مراد یہ ہے:

لیس بعدھا ای بعد التکبیر الرابع دعاء الا السلام۔

اور اس قول: و لا یدعوا بعدہ ای بعد الرابع قبل السلام۔ سے اُن کی مراد ہرگز یہ نہیں کہ دعا بعد از سلام جنازہ نہ کی جائے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ کے مقلدین نے فہم کیا۔ ابن تیمیہ کے مقلدین پر اعلم (خوب ظاہر) خلط خبط آیا ہے (یعنی وہ ظاہراً سودائی پن کے شکار ہیں) کیونکہ وہ فقہائے کرام وعظام کی مُراد اور مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہیں، اسی دعا بعد از صلوٰۃ جنازہ وسلام کے بدعت سیئہ، بدعتِ سیئہ کی رٹ لگائے رکھے ہیں، جیسا کہ وہ استدلال میں فقہاء کے اقوال کا حوالہ: و لیس بعدھا دعاء ای بعد الصلوٰۃ الجنازۃ سبحان اللہ اُن کا یہ خلط خبط دو وجہوں سے ہے۔

ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اس قول و لیس بعدھا میں ضمیر کا مرجع نہیں سمجھتے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قبل السلام جو "سکاریٰ" ہے اس کی جانب نہیں بڑھتے! تو ان کا حال مانندِ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى (النساء ۴۳) ہو گیا۔

فائدہ: فیکون للدعوات تاثیر بلیغ مطلقا یعنی فی حلق الاحیاء و الاموات خصوصا فی عقیب الصلوٰۃ او صلوٰۃ الجنازۃ۔

صلوٰۃ الجنازہ بھی نماز ہے تو مردہ کے حق میں بعد از سلام دعا مانگنا امر حسنہ ہے اور یہ طریقہ سلف صالحین کا ہے جو ابھی تک مروج چلا آ رہا ہے اور پھر بھی تیمیائی اور وہابی مقلدین اسے بدعتِ سیئہ کہتے نہیں تھکتے۔

اے ہمارے حنفی بھائیو! نمازِ جنازہ سے فراغت کے بعد دعا نمازِ جنازہ کی قبولیت کی شرط ہے۔

کمافی الدرر قولہ ومن صلی صلاۃ الجنازۃ ولم یقرء الدعاء لایجوز الجنازۃ لان الدعاء وشرط القبول بعد الصلوٰۃ الجنازۃ قالت المعتزلۃ لا یفید الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لان الصلوٰۃ دعاء من وجہ قلت امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بمکۃ حین سئل عمر رضی اللہ تعالیٰ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ای فائدۃ بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ھذا امر منھی فی حق الکافرین کذافی الدرر وشرح وقایہ لمفتی عبدالرحیم محقق مدقق۔ [1]

ترجمہ بالفاظ الدرر: درر میں ہے کہ مصنف کا یہ قول کہ جس نے نماز جنازہ پڑھی اور دعا نہ پڑھی تو جنازہ جائز نہ ہوا، اس لئے کہ جنازہ کے بعد دعا جنازہ کے قبول ہونے کے لئے شرط ہے۔ جبکہ معتزلہ (خذلھم اللہ تعالیٰ) نے کہا ہے کہ جنازہ کے بعد دعا کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ نماز جنازہ خود ایک قسم کی دعا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دعا کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مکہ مکرمہ میں خود حکم فرمایا ہے جب سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جنازہ کے بعد دعا کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا دعا کفار کے حق میں منع کی گئی ہے (مسلمانوں کے لئے منع نہیں) یہ درر اور شرح وقایہ مفتی محقق ومدقق عبدالرحیم میں ہے۔

تو یہاں یہ عبارت کہ کافروں کے حق میں ہے، یہ "حق" جو مصدر ہے مضاف ہے "الکافرین" پر پس اگر مصدر بمعنی فاعل ہو تو معنی یہ ہوں گے:

ا۔ کہ کافر بعد از صلوٰۃ الجنازۃ دعا کو ممنوع کہتے ہیں۔

---

[1](باب الجنازۃ، ص ۲۲۹)

۲۔ اور اگر ”حق“ جو مصدر ہے مفعول کے معنیٰ میں لیا جائے تو معنی یہ ہو جائیں گے کہ کفار کو دعا دینا منع ہے۔

تو بہ تقدیر اول ”مانعین دعا“ کافر ٹھہرتے ہیں، اور بہ تقدیر ثانی ”مُردے“ کافر ٹھہرتے ہیں۔

تو ان نحوی قاعدوں کے مطابق یا تو مانعین دعا کافر ہیں (جو کہ ہیں) یا اُن کو ”مُردے“ کافر لگتے ہیں۔ اب ملا سرفراز سے اس پیچ دوراہے کے بارے میں استفسار ضروری ہے کہ تم کافر ہو اور تمہارے شاگرد یا کہ وہ مُردے؟

اللّٰھُمَّ لَاتَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُ واغفر لنا وله۔

ترجمہ: بعد از سلام جنازہ (جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد) یہ دعا پڑھے اے اللہ! ہمیں اس مُردے کے اَجر و ثواب سے محروم نہ کرنا اور اس کے بعد ہمیں فتنہ و فساد میں نہ ڈالنا اور ہمیں اور اسے بخشش عطا کرنا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: مَاتَتِ ابْنَةٌ لَهُ فَخَرَجَ فِي جَنَازَتِهَا عَلَى بَغْلَةٍ خَلْفَ الْجَنَازَةِ فَجَعَلَ النِّسَاءُ يَرْثِينَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي أَوْفَى: لَا تَرْثِينَ فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم نَهَى عَنِ الْمَرَاثِي وَلٰكِنْ لِتُفِضْ إِحْدَاكُنَّ مِنْ عَبْرَتِهَا مَا شَاءَتْ قَالَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ أَرْبَعًا فَقَامَ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ كِقَدْرِ مَا بَيْنَ التَّكْبِيرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُو، ثُمَّ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَصْنَعُ هٰكَذَا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اصحاب الشجرۃ میں سے تھے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیٹی وفات پا چکی وہ ایک خچر پر سوار (جنازے کے) پیچھے تھا۔ خواتین نے رونا اور فریاد کرنا شروع کی، اُس نے کہا کہ کوئی عورت فریاد اور واویلا نہ کرے کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

---

[1] (رواه البیهقی، ج۴، ص ۴۲، الفتح الربانی، ج۷، ص ۲۶۱)

نے ایسا کرنا منع فرمایا ہے۔ اگر تم چاہو تو آنسو بہا سکتی ہو پھر اُس پر جنازے کی چار تکبیریں پڑھیں، پھر جنازہ پڑھنے کے بعد بہ اندازہ دو تکبیریں پڑھنے کے مزید وہاں کھڑے رہے اور اسی دوران دعا کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔

دیکھیئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جنازہ کی نماز کی چار تکبیروں اور سلام کے بعد ہمیشہ دعا فرماتے تھے۔ کیونکہ اسی حدیث مبارکہ میں لفظ**یصنع** مضارع ہے اور مضارع دوام اور استمرار کے لئے ہے۔ جیسے کہ مضارع کے اس استمرار پر شرح الجامی نے بحث مجموع میں سے اور مختصر المعانی، ص ۱۸۱ اور فتح القدیر امامت، ج ۱، ص ۲۴۳ اور کبیری امامت، ص ۵۷، شامی امامت، ج ۱، ص ۳۸۱ میں تصریح کی ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہمیشہ نماز جنازہ کے بعد دعا فرمائی ہے، جیسا کہ اس حدیث مبارکہ سے صاف طور پر معلوم ہوا۔

اور پھر بھی ابن تیمیہ کے مقلدین ملا سرفراز خان اور ملا پنج پیر طاہر بعد از نماز جنازہ دعا کو بدعت کہتے ہیں اور وہ بھی بدعت سیئہ!

مسلمانو! ذرا سوچو کہ بدعت کا یہ فتویٰ وہ کس کے خلاف لگاتے ہیں؟

دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں ذکر کیا ہے:

الادعیۃ بعد الصلوٰۃ قد تواترت تواترا لا ینکر اھ، اھ۔ (فیض الباری)

ترجمہ: دعائیں نماز کے بعد متواترہ ہیں، ایسے تواتر سے ثابت ہیں جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اور پھر بھی مذکورہ ہر دو ملا اسے بدعت سیئہ کہتے نہیں تھکتے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: قَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا حَضَرْتُمُ الْمَرِيضَ أَوِ الْمَيِّتَ فَقُولُوا خَيْرًا، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ يُؤَمِّنُونَ عَلَى مَا تَقُولُونَ۔[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ کسی مریض یا مردے کے ہاں حاضر ہو جائیں تو خیر کہیں (یعنی دعائے خیر کریں) کہ فرشتے اُس پر "آمین" کہتے ہیں۔

دیکھیئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نزدیک مردے کے حق میں دعا ملائکہ کے آمین کہنے سے متعلق ہے اور یہ متعلق ہونا اس دعا کے ساتھ ہے جو بعد نماز جنازہ مردہ کے حق میں کی جائے اور پھر ملا سرفراز اسے بدعت سیئہ کہتا ہے۔

امام شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازے پر پہنچے اور یہ فرمایا:

إن سبقتموني بالصلاة عليه فلا تسبقوني بالدعاء له۔[2]

ترجمہ: اگر آپ لوگوں نے مجھ سے پہلے نماز جنازہ پڑھی تو دعا میں مجھ سے سبقت نہ کریں۔

اسی مبسوط میں "باب الغسل" میں ابن عمر، عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے کہ ان حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مردہ کے حق میں دعا کی ہے۔ مگر پھر بھی ملا سرفراز اسے بدعت سیئہ کہتا ہے۔

ہم ملا سرفراز سے کہتے ہیں کہ جن کتابوں میں بعد از نماز جنازہ دعا کو "مکروہ" کہا اور لکھا گیا ہے اور جن عبارات کو تم نے اپنے کتابچے میں نقل کیا ہے اور جن سے تم نے دھوکہ کھایا ہے اور جس دعا

---

[1] (سنن الترمذی، ج۳، ص۲۹۸، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي-مصر)
[2] (المبسوط للسرخسی، ج۲، باب غسل میت، ص۶۷)

کو ان علماء نے مکروہ کہا ہے وہ چوتھی تکبیر کے بعد والی دعا ہے یعنی سلام پھیرنے سے پہلے والی دعا! کیونکہ غیر مقلد پانچویں تکبیر بھی پڑھتے ہیں، اسی وجہ سے فقہاء نے لکھا کہ ''سلام'' پھیرنے سے پہلے اور چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں مانگنی چاہیئے، کیونکہ نماز سے متعلق زائد عمل ہے۔

ہم ملا سرفراز سے کہتے ہیں کہ ''عالمگیری'' میں پڑھ کر دیکھو:

ولیس بعد التکبیر الرابعة قبل السلام دعاء۔

یہ شبہ صرف ''صاحبِ قنیہ'' نے پیش کیا ہے اور صاحبِ قُنیہ معتزلی ہے اور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ مردہ ''جماد'' ہے۔

ان المیت جماد لا حیات له و لا ادراک۔

میت ''جماد'' ہے اُس کے لئے ''حیات'' اور ''ادراک'' نہیں ہوتا۔

تو جس چیز سے مردہ کو فائدہ پہنچتا ہے، معتزلہ اُس سے منکر ہیں مثلاً خیرات، اسقاط، دعا بعد از جنازہ وغیرہ جس میں مردہ کا فائدہ ہے اور ان کے نزدیک مردہ جماد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملا سرفراز خان ابن تیمیہ کے مقلد ہیں، دعا مانگنے کو (بابت مردہ) بدعت سیئہ کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ملا سرفراز فرقہ معتزلہ سے ہے، کیونکہ اُس نے اپنی کتاب ''راہِ سُنت'' میں (مذکورہ قسم کی) دعا مانگنے کو ''بدعت سیئہ'' کہا ہے۔

شرح عقائد النسفی میں ہے:

وفي دعاء الأحياء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم للأموات خلافاً للمعتزلة۔

ترجمہ: زندوں کی دعا میں مردوں کے لئے، اور زندوں کی خیرات میں مردوں کے لئے نفع موجود ہے۔[1]

---

[1] (شرح العقائد النسفية، ج ۱، ص ۳۴۴، الناشر: دائرة البركات، كهوسي (بالكاف الفارسي)، اعظم كره، الهند)

پس معلوم ہوا کہ ملا سر فراز کی طرح جو لوگ دعا بعد از سلام جنازہ کو بدعت کہتے ہیں، وہ بھی معتزلہ میں سے ہیں۔

ہم ملا سر فراز خان کو نصیحتاً کہتے ہیں کہ یہ دنیا کی چند روزہ زندگی ہے اور اسے چند پیسوں اور ٹکوں کی خاطر قادیانی کی طرح مت بیچو اور توبہ کرو اور بالاخلاص (خلوص کے ساتھ) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله بارِ ثانی پڑھو۔ اور یہ مت خیال میں لاؤ کہ تیرے گناہ اللہ پاک معاف نہیں فرمائے گا، اُن تحریرات کے لئے جو تم نے لکھے۔ اللہ غفور اور رحیم ہے، وہ توبہ کرنے والوں پر رحمت فرماتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

یعنی گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا (پاک صاف) ہو جاتا ہے گویا اُس نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔

عاقل را اشارہ کے مصداق اپنی تحریرات سے رجوع کرو (ان کو چھوڑ دو اور برأت کا اظہار کرو) اور جو کچھ قرآن وحدیث میں ہے اس پر عمل کرو۔

حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۲، ص ۶ پر لکھا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا کا وقت ہے، کیونکہ نمازی نماز کی ادائیگی کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے پردۂ عظیم میں چھپا ہوا تھا، اور اب وہ جو دعا مانگے قبول کی جاتی ہے۔

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے بعد دعا مستجاب ہے مگر آج کے لوگ کہتے ہیں کہ دعا نماز کے بعد نہیں۔ ملا سر فراز سے ہم صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ بریلویوں کے خلاف کرو، مگر اہل سنت وجماعت

کے عقائد کے خلاف مت چلو۔ میں خود بریلیوں کے بعض لوگوں سے اختلاف رکھتا ہوں، جیسے سید احمد بریلی اور اُس کے ساتھی یا اسماعیل قتیل، کیونکہ یہ دونوں وہابی ہیں۔

دیوبندیوں کے مولوی سید احمد شاہ نے تنویر الایمان میں لکھاہے کہ جو کوئی مکتوبات سے فارغ ہونے کے بعد دعا نہیں کرتا (نہیں مانگتا) تو یہ اُس کے "نقص ایمان" کی علامت ہے، یعنی:

فمن صلی ولم یرفع یدیر فھی خداج۔

یعنی جو کوئی نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے تو وہ ناقص ہے۔

اس سے بھی دعا بعد الصلوٰۃ الجنازۃ ثابت ہوئی۔[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مستجاب (قبول ہوتی) ہے۔[2]

اور یہ کہ صلوٰۃ الجنازہ بھی نماز ہے۔[3]

دیوبندیوں کے مولوی حمد اللہ جان نے اپنی کتاب السیف المبیر میں صفحہ ۲۷ پر لکھاہے کہ دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ مستحب ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے:

إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ۔

ترجمہ: جب تم نماز جنازہ پڑھ لو (تو نماز پڑھنے کے بعد) مُردے کے لئے خاص دعا مانگو۔[4]

---

[1](تنویر الایمان، ص ۲۰۹)

[2](صلوٰۃ مسعودی، ج ۲، ص ۱۱۶)

[3](خلاصۃ الکلام، ص ۱۷۹، امام مفتی احمد بن السید زینی دحلان)

[4](مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۵۲۷، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

ہم ملا سرفراز خان سے کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کے اندر جو دعا ہے، وہ عام ہے اور یہاں دلالت خاص دعا پر ہے۔ یہاں فاخلصوا میں "ف" تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔ یعنی نماز جنازہ کے بعد متصل دعا مانگیئے، یعنی صلیتم شرط ہے اور فاخلصوا اس کی "جزا" ہے۔

اور شرط یہ ہے کہ شرط اور جزاء میں تغائر چاہیئے، نہ کہ اس میں شامل۔ پھر صلیتم ماضی ہے اور فاخلصوا اَمر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ دعا کا حکم نماز کے بعد ہے جیسے فاذا اطعمتم فانتشروا میں خوراک یعنی کھانا کھانے کے بعد چلے جانے کا حکم ہے، نہ کہ خوراک کھانے کے دوران اور اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم میں نماز کے لیے ارادہ کرنا مراد ہے نہ کہ قیام نماز، جیسا کہ لفظ الی سے معلوم / ظاہر ہوا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جنازہ پڑھنے کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔

عقائد المسلمین کے صفحہ ۱۱ پر ہے:

ہمارے اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ دعا بعد از نماز جنازہ جائز اور مستحب ہے، اور وہابی اور خارجی اسے بدعت اور حرام کہتے ہیں۔ اور جو کوئی اسے (دعا بعد از نماز جنازہ کو) بدعت اور حرام کہے تو وہ وہابی اور خارجی ہے۔ [1]

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال أتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم بجنازۃ فلما قام لیکبر سأل ھل علیه دین قالوا دیناران فعدل عنه وقال صلوا علی صاحبکم فقال علي رضي الله تعالی عنه هما علي وهو بريء منهما فصلی علیه ثم قال لعلي جزاک الله خیرا وفک الله رهانک کما فککت رهان أخیک إنه لیس من میت یموت وعلیه دین إلا وهو مرتهن بدینه ومن فک رهان میت فک الله رهانه یوم القیامة فقال بعضهم هذا العلي خاصة أم للمسلمین عامة قال بل للمسمین عامة۔ [1]

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۳۸، سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۴۵۶، سنن ابن ماجه، ص ۱۰۹، در مختار، ص ۲۲۹، جاء الحق، ص ۶۷۴، مبسوط، ج ۲، ص ۶۷، اظهار الحق، ص ۶۹)

ترجمہ: روایت ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، فرمایا انہوں نے کہ ایک جنازہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے پاس لایا گیا جب اس (جنازے) پر تکبیر کہتے قیام کرنے اٹھے تو پوچھا تمہارا اس پر کچھ قرض ہے؟ تو اُن لوگوں نے کہا ہاں دو اشرفیاں! تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ایک طرف ہو گئے اور فرمایا کہ آپ لوگ اپنے صاحب (بھائی) کا جنازہ پڑھ لیں، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کا قرض میرے ذمے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور یہ دونوں اشرفیوں (کے قرض ادا کرنے) سے بری الذمہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم آگے تشریف لائے اور اس صاحب پر نمازِ جنازہ پڑھ لی۔ بعد از نماز جنازہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی گردن خلاصی کرے جس طرح آپ نے اس آدمی کی گردن خلاصی فرمائی، تیرے اس بھائی کی! اور کوئی بھی مردہ جس پہ قرض ہو وہ اپنے قرض کی وجہ سے رہن میں ہوگا اور جس کسی نے مردہ مقروض کی گردن چھڑالی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی گردن چھڑائے گا پس پوچھا بعض لوگوں نے یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یہ فضیلت فقط علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مخصوص ہے یا اور مسلمانوں کے لئے عموماً؟ تو فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے کہ یہ مسلمانوں کے لئے عام ہے۔

میں یہی کہتا ہوں کہ اس حدیث مبارکہ میں بعد از نماز جنازہ دعا بھی ہے اور وعظ بھی اور باوجود اس کے ملا سرفراز خان اسے بدعت سیئہ کہتا ہے۔

---

[1](فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۲، ص ۴۲۲، مطبوعہ ہند، کشف الغمۃ من جمیع الامۃ، ج ۲، ص ۲۲، مطبوعہ مصر)

مفتی اعظم سرحد حضرت شائستہ گل صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متہ، ضلع مردان اپنی کتاب اثبات الاغراض کے صفحہ نمبر ۱۳۰ پر یوں لکھتے ہیں کہ جو کوئی نمازِ جنازہ کے پڑھنے کے بعد لوگوں کو مردہ کے حق میں دعا مانگنے یا دعا کرنے سے روکے تو وہ زمانے کا احمق ترین انسان ہے اور مفتی صاحب کے قول سے ثابت ہوا کہ ملا سرفراز خان ہی وہ احمق ترین آدمی ہے جس نے دعا بعد از صلوٰۃ الجنازہ کو بدعتِ سیئہ کہا ہے۔

ملا سرفراز خان اپنی کتاب "راہِ سنت" میں بحر یعنی بحر الرائق کی عبارت "لانہ لا یدعوا بعد التسلمتین" پر استدلال کرتے ہیں، تو اب ہم اس کے استدلال پر اسے حیران کن جواب دیں گے کہ بحر الرائق کی یہ عبارت مذکورہ بالا معتبر کتابوں جیسے شامی، طحطاوی اور خلاصۃ الفتاویٰ کے بالکل خلاف ہے، جن کی عبارات کا ہم بعد میں ذکر کریں گے (یعنی حوالہ دیں گے) انشاء اللہ۔

(کیونکہ اگر اس موقع پر ہم بیان کریں تو موافقت آنے کا احتمال ہے)

اور مخالفت کی طرف نسبت توافق اصل ہوتا ہے، تو اصل تحقیق یہ ہے کہ صیغہ "لا یدعوا" بحر الرائق کی عبارت میں بابِ مثالی واوی میں سے ہے اور اسی باب کے مضارع کے صیغے مضارع کی کتب میں بعض، بعض کے ساتھ ایک جیسے ہوتے ہیں جو یدع ہے۔ اور ناقص واوی کا یدعوا ہے، لا ناھیہ کے دخول کے ساتھ۔ کیونکہ لا ناھیہ کی صورت میں پھر دعا لا یدع پڑھا جاتا ہے، تو لا یدع جب ناقص واوی ہو جائے تو معنی یہ ہو گا کہ اِس یا اُس سے نہ مانگے۔ تو یہاں "بحر" کی عبارت میں لا یدع ہے اور "و" سہوِ ناسخ میں سے ہے۔

تو معنی یہ ہوئے کہ مصلی (نمازی) تکبیر رابع کے بعد خواہ مخواہ تسلیمتین کو ترک نہ کریں اور سلام پھیریں۔ اور تکبیر رابع اور سلام پھرنے سے قبل بعض ادعیہ جو بعض فقہاء کے قول کے مطابق

ہیں نہ کرے۔

بحر کی عبارت میں بعد کا صیغہ التسلیمتین کے لئے مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ ظروفِ مقطوع الاضافتین سے ہے جس کا مضاف بعد الرابعۃ محذوف ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ لا یدعوا المصلی علی الجنازۃ بعد التکبیر الرابعۃ التسلیمتین تو صیغہ لا یدعوا نہیں ہے بلکہ لا یدع ہے۔ اور یہ کہ "بعد" مضاف "التسلیمتین" کا نہ تھا، بلکہ مضاف ہے اور یہ "بعد" مبنی بر ضمہ ہے کیونکہ ظروف مقطوع الاضافت "ضمہ" پر مبنی ہوتے ہیں اور "التسلیمتین" "لا یدع" کے لئے "مفعول بہ" ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ تکبیر رابع کے بعد "التسلیمتین" کو ترک نہ کرے۔ یعنی تکبیر رابع کے بعد فوراً سلام پھیرے اور سلام اور تکبیر رابع کے درمیان دیگر دعائیں یا فاتحہ وغیرہ نہ پڑھے۔

اسی توضیح کے مطابق (اسی تقدیر پر) سب فقہاء کے درمیان موافقت پیدا ہوئی اور کاتب سے قرآن پاک کے نسخوں اور دیگر کتب کی کتابت میں خطا اور غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً اگر ایک کاتب لفظ الحمد میں ح کے نیچے نقطہ دیکھے تو پھر وہ "ج" لکھے گا اور الحمد سے "الجمد" بن جائے گا۔ یہ تحقیق اس لئے صحیح ہے کہ تسلیمتین (یعنی دونوں طرف سلام پھیرنا) نماز جنازہ میں سے نہیں اور بس!

یہی حقیقت "عینی شرح بخاری"، ج۸، ص۲۳ میں مذکور ہے کہ ابن التین نے اشھب سے پوچھا کہ نمازِ جنازہ میں سلام پھیرنا ضروری ہے کہ نہیں؟

تو اس نے کہا کہ سلام، صلوٰۃ الجنازۃ میں منقول نہیں (کہ اس کے بارے میں نقلاً کوئی ثبوت نہیں) یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اس بارے میں نقل نہیں ہے بلکہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لئے سلام جنازہ وضع فرمایا کہ جب صلوٰۃ الجنازۃ عبارت ہے تکبیرات اربعہ سے (یعنی صلوٰۃ الجنازۃ نام ہے تکبیرات اربعہ کا) اور اگر کوئی بعد از تکبیرات اربعہ آئے اور اسے پتہ نہ ہو اور جنازے کی نیت باندھے اور نماز جنازہ میں داخل ہو تو اس کی اقتداء فاسد ہو جائے گی۔ اسی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام مقرر فرمایا، نہ کہ اس لئے کہ یہ سلام نمازِ جنازہ کو مستلزم ہے یا جنازہ میں شامل ہے۔

اسی سلام نماز جنازہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ ایک سلام کافی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ تسلیمتین ہیں۔ اسی لئے صاحب البحر کے نزدیک مختارہ تسلیمتین (دو سلام یعنی دائیں بائیں سلام پھیرنا ہے) ہیں اس لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے، نہ کہ اس لئے کہ یہ جنازے کا رُکن ہیں۔

مفتی رشید احمد، دارالعلوم حقانیہ نے اپنے رسالہ "التوسل والدعاء" کے صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے کہ ہر فرض نماز کی ادائیگی کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے اور افضل بھی، تو مفتی صاحب کے اس قول سے معلوم ہوا کہ جنازہ کے بعد بھی دعا کرنا اور مانگنا بھی ثابت اور افضل ہے کیونکہ نمازِ جنازہ بھی ایک فرض نماز ہے۔

اس کے باوجود ملا سرفراز دعا بعد از جنازہ کو بدعتِ سیئہ کہتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

الدعاء مخ العبادۃ۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔

اور ملا سرفراز خان لکھتا ہے کہ الدعاء بدعت سیئہ۔ (العیاذ باللہ)

مؤلف معزز اپنے ذاتی تاثرات اور مشاہدہ سے فرماتے ہیں کہ ۱۴۰۱ھ یعنی لگ بھگ ۱۹۷۹ء میں ، میں دارالعلوم حقانیہ میں تھا اور اسی سال میرا دورۂ حدیث تھا۔ اسی سال مولانا محمد علی جو دارالعلوم حقانیہ میں تیس سال مدرس رہ چکے تھے اور میرے ہم قریہ (کلیوال) تھے، دارالعلوم حقانیہ ہی میں وفات پاگئے۔ شیخ عبدالحق صاحب نے اُن کی نماز جنازہ پڑھی، اسی جنازہ میں دارالعلوم حقانیہ کے مفتی محمد فرید صاحب بھی تھے اس کے علاوہ دیگر مدرسین اور سینکڑوں طلباء بھی، جب مولانا عبدالحق نے سلام پھیرا اور سلام پھیرنے کے بعد بالجمع کئی بار دعا کی اور آنکھوں سے آنسو بھی بہے، تو اگر بعد از نمازِ جنازہ دعا مانگنا بدعتِ سیئہ، مکروہ یا ناجائز ہوتا تو مولانا صاحب ایسا ہرگز نہ کرتے۔ سب علمائے دیوبند کا یہی عقیدہ ہے کہ دعا بعد از نمازِ جنازہ مستحب ہے۔ ہم ایسے دیوبند کا کہا مانتے ہیں اور ہماری آنکھوں کے تارے ہیں!

ملا سرفراز خان اپنے تئیں اہل دیوبند میں گنتے گنواتے ہیں، لیکن وہ دیوبندی نہیں بلکہ وہابی ہیں۔

دیوبندیوں کے مولوی عبدالہادی شاہ منصوری کے جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں علمائے دیوبند شریک تھے اور اُن سب نے بعد از نمازِ جنازہ دعا کی اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ جنازہ اٹھاؤ کیونکہ دعا بعد از نماز جنازہ بدعتِ سیئہ ہے۔

الدرر السنیہ میں فرمایا ہے:

ینھی عن الدعاء بعد الصلوٰۃ ویقول ان ذلک بدعۃ وانکم تطلبون اجرا علی الدعاء بعد الصلوٰۃ ایضا۔

اور دیوبندیوں کے مولوی انور شاہ کشمیری ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

محمد بن عبدالوھاب فانہ کان رجلا بلیدا قلیل العلم وکان یتسارع الی الحکم

بالکفر، الخ۔[1]

جب انور شاہ کشمیری ابن عبدالوہاب کو بلید اور قلیل العلم کہے اور علامہ شامی جیسے محقق اُسے اور اس کے ساتھیوں کو خوارج کہے اور دیوبندیوں کے مولوی حسین احمد مدنی اُسے باغی کہیں۔ اور علمائے دیوبند نے اُسے اپنے عقائد کی کتب میں صفحہ ۴۶ پر خوارج قرار دیا ہے تو مذہب حنفی کے پیروکار ہونے کے دعویدار کو زیب نہیں کہ اسے (ابن تیمیہ اور اس کے مقتدیٰ اول کو) اپنا پیشوا اور مقتدیٰ مانے اور تسلیم کرے، جیسا کہ ملا سرفراز خان نے اُسے اپنار ہنما مانا ہے۔

وہ (ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب نجدی بھی) بعد از فرض صلوٰۃ کی ادائیگی کے دعا مانگنے کو بدعت کہتے تھے اور سرفراز خان بھی اسے بدعت کہتے ہیں۔

پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت بابا عبدالرحمٰن چشتی، صابری مصنفِ سیف رحمانی نے ایک اشتہار بابت "یہ مت کرو، یہ بدعت سیئہ ہے" لکھا ہے۔ یعنی اُنہوں نے دعا بعد از صلوٰۃ کے بدعت سیئہ ہونے کے خلاف ایک اشتہار چھپوایا ہے۔ جس میں انہوں نے منکرینِ دعا بعد از صلوٰۃ کی خوب خبر لی ہے۔ لیکن اب مولوی سرفراز جیسے "مجتہد العصر" پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے دعا بعد از صلوٰۃ کے بدعتِ سیئہ ہونے کا مطلق فتویٰ جاری کیا اور بحر الرائق کی عبارت نقل کی جس کا مطلب و مفہوم وہ بالکل سمجھتا ہی نہیں۔ اسی طرح دیوبندیوں کے شیخ الحدیث بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ مولوی عبدالحق وفات پا گئے اور ان کے جنازے میں ہزاروں کی تعداد میں علمائے دیوبند جمع تھے۔ ان سب نے نمازِ جنازہ کے بعد اُن کے حق میں بارہا دعائیں کیں اور کسی نے یہ تک نہیں کہا کہ یہ (دعا کرنا) تو بدعتِ سیئہ ہے۔

---

[1](فیض الباری، ج ۱، ص ۱۷۱)

چنانچہ ملا سرفراز خان کے اس جاری کردہ فتویٰ کے ذریعے اس نے تمام علماء کو بدعتی ہونے کی نسبت کی ہے (جو کسی طرح قابلِ برداشت نہیں بلکہ قابل باز پُرس اور قابل تعزیر ہے)۔

جنرل ضیاء الحق جیسے لیڈر کے جنازے میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے اور جنازے کے بعد دعائیں مانگی گئیں، جن میں علمائے دیوبند شریک تھے اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ یہ دعا بدعتِ سیئہ ہے، مگر اب ملا سرفراز خان سر اُٹھا چکے اور اُس نے نمازِ جنازہ کے بعد کی دعا کو "بدعتِ سیئہ" کہا۔ میں ملا سرفراز سے کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو اہل دیوبند میں شمار مت کرو، کیونکہ علمائے دیوبند تیرے عقائد کے خلاف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حیلہٗ اسقاط مع دورہ القرآن کے اُس اشتہار میں ثابت کیا ہے کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے، اور اسی پر علمائے امت کا اجماع (اتفاق) ہے۔ اور یہ کہ اجماع کی مخالفت کفر ہے اور شاہ صاحب کے اُس اشتہار پر بہت سے علمائے کبار کے دستخط بھی ثبت ہیں:

۱۔ شیخ المشائخ قبلہ پیر طریقت رہبر شریعت مجدد عصرِ حاضر حضرت سیف الرحمٰن نقشبندی مجددی، باڑہ شریف نور اللہ مرقدہٗ۔

۲۔ شیخ المشائخ حضرت سید محمد سلیمان بابا چشتی صابری بن حضرت دکن باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (دربار شریف، سیالکوٹ)۔

۳۔ حضرت علامہ پیر محمد شیرین القادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی۔

۴۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد السبحان القادری (دارالعلوم قادریہ سبحانیہ، کراچی)۔

۵۔ پیر طریقت رہبر شریعت شیخ الحدیث والتفسیر، استاد العلماء حضرت علامہ سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی صاحب، (فاضل دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، محقق و مولف کتاب ہذا)۔

۶۔ حضرت علامہ مفتی محمد احمد نعیمی، دارالعلوم انوار المجددیہ نعیمیہ، کراچی۔

۷۔ حضرت علامہ مفتی محمد جان نعیمی، دارالعلم مجددیہ نعیمیہ، کراچی۔

۸۔ مولانا مفتی فضل سبحان القادری، ام المدارس جامعہ قادریہ، مردان۔

۹۔ مولانا ظاہر شاہ (میاں صاحب)، مدین سوات۔

۱۰۔ مولانا و مفتی عبد الجلیل صاحب، سوات۔

۱۱۔ مولانا قاضی عبد المطلب صاحب، سوات۔

۱۲۔ مولانا حفیظ اللہ نقشبندی، وزیرستان۔

۱۳۔ مولانا محمد رحیم صاحب، سوات۔

۱۴۔ مولانا عبد القیوم صاحب، سوات۔

۱۵۔ شیخ القرآن والحدیث مفتی اہل سنت حافظ کفایت اللہ، ڈاگئی، ضلع مردان۔

اس کے علاوہ حضرت علامہ چاند بادشاہ عرف باچا استاد فاضل دارالعلوم مظہر الاسلام تورڈھیر نے ایک اشتہار مشتہر فرمایا جس کا نام "چند مسلمات وحسنات بمعہ حوالہ جات" ہے۔ اس اشتہار میں بہت سے مسائل تحریر فرمائے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ یہ کہ حیلۂ اسقاط جائز ہے۔

۲۔ محفلِ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم جائز ہے۔

۳۔ نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا مستحب ہے۔

۴۔ اولیاء کے مزارات پر گنبد تعمیر کرنا جائز ہے۔

۵۔ درودِ تاج پڑھنا جائز ہے۔

۶۔ اذان کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا اسم مبارک سن کر دونوں انگوٹھوں کے ناخن چومنا جائز ہے۔

۷۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

۸۔ دعا بعد نماز جنازہ مستحب ہے۔

اور ان مسائل مذکورہ پر بہت سی کتب کے دلائل مع حوالہ جات پیش کئے۔

علمائے صوبہ سرحد نے ایک اشتہار لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دُعا کرنا مستحب ہے۔ اور خوارج اور وہابی کلاب النار اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں اور جو کوئی اسے بدعت سیئہ کہتے ہیں، وہ بھی خارجی اور وہابی ہیں۔

جن علمائے کرام نے اشتہار مذکورہ بالا کی تصدیق کی اور اُس پر اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے، اُن کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۱	مولوی عبد الہادی صاحب شاہ منصوری	شاہ منصور، صوابی
۲	مولوی شمس الہادی صاحب	اکوڑہ خٹک، نوشہرہ
۳	شیخ الحدیث والتفسیر مولانا حمد اللہ جان صاحب	ڈاگئی، مردان
۴	مولوی غلام حیدر صاحب فاضل دیوبند	سکنہ لاہور، صوابی
۵	مولوی فیض الرحمٰن صاحب	سکنہ جلبئی، صوابی
۶	مولانا محمد غفران صاحب حق صاحب	سکنہ تورڈھیر، صوابی

۷	مولوی امین الحق صاحب	دارالعلوم حقانیہ، لاہور صوابی
۸	مولوی عبد الرحیم صاحب	حقانیہ تورڈھیر صوابی
۹	مولانا عبد الرؤف صاحب	دارالعلوم اشرفیہ
۱۰	مولانا محمد خان	دارالعلوم حقانیہ، لاہور صوابی
۱۱	مولانا محمد اسحٰق صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۱۲	مولانا عبد الوہاب صاحب	
۱۳	مولانا رستم علی صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۱۴	مولانا فضل محمد صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صاحبزادہ
۱۵	مولانا محمد صالح جان صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۱۶	مولانا فضل رحمان صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صاحبزادہ
۱۷	مولانا محمد ادریس صاحب	تورڈھیر صوابی

۱۸	مولانا فخر الحسن صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۱۹	مولانا عطاء الرحمٰن صاحب	دارالعلوم حقانیہ، جبر بازار
۲۰	مولانا شیر زمان صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۲۱	مولانا عبد الرشید صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۲۲	مولانا سید رحمان صاحب	دارالعلوم حقانیہ، تورڈھیر صوابی
۲۳	مولانا عبد الوحید صاحب	
۲۴	مولانا ڈاکٹر ایم۔ ایچ شاہ صاحب	تورڈھیر صوابی
۲۵	مولانا شیر از صاحب	لاہور صوابی
۲۶	مولانا غلام صدیق صاحب	انبار، ضلع مہمند
۲۷	حاجی عصمت اللہ صاحب	انبار، ضلع مہمند
۲۸	فقیر گل صمد شاہ فروزی صاحب	
۲۹	مولوی فضلِ حقانی	ہری چند، ضلع مالاکنڈ
۳۰	مولوی محمد نصیر صاحب	ہری چند، ضلع مالاکنڈ
۳۱	مولوی غلام محمد صاحب	ہری چند، ضلع مالاکنڈ

۳۲	مولوی عبدالشکور صاحب	درگئی، ضلع مالاکنڈ
۳۳	مولوی خانزادہ صاحب	درگئی، ضلع مالاکنڈ
۳۴	شیخ الحدیث محمود صاحب	شیر گڑھ
۳۵	مولوی فتح رحیم صاحب	ضلع مالاکنڈ
۳۶	قاضی محمد صاحب	کوٹ ضلع مالاکنڈ
۳۷	قاضی فضل واحد صاحب	
۳۸	قاضی عبدالغفار صاحب	مانیار، ضلع سوات
۳۹	پیرِ طریقت مولوی عبدالجلیل صاحب	کبل (چنداخورہ) ضلع سوات
۴۰	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	کشورہ، ضلع سوات
۴۱	مولوی میاں گل جان صاحب	پیرانو کلے
۴۲	مولوی محمد رحیم صاحب	کوٹہ، ضلع سوات
۴۳	مولوی صلاح الدین صاحب	کوٹہ، ضلع سوات
۴۴	مولوی عبدالغفور صاحب	کانجو، ضلع سوات
۴۵	مولوی عبدالستار صاحب	کانجو، ضلع سوات
۴۶	مولوی شاہ بہادر صاحب	کانجو، ضلع سوات
۴۷	مولوی فضل واحد صاحب	کانجو، ضلع سوات
۴۸	مولوی رحمت اللہ صاحب	ضلع سوات
۴۹	مولوی محمد فازن صاحب	پنوڑہ، ضلع سوات

۵۰	مولوی عبد الحیٔ صاحب	بحرین، ضلع سوات
۵۱	مولوی سید الزمان صاحب	برہ بانڈئ، ضلع سوات
۵۲	مولوی فقیر ظاہر شاہ میاں صاحب	مدین، ضلع سوات
۵۳	مولوی عبد اللہ صاحب	مینگورہ، ضلع سوات
۵۴	مولوی میاں صدر صاحب	سنگوٹہ، ضلع سوات
۵۵	مولوی شمس الاسلام صاحب	مینگورہ، ضلع سوات
۵۶	مولوی محمد صاحب	مینگورہ، ضلع سوات
۵۷	مولوی عبد اللہ صاحب	مینگورہ، ضلع سوات
۵۸	مولوی عبد المتین صاحب	تیر نگ شموزئی، ضلع سوات
۵۹	مولوی سید معین الدین صاحب	سجادہ نشین درگاہ پیر بابا علیہ الرحمۃ
۶۰	مولوی محمد عمر صاحب	مالاکنڈ، ضلع مالاکنڈ
۶۱	مولوی محمد قریش صاحب	پارڑئی، ضلع سوات
۶۲	مولوی عبد الرحیم صاحب	ضلع پشاور
۶۳	مولوی امیر الرحمٰن صاحب	اسلام پور، ضلع سوات
۶۴	مولوی عبد الرزاق صاحب	سکنہ چڑئ، چراٹ، پشاور
۶۵	مولوی سمیع اللہ صاحب	ننگولئ، ضلع سوات
۶۶	قاضی عبد المجید صاحب	تورورسک، بونیر، ضلع بونیر

۶۷	مولوی مختیار محمود صاحب	سکنہ شوہ، ضلع دیر
۶۸	قاضی محمد عزیز	فتح پور، ضلع سوات
۶۹	مولوی محمد اسرائیل صاحب	فتح پور، ضلع سوات
۷۰	مولوی حبیب الرحمٰن صاحب	سنگوٹہ، ضلع سوات
۷۱	قاضی عبد الغفور صاحب	خطیب جامع مسجد پیر بابا
۷۲	پیر طریقت مولانا سید غلام محمد القادری صاحب (المعروف باغ کنڈئ باباجی صاحب)	باغ کنڈئ شریف، ضلع دیر
۷۳	قاضی محمود صاحب	سکنہ کمدرہ برنگ، باجوڑ، ضلع باجوڑ
۷۴	مولوی محمد رفیق صاحب	میدان، ضلع دیر
۷۵	مولوی زور محمد صاحب	میدان، ضلع دیر
۷۶	مولوی گُل زمین	سخاکوٹ، ضلع مالاکنڈ
۷۷	مولوی یار محمد صاحب	علاقہ برنگ، باجوڑ، ضلع باجوڑ
۷۸	مولوی محمد قیوم صاحب	پیش امام لیوی لائن، ضلع مالاکنڈ
۷۹	مولانا میر افضل صاحب	سکنہ پیر سیدو
۸۰	مولانا مولوی سید احمد قادری	حاجی عبد المنان کلے، ضلع مردان

۸۱	مولوی فقیر خورشید احمد شاہدؔ صاحب	سکنہ باغ کنڈئ شریف، ضلع دیر
۸۲	مولوی نصیر الدین القادری حنفی صاحب	راموڑہ چکدرہ، ضلع دیر
۸۳	مولوی فدا محمد صاحب	شیر گڑھ، ضلع مردان
۸۴	قاضی زین الحق صاحب	خطیب مسجد بازار ہاتھیاں، مردان
۸۵	مولوی محی الدین صاحب	
۸۶	مولوی طالب جان صاحب	
۸۷	قاضی محی الدین صاحب	مدین، ضلع سوات

امضائے علمائے کرام

علمائے کرام، ضلع سوات، دیر اور ضلع مالاکنڈ

۱	قاضی فضل الرحمٰن صاحب	امانکوٹ، سوات
۲	قاضی عبد القیوم صاحب	غالیگے، سوات
۳	مولوی بخت رواں صاحب	کوزہ بانڈی، سوات
۴	مولوی خلیل الرحمٰن صاحب	شکردرہ، سوات
۵	مولوی عظیم الرحمٰن صاحب	شکردرہ، سوات
۶	قاضی فضل الرحمٰن صاحب	گوگدرہ، سوات

۷	حافظ فضل ہادی صاحب	پنجگرام،سوات
۸	قاری محمدی شاہ صاحب	اسلام پور،سوات
۹	مولوی مقدر قاضی صاحب	
۱۰	مولوی سید محمد صاحب	
۱۱	مولوی عبدالرحیم صاحب	کانجو،سوات
۱۲	مولوی محمد رسول صاحب	کانجو،سوات
۱۳	مولوی محمد صاحب	کوز کانجو،سوات
۱۴	مولوی حبیب الرحمٰن صاحب	کوز کانجو،سوات
۱۵	مولوی امیر محمود صاحب	گوگدرہ،سوات
۱۶	قاضی غلام حبیب صاحب	گوگدرہ،سوات
۱۷	مولوی فضل عظیم صاحب	گوگدرہ،سوات
۱۸	مولوی عبدالجلیل صاحب	برہ درشخیلہ،سوات
۱۹	مولوی عبدالرحمٰن صاحب	ہزارہ،سوات
۲۰	مولوی عبدالمجید صاحب	سوات
۲۱	مولوی صنوبر صاحب	کالاکلے،سوات
۲۲	مولوی دوست محمد صاحب	درگئی،(ضلع مالاکنڈ)
۲۳	مولوی فضل مالک صاحب	گلی باغ
۲۴	مولاناسید غلام رحمانی صاحب	باغ کنڈئ شریف،ادینزئ،لوئر دیر

۲۵	مولوی غلام ربانی صاحب (صاحب الحق)	ہری چند، ضلع چارسدہ
۲۶	مولانا صفی اللہ صاحب	سخاکوٹ، ضلع مالاکنڈ
۲۷	مولوی نعمت اللہ صاحب	ہری چند، ضلع چارسدہ
۲۸	مولوی گل کرم صاحب	ہری چند، ضلع چارسدہ

۲۴ اپریل ۱۹۷۶ء بروز اتوار متذکرہ بالا علمائے کرام اہل سنت و جماعت وہابیوں کے اس فتنے کے رد میں کہ بعد از صلوٰۃ الجنازہ مردہ کے حق میں دعا مانگنا بدعت سیئہ ہے، جمع ہوئے۔ ان علمائے کرام نے تقاریر کیں اور یہ دلائل فقہی اہل سنت وجماعت (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ثابت کیا کہ نماز جنازہ میں سلام پھیرنے کے بعد دعا ہے اور پھر اس فیصلے کے متعلق درج بالا علماء کے اسمائے گرامی اور امضاء سے ایک اشتہار بھی جاری کیا۔ ان علمائے حقہ کے فتویٰ رشیدہ سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ ملا سرفراز خان تیمیائی اور وہابی مسلک کا واڑ گوں اور واژوں بخت انسان ہے اور خوارج فرقہ کے عقائد کا علم بردار!

شیطان بھی بڑا عالم تھا مگر ٹھوکر کھا کر استاذ الملائکہ سے راندۂ درگاہ اور رجیم ٹھہرا۔

ہماری طرف سے ملا مذکور کو ناصحانہ مشورہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے تائب ہو۔ ضد، ہٹ دھرمی، تکبر شیطان کا شیوہ اور وطیرہ رہا ہے۔ اور شیطان انسان کا بالعموم اور مسلمان کا بالخصوص بڑا دشمن ہے۔ اُس سے دوستی اور یاری نہیں کرنی چاہیئے!

اے یارِ ناہنجار توبہ تائب ہو جا کہ تیری عاقبت سازی اسی میں پوشیدہ ہے۔ وما علینا الا البلاغ

نماز جنازہ اور سلام پھیرنے کے بعد دعا کرنا مستحب ہے۔[1]

"دعا بعد الصلوٰۃ الجنازہ" پر تحقیق کا اختتام مؤرخہ ۸ ستمبر، ۱۹۸۹ء کو بعد از نماز عصر بروز جمعہ، وقت ۶ بج کر ۳۰ منٹ پر ہوا۔

الباب الرابع فی بیان وجوب التقلید

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

عدم تقلید

الحمد للّٰہِ وکفی وسلام علیٰ عبادہ الذین الصطفیٰ

بعد اس کے بندۂ عاجز حافظ کفایت اللہ مقیم ڈاگئی، متصل یار حسین تحصیل صوابی کہتا ہے کہ فی زمانہ بہت سے فتنے ظاہر ہو چکے ہیں، جن میں سے ایک فتنہ عدمِ تقلید کا بھی ہے اور حقیقت حال یہ ہے کہ "تقلید" کے بغیر کوئی کام چل نہیں سکتا۔ کیونکہ مسلمانی موقوف ہی تقلید پر ہے۔

اگر غیر مقلدین یہ کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث پر عمل کرتے رہیں گے، تو یہ بندۂ حقیر وناچیز جواباً کہتا ہے کہ خود قرآن بھی کسی کے توسل، وساطت اور ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے اور اسی طرح حدیث بھی واسطوں سے ہو کر ہم تک پہنچی، یعنی یہ پھر تقلید ہوئی۔

الا کل من لا یقتدی بائمۃ

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۳۸، ابن ماجہ، ص ۱۰۹، ابو داؤد شریف، ج ۲، ص ۴۵۶، مبسوط، ج ۲، ص ۶۷، اثبات الاغراض، ص ۱۲۷، تنویر الایمان، ص ۳۸۷، مصنفہ مولانا سید احمد شاہ دیوبندی، الرسائل الستۃ فی المسائل ستۃ، مولوی عبدالمتین دیوبندی، السیف المبیر، ص ۲۷، جاء الحق مصنف حکم الامت مفتی احمدیار خان صاحب، ص ۲۷۴، بدائع، ج ۱، ص ۳۱۱، مشارق الاندارہ، ص ۱۷۷، شرح مسلم، ج ۱، ص ۴۱۹، مرقات، ص ۳۰۲، عقائد المسلمین، ص ۱۱، مصنف فقیر سید احمد علی شاہ صاحب، سکنہ شالپین، ضلع سوات، تحفۃ المؤمنین، ص ۵)

فقسمته ضیزی عن الحق خارج

مطلب یہ ہے کہ جو کوئی ائمہ مجتہدین کی پیروی یعنی تقلید نہیں کرتا تو وہ حق سے خارج ہے اور اُس کی قسمت خراب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ محدثین خود مقلدین ہیں اس طرح غیر مقلدین اگر عمل کریں گے تو کس کی حدیث پر؟ یا بخاری ہوں گے یا مسلم، یا ترمذی یا ابو داؤد، یا نسائی یا ابن ماجہ یا طحاوی۔ تو اسی طرح یہ لوگ (غیر مقلدین) پھر مقلدین کے مقلدین ہوئے۔ (ان الفاظ کی بندش پر غور کیجئے گا)

تو بڑے آسان طریقے سے ثابت ہوا کہ تقلید سے مفر نہیں۔ ویسے بھی غیر مقلدین کے اپنے مکتبۂ فکر سے ثبوت موجود ہے کہ محدثین مقلدین ہی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات شوافع میں مذکور ہے، تاج الدین سُبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقات میں ہے اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد نے اپنی کتاب الحطہ، فصل ۲، ص ۱۲۱ پر ان کا اس طرح ذکر کیا ہے اور نواب صاحب اُن کے قبیلے کے آدمی ہیں اور یہ حضرات یعنی ہند و پاک کے غیر مقلد اپنی ہی سوچ کے آدمی کی بات نہیں مانتے۔

امام ابو داؤد کو کوئی حنبلی کہتا ہے تو کوئی شافعی۔ [1]

امام نسائی شافعی المذہب ہیں۔ [2]

وہابیوں کے امیر یعنی ابن تیمیہ بھی مقلد یعنی حنبلی ہیں۔ (الحطہ)

اور تراجم الحنفیہ مولانا عبد الحیٔ صاحب اور تعلیقات سنیہ علی الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ میں بھی ویسا ہی مذکور ہے۔

---

[1] (الحطہ، ص ۱۲۰)

[2] (الحطہ مذکور، ص ۱۲۷)

امام نووی نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شافعی ہیں اور ترمذی، دار قطنی وغیرہ بھی شوافع ہیں۔ امام طحاوی، امام زیلعی، عینی شارح بخاری، طیبی، علی قاری، عبد الحق دہلوی حنفی ہیں۔ اسی طرح تفاسیر کے مصنفین بھی مقلدین ہیں، جیسے تفسیر کبیر والا، مصنف خازن، بیضاوی، جلالین شافعی ہیں۔ مفسرِ مدارک حنفی ہیں، صاوی کے مفسر مالکی ہیں۔ اور اولیاء اللہ بھی مقلدین ہیں۔ غوث پاک غوث الاعظم شیخ عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، بایزید بسطامی، شاہ بہاؤ الدین نقشبند یہ سب حضرات مقلدین ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی اجتہاد کا دعویٰ نہیں کیا۔ بعض لوگ تقلید کو "شرک" کہتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ پھر تو سارے کے سارے محدثین اور فقہائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ مشرک ٹھہرے۔ نعوذ باللہ، نعوذ باللہ

توجو کوئی مسلمان کو مشرک کہتا ہے، وہ خود مشرک ہوتا ہے۔

ایک شاعر نے اپنے شعر میں اعتراض کیا ہے:

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار ‏ ‏ ‏ ‏ مت مان کسی کا قول و گفتار

اور

دینِ حق را چار مذہب ساختند ‏ ‏ ‏ ‏ فتنہ در دین نبی ﷺ انداختند

اس کا مقصد یہ ہے کہ مذاہب اربعہ بنا کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے دین میں فتنہ پیدا کیا گیا۔ اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا قول موجود ہے تو کسی اور کا قول اور کردار نہیں ماننا چاہیئے۔

توجواب یہ ہے کہ مذاہبِ اربعہ فتنہ نہیں کیونکہ مقرب فرشتے چار، آسمانی کتابیں چار، سلاسل چار اور معتبر ادیان بھی چار اور انسانی خمیر بھی چار اجزائے ترکیبی کا مرکب ہے، یعنی آب، ہوا، آگ،

مٹی، خانہ کعبہ کے چاروں طرف نماز پڑھی جاتی ہے، اسی طرح اطراف دراصل چار ہیں: شمال، جنوب، مشرق اور مغرب۔

مقلد کے لئے بہرحال ایک راستہ ضرور موجود ہے مگر یہ غیر مقلد کیا کرے گا، اُس کے لئے تو کوئی راہ نہیں۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

چار رُسل، فرشتے چار، چار کُتب ہیں، دین چار
سلسلے چار، چار لطف عجب ہے چار میں
آتش وآب وخاک وباد سب کا ان ہی سے ہے ثبات
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

غرض اس سے یہ ہے کہ چار کا عدد خدا کو بڑا محبوب اور پیارا ہے۔

غیر مقلد کے لئے اصلی نام وہابی اور لقب اُس کا نجدی ہے جہاں شیطان کی سینگ لگ بھگ (۱۷۰۰ء) میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق نکل آئی اور اُس کا مورث اعلیٰ محمد بن عبد الوہاب ہے جو نجد کا رہنے والا تھا۔

تقلید مطلق

۱۔ آیتِ قرآنی: اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحة ٦) کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں وہ راہ بتادے جو سیدھی ہے اور اُن لوگوں کی راہ جن پر تونے اپنا انعام کیا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سیدھی راہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے چل رہے ہیں اور سارے مفسرین، محدثین، فقہاء

کرام اور اولیاء اللہ ، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہی تو ہیں، اور یہ سارے اللہ والے مقلدین تھے اور تقلید اُن کا صراطِ مستقیم رہا۔

۲۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَھَا (البقرۃ ۲۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

آیت مبارکہ کا مطلب یہ ہوا کہ جس کسی میں اجتہاد کی طاقت نہیں وہ اجتہاد کا مکلف نہیں، تو وہ مقلد ہوگا نہ کہ مجتہد۔ جیسا کہ غریب پر حج اور زکوٰۃ دونوں فرض نہیں ہیں، ہو بہو عاجز، عام، بے علم مسلمان پر اجتہاد لازم نہیں۔

۳۔ السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (التوبۃ ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پَیرو (پیروی کرنے والے) ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

معلوم یہ ہوا کہ جو لوگ مہاجرین اور انصار کی تابعداری کریں (یعنی تقلید کریں) تو اللہ جل جلالہٗ اُن سے راضی ہے، یہ بھی تقلید ہوئی۔

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النساء ۵۹)

ترجمہ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

اس آیت میں ان تین ذاتوں: اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اولی الامر کا مطلب ہی فقہ اور استنباط والے علماء کے ہیں اور اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے مراد قرآن وحدیث ہیں، یعنی قرآن، حدیث اور فقہی علمائے کرام۔ اور اگر کوئی کہے کہ اولی الامر سے مُراد حاکم ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ

حاکم کی تقلید بعینہٖ علماء کی تقلید ہے۔ کیونکہ حاکم عالم سے پوچھے گا اور وہی حکم پھر وہ جاری کرے گا تو حقیقتاً یہ عالِم کی تقلید ہوئی مگر اس آیت میں شرعی تقلید مراد ہے۔ تین قسم کا حکم ہے ایک وہ بات جو بالصراحت آیت میں موجود ہوتا ہے، تو وہ اَطِیْعُوْ اللہ میں آیا، اور دوسرا وہ حکم جو حدیث میں صراحتاً ذکر ہو تو وہ اَطِیْعُوْا الرَّسُوْل میں آیا۔ اور تیسرا حکم جو نہ قرآن میں ذکر کیا گیا اور نہ حدیث میں تو وہ اولی الامر میں داخل ہے۔

۵۔فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل ۴۳)

ترجمہ: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے علم آدمی عالم سے پوچھے گا اور یہ بھی تقلید کی ایک صورت ہے۔

۶۔وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان ۱۵)

ترجمہ: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں تو اُن کی تقلید یعنی پیروی ضروری ہے۔

۷۔وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان ۷۴)

ترجمہ: اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔

اس کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے:

نقتدي بالمتقين ويقتدي بنا المتقون۔

کہ ہم پرہیز گاروں کی تابعداری کریں گے اور پرہیز گار ہماری تقلید کریں گے۔[1]

[1] (معالم التنزیل، ج۱۰، ص۱۳)

۸۔فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبة۱۲۲)

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص اور ہر فرد پر مجتہد العصر بننا لازم نہیں ہے بلکہ بعض مجتہد اور بعض فقیہہ بنیں گے اور باقی لوگ مقلد ہوں گے۔

۹۔وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ (النساء۸۳)

ترجمہ: اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اُس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بات میں کاوش کرتے ہیں۔

پس جو اہل استنباط چاہیں اُسی پر عمل کیا جائے گا اور خبر کے لحاظ سے قرآن اور حدیث اونچے مرتبے والے ہیں تو مسئلہ ضرور مجتہد کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۱۰۔يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (الإسراء ۷۱)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اور اسی کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے:

او مقدم فی الدین فیقال یا حنفی و یا شافعی۔

یا اس سے مراد دینی امام ہے۔ پس (قیامت کے دن) یا حنفی، یا شافعی کی آواز لگائی جائے گی۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ سارے لوگ اپنے اپنے امام کے پیچھے چلیں گے تو جس کسی کا امام ہی نہیں

[1] (روح البیان، ج۵، ص۱۸۷، الناشر: دار الفکر - بیروت)

ہو گا تو وہ کس کے پیچھے چلیں گے ؟اسی وجہ سے صوفیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے امام لوگوں کا امام شیطان ہو گا۔(نعوذ باللہ)

مفسرین اور محدثین کے اقوال مبارکہ

١۔أَخْبَرَنَا یَعْلَی حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِکِ عَنْ عَطَاءٍ (أَطِیعُوا اللَّهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الأَمْرِ مِنْکُمْ) قَالَ: أُولُو الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ۔

مراد اولوالامر سے اہل علم اور اہل فقہ ہیں۔[1]

٢۔فَسْئَلُو أَهْلَ الذِّکْرِ، اه فاسئلوا المؤمنین العالمین من أهل القرآن۔

آپ علمائے مؤمنین سے جو علمائے اہل قرآن ہوں پوچھیئے۔[2]

٣۔فاسألوا أهل الذکر إن کنتم لا تعلمون، أخرج ابن مردویه عن انس قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلهٖ و اصحابهٖ و سلم یقول أن الرجل لیصلي ویحج ویعتمر و أنه لمنافق قیل: یا رسول الله بماذا دخل علیه النفاق؟ قال: یطعن علی إمامه و إمامه من قال الله في کتابه: فاسألو أهل الذکر أن کنتم لا تعلمون۔[3]

٤۔ ولا یجوز تقلید ماعدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة و الحدیث الصحیح و الایة فالخارج عن المذاهب الاربعة ضال و مضل و ربما اداه ذلک الی الکفر لان الاخذ بظواهر الکتاب و السنة من اصول الکفر۔

مطلب یہ کہ مذاہب اربعہ کے بغیر کسی اور کی تقلید کرنا سراسر گمراہی ہے، ایسا کرنے والا خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اور بہت دفعہ قرآن کے ظواہر اور حدیث کے ظواہر پر عمل، فردِ بے علم کو کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ایسا کرنا (یعنی قرآن وحدیث کے ظواہر پر

---

[1](سنن الدارمی، ج ۱، ص ۲۵۰، المکتبة الفاروقیة)

[2](تفسیر الخازن، ج ۳، ص ۲۲۱، الناشر: دار الکتب العلمیة۔بیروت)

[3](الدر المنثور، ج ۵، ص ۱۳۳، الناشر: دار الفکر، بیروت)

عمل کرنا) اصولِ کُفر میں سے ایک اصول ہے۔ یعنی وہ کتاب وحدیث جو مؤول یامتشابہ ہو، اُس پر ظاہری عمل نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ عَنْ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ۔ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ دین خیر خواہی ہے۔ تو ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کس کے لئے؟ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب، اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور مسلمانوں کے امام اور عامۃ المسلمین کے لئے خیر خواہی ہے۔[1]

اس حدیث مبارکہ کے ذیل میں امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ يُتَأَوَّلُ ذَلِكَ عَلَى الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ هُمْ عُلَمَاءُ الدِّينِ، وَأَنَّ مِنْ نَصِيحَتِهِمْ قَبُولَ مَا رَوَوْهُ، وَتَقْلِيدَهُمْ فِي الْأَحْكَامِ، وَإِحْسَانَ الظَّنِّ بِهِمْ۔

یہ حدیث شامل ہے اُن اماموں کے لئے جو علمائے دین ہیں اور ان کی نصیحت یہ ہے کہ اُن کی روایات قبول کی جائیں اور احکام میں اُن کی تقلید کی جائے اور اُن پر نیک گمان کیا جائے۔[2]

تقلیدِ شخصی

اب میں بہ توفیق الٰہی تقلیدِ شخصی پر دلائل پیش کرنے کی سعی کروں گا۔ چنانچہ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

۱۔ مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْ يُفَرِّقَ جماعتكم

---

[1] (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۷۴، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت)

[2] (شرح النووی علی مسلم، ج ۱، ص ۱۴۴)

فَاقْتُلُوهُ۔(رَوَاهُ مُسلم)

مطلب یہ کہ جب تم کسی ایک آدمی کی اطاعت پر متفق ہو اور کوئی ایسا آدمی یا شخص تمہارے پاس آئے اور تُم (لوگوں سے) تمہاری لاٹھی (عصا) توڑنا اور تمہاری جمعیت میں تفریق پیدا کرے تو اُسے قتل کرو۔ (مراد اِمام اور علمائے دین ہیں، کیونکہ حاکمِ وقت کی اطاعت "خلاف شرع" جائز نہیں)[1]

۲۔ اور مشکٰوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الفرائض میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: لَا تَسْأَلُونِي مَا دَامَ هَذَا الحبر فِيكُم۔ جب تک یہ علامہ آپ کے درمیان موجود ہیں تو مجھ سے (مسائل) مت پوچھیئے۔

معلوم ہوا کہ جب افضل موجود ہو گا تو مفضول کی تابعداری نہیں ہو گی۔ اور ہر مقلد کی نظر میں اُس کا امام افضل ہوتا ہے۔

۳۔مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً۔

جو کوئی اس حال میں مرا کہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت کی ڈوری نہ پڑی ہو تو وہ جہالت کی موت مرا۔[2]

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید امام اور بیعتِ اولیاء داخل ہیں۔ موجودہ زمانے میں ہندوستانی وہابی اور پاکستانی وہابی کس حاکم یا بادشاہ یا سُلطان کی بیعت میں ہیں؟

چنانچہ ان دلائل سے تقلید ثابت ہوئی اور تبع تابعین کے وقت اور زمانے سے لے کر اس وقت

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ، ج۲، ص۳۳۷، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)
[2] (مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص۱۰۸۸، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

تک اُمتِ مرحومہ تقلید پر عامل ہے اور یہ اجماع ہے، اور اجماع کا مخالف گمراہ ہے۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اُسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔

دوسری حدیث مبارکہ ہے:

اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔

ترجمہ: بڑے گروہ اور جماعت کی تابعداری اور پیروی کرو کیونکہ جو کوئی مسلمانوں کی ٹولی سے جدا ہو گیا وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا۔

پتہ چلا کہ تقلید کی مخالفت اجماع کی مخالفت اور اجماع سے انحراف ہے۔ [1]

ایک اور حدیث یہ ہے:

فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ، فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ، وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ، فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ۔ [2]

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ:

المذاهب الاربعة المدونة قد اجتمعت الامة المرحومة يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا وفى ذلك من المصالح ما لا يخفٰى لا سيما فى هذه الايام التى قصرت همم الناس جدا۔

---

[1] (مشكوٰة المصابيح، ج ۱، ص ۲۲، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[2] (سنن النسائی، ج ۸، ص ۲۳۰، الناشر: مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب)

یہ چاروں مذاہب جو مدون ہیں ان کی تقلید پر اُمت اور اُمت کے معتبر لوگوں نے آج تک عمل کیا ہے اور اس اجماع کی پیروی کی ہے، تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو چھپی نہیں بالخصوص اس زمانے میں جب ہمتیں بہت کم ہیں۔

جب اتنے اکابر علماء، محدثین، مفسرین، فقہاء، مقلدین ہیں تو لازم ہے کہ یہ راہ اختیار کی جائے اور عدم تقلید کا دعویٰ نہ کیا جائے۔

غیر مقلدین کے بعض اعتراضات اور ان کے جوابات

اب میں غیر مقلدین کے بعض اعتراضات کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

اعتراض نمبر ا

ترکتم فیکم امرین کتاب اللہ و سنتی۔

ترجمہ: آپ کی ہدایت کے لئے میں نے دو چیزیں چھوڑ دی ہیں:

ا۔ کتاب اللہ　　　　۲۔ اور میری سنت

اور ان میں تقلید کا ذکر موجود نہیں۔

جواب اعتراض نمبر ا

ایک تو یہ حدیث مرسل ہے، ایک روایت اور بھی ہے: کتاب اللہ و عترتی۔ اور عترت کی تابعداری تقلید ہی ہے، اور قرآن و حدیث ہمیں سر آنکھوں پر قبول اور منظور، لیکن جو احکام ان دونوں میں موجود نہ ہوں تو ان میں تقلید ہونی چاہیئے۔

اعتراض نمبر ۲

تقلید غیر کا قول بلا دلیل قبول کرنا ہے، اور بے دلیل قول نہیں مانا جاتا۔

جوابِ اعتراض

جواب یہ ہے کہ دلیل تو مجتہد کو معلوم ہوتی ہے اور مجتہد بلا دلیل بات نہیں کرتا۔ اور جب مقلد کو دلیل معلوم ہو جائے تو پھر تقلید کی حاجت نہیں رہ جاتی کیونکہ وہ خود قادر ہو جاتا ہے (یعنی کسی مسئلہ کا حل ڈھونڈنے اور جواب دینے پر)۔

اعتراض نمبر ۳

تیسرا اعتراض یہ ہے: **اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔** یہ قول امام صاحب کا ہے کہ حدیث صحیح میرا مذہب ہے۔

جوابِ اعتراض

صحت سے مراد کیا ہے؟ صحت مجتہد کے نزدیک یا کہ صحت راوی کے نزدیک؟ ان دونوں "صحت" میں عموم و خصوص من وجہ ہے۔ اس میں مادہ اجتماعی یہ ہے کہ دونوں کے ہاں صحیح ہو۔ راوی کے ہاں بھی اور عمل کے لئے مجتہد کے ہاں بھی۔ مثلاً وہ احادیث مبارکہ جن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ثابت ہوں، دوسرا وہ جو راوی کے نزدیک صحیح ہو لیکن مجتہد کے ہاں صحیح نہ ہو جیسے حدیث مصراۃ یا حدیث قلتین یا حدیث وضوء **مِمَّا مَسَّتہ النار**۔ اور مجتہد کے ہاں صحیح ہو گی اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ راوی کے ہاں ضعیف ہو گی لیکن اُس کی تائید اُمت کے اُس پر عمل کے ذریعے کی جا چکی ہو گی، کیونکہ امت کا عمل علمائے ربانین کی احادیث سے زیادہ مستحکم ہے۔

جیسے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

العمل اثبت من الاحادیث۔ [1]

---

[1] (فتاویٰ مظھری، ص ۴۲۴ از مفتی ظھیر اللہ دھلوی)

اور امام شافعی، امام احمد، امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ کے استاد الاستاد سفیان بن عیینہ نے ارشاد فرمایا کہ الحدیث مضلة الا للفقهاء۔ علامہ ابن الحاج نے مدخل میں ذکر کیا، بنقل فتاویٰ مظہری، ص ۴۲۴ کہ احادیث مجتہدین کے سوا کسی اور کے لئے گمراہی کا سبب ہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث یا تو منسوخ ہوگی یا مؤوّل یا مرجوح، جب حقیقت یہ ہے تو پھر اذا صح الحدیث میں صحت سے مُراد کیا ہے؟ اس کی تشریح ہونی چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح امام ترمذی نے حدیث جمع بین الصلاتین کا ذکر کرکے کہا ہے:

من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا الکبائر۔

اور امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ:

اشار الترمذی بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وهو دلیل الصحة وان لم یکن له استاد یعمد علی مثله التعقبات علی الموضوعات للسیوطی رحمة اللّٰه تعالیٰ علیه۔

اعتراض نمبر ۴

چوتھا اعتراض (غیر مقلدین کی جانب سے) یہ ہو سکتا ہے کہ اگر تقلید اتنی ہی ضروری ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں ہوتی۔

جوابِ اعتراض

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تقلید کی ضرورت نہ تھی وہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی برکت سے تمام امت کے لئے پیشوا تھے۔

مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل الصحابہ میں ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ، عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔

میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کسی کی اقتداء کرلوگے تو ہدایت پاؤگے، اور تم لازماًمیری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت پر عمل کرو۔[1]

توصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خود امام ہیں اور ائمہ مجتہدین ان کی تقلید کرتے۔(ان کو تقلید کی ضرورت نہ تھی)

اعتراض نمبر ۵

رہبری کرنے کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں اور ان دونوں میں وہ کون سی چیز نہیں جو فقہ سے حاصل ہوتی ہے؟

اور قرآن عظیم الشان میں جو ارشاد ہے:

وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ (الأنعام ۵۹)

اورنہ کوئی تر اورنہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھانہ ہو۔

وَلَقَدْيَسَّرْنَاالْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ (القمر ۱۷)

اوربے شک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیاتوہے کوئی یاد کرنے والا۔

جواب اعتراض

جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ قرآن وحدیث رہبری کرنے کے لئے کافی وشافی ہیں اور اس میں ہر شے اور ہر چیز کا حل موجود ہے لیکن مسائل کا حل نکالنے کے لئے قابلیت اور لیاقت بھی ہونی ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عمان میں موتی موجود ہیں لیکن موتی نکالنے کے لئے غوطہ خور بھی ماہر ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سمندر سے موتی باہر نکال لانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اور مجتہدین

---

[1](مشکوٰۃالمصابیح، ج۳، ص ۱۶۹۶، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)

حضرات ہی ایسے غوطہ زن ہیں۔ اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ازبر یایاد کرنے یا کرانے کے لئے آسان ہے نہ کہ مسائل کے حل کرنے کے لئے!

اگر ایسا ہوتا تو پھر حدیث مبارکہ کی ضرورت نہ پڑتی ہر کوئی قرآن سے استدلال کر سکتا! اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دینے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ وہ تو لسان العرب تھے، اور باوجود اس کے ویعلمهم الکتاب کے الفاظ آئے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ان کو تعلیم دیتے تھے۔

اعتراض نمبر ٦

قرآن کریم نے تقلید والوں کی برائی بیان کی ہے:

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ (التوبة ٣١)

ترجمہ: انہوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء ٥٩)

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اُسے اللہ ورسول کے حضور رجوع کرو۔

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ (الأنعام ١٥٣)

ترجمہ: اَور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔

قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (البقرة ١٧٠)

ترجمہ: تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

اِن آیات مذکورہ بالا سے عدم تقلید ثابت ہے، کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حکم ماننے کے علاوہ اماموں کا حکم ماننا کفار کا طریقہ ہے اور سیدھا راستہ یعنی صراط مستقیم صرف ایک ہی ہے۔

جواب اعتراض

جواب یہ ہے کہ جو تقلید خلافِ شریعت واقع ہوتی ہے جیسے کہ یہودیت اور نصرانیت وغیرہ نہ کہ حنفیت اور شافعیت۔ کیونکہ یہ راستے شریعت مطہرہ کے اندر ہی تو ہیں نہ کہ باہر اور خارج! اگر ایسا نہیں تو پھر غیر مقلدین بھی تو خود ایک جماعت ٹھہرتے ہیں (یعنی مقلدین ایک جماعت اور غیر مقلدین دوسری جماعت، جیسے ثنائی ایک جماعت اور غزنوی دوسری جماعت) ائمہ کرام کا اختلاف فروعی اعمال کا ہے اور ایسا اختلاف تو صحابہ کرام میں بھی ہیں۔

اعتراض نمبر ۷

ساتواں اعتراض یہ ہے کہ ان الحکم الا اللہ (حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے) اور تقلید میں حکم غیر اللہ کا مانا جاتا ہے۔

جواب اعتراض

بروئے قرآن غیر اللہ کا حکم ثابت ہے جیسے:

فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا (النساء ۳۵)

ترجمہ: تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔

اعتراض نمبر ۸

قیاس مجتہدین کا ظن ہے اور ظن گناہ ہے اور قرآن عظیم الشان نے منع کیا ہے: إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ (الحجرات ۱۲)

جواب اعتراض

جواب یہ ہے اس ظن سے مراد ظنِ سوء یعنی غلط یا بُرا گمان مراد ہے، جسے بد گمانی بھی کہا جاتا

ہے، نہ کہ استنباط میں جانب راجح۔ اور پھر ذکر بعض ظن کا ہے نہ کہ ہر ایک ظن کا! اور یہ بھی معلوم ہے کہ مجتہد کسی پر سوءِ ظن یعنی بد گمانی نہیں کرتا۔

اعتراض نمبر ۹

اور امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ جو حدیث مبارکہ میرے قول سے متصادم ہو تو حدیث پر عمل ہو گا اور میرا قول چھوڑ دیا جائے گا۔

جواب اعتراض

بے شک یہ قول امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور یہ بر بنائے احتیاط اور تقویٰ ہے، اگر ایسا نہیں تو کون سا قول امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے جو مخالفِ حدیث ہے؟

اگر ظاہری مخالفت کی کہی جائے تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

اِذَا بَلَغَکُمْ مِنِّی حَدِیْث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوا و الا فردوہ۔

اگر میری حدیث قرآن کے مخالف ہو تو اُسے رد کر دو اور اگر قرآن کی موافق ہو تو اسے قبول کر لو۔[1]

اگر منکرینِ حدیث چکڑالوی یہ کہتے ہیں کہ بہت ساری احادیث قرآن عظیم الشان کے خلاف ہیں اس لئے حدیث نہیں مانتے، اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ "میراث" تقسیم کرو اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام کی میراث تقسیم نہیں ہو گی تو اب یہ بتایا جائے کہ تم کس حکم پر عمل کرو گے قرآن پر یا حدیث پر؟ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حدیث پر عمل کیا ہے، انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی میراث تقسیم نہیں کی

---

[1] (مقدمہ تفسیر احمدی، ص ۴)

بلکہ وقف کی اور اسی پر اجماع ہوا ہے تو اسی طرح چکڑالویوں کا اعتراض بھی مردود ہوا۔

اعتراض نمبر ۱۰

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حق کا معنٰی ہے کیا؟ اگر حق کا معنٰی صحیح یا واقع سے موافق ہو تو پھر تو ہر مذہب حق نہیں کیونکہ واقع سے مطابق اور صحیح ایک ہی ہو گا۔ اگر حق کا معنی یہ ہو کہ اُس پر مواخذہ اور گرفت نہیں ہو گی، پھر تو چاروں مذاہب حق اور سچ ہیں، جس پر عمل ہوا تو قابل گرفت اور سزا نہیں ہو گی۔ وجہ یہ ہے کہ مجتہد کی خطا معاف ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین جنگ ہوئی تھی اور حق پر اُن میں سے ایک صاحب تھا، لیکن دونوں حق پر تھے یعنی عند اللہ اُن پر گرفت نہیں ہو سکتی۔ مثال ایسی ہے کہ ایک آدمی جنگل میں قبلہ کی سمت نہیں جانتا اور اپنی رائے سے چاروں سمت میں نماز پڑھ لیتا ہے، رائے بدلتی ہے اور سمت بھی بدلتی ہے، نماز چاروں طرف صحیح ہے اور قبلہ صرف ایک طرف ہے، کیونکہ مجتہد کی خطا معاف ہے۔

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ وَاحِدٌ۔[1]

مطلب یہ کہ جب مجتہد حق تک پہنچے تو اُس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اُس سے خطا ہوئی تو اُس کے لئے اجرِ واحد ہے۔

تو یہ اعتراض بھی رفع ہوا کہ اگر شافعی مذہب والے رفع الیدین کرتے ہیں تو درست اور اگر غیر مقلد رفع الیدین کرے تو جرم۔

---

[1](مشکوٰۃ المصابیح، ج۲، ص ۱۱۰۲، الناشر: المکتب الإسلامي - بیروت)

جواب اعتراض

وجہ یہ ہے کہ شافعی مذہب مجتہد کے اتباع میں رفع الیدین کرتا ہے تو جُرم نہیں کرتا، اس لئے اُس کا ایسا کرنا جرم نہیں۔ جبکہ ایک آدمی حاکم کے حکم کے بغیر خود فیصلہ کرتا ہے تو وہ مجرم ہے اور اگر حاکم غلطی بھی کرے تو وہ مجرم نہیں ہوتا۔

اعتراض نمبر ۱۱

اعتراض یہ ہے کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (النساء ۵۹) کی رو سے دفع تنازعہ کے واسطے قرآن وحدیث کی طرف رجوع کریں نہ کہ تقلید کے واسطے۔

جواب: اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ تنازع در حقیقت مجتہد کر سکتا ہے کیونکہ دلیل قائم کرنے پر مجتہد ہی قادر ہے نہ کہ مقلد۔ تو رد کا حکم مجتہد کو ہے نہ کہ مقلد کو کہ منازعہ ہے، خواہ حقیقت ہو یا کہ مجاز، تو میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں تقدیر ہے کہ:

فردوہ الی عالم کتاب اللہ وعالم سنۃ رسولہ۔

اور عالم کی طرف ردّ (رجوع، واپسی) پھر تقلید ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منکرین زکوۃ کے ساتھ جہاد کرنے کا ارادہ فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کو حدیث رسول پیش کی، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اجتہاد پر قائم رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے اجتہاد کی حقیقت معلوم کی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی مان لی۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے سے تقلید جاری ہے، اگر کوئی احادیث اور سیرت کا مطالعہ کرے تو خود جان جائے گا کیونکہ یہ عبارت ہے:

أَن النَّاس لم يزَالُوا من زمن الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم إِلَى أَن ظَهرت الْمذَاهب الْأَرْبَعَة يقلدون من اتّفق من الْعلمَاء من غير نَكِير من أحد يعْتَبر إِنْكَاره وَلَو كَانَ ذَلِك بَاطِلا لأنكروه۔ [1]

مطلب یہ ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے زمانے سے مذاہب اربعہ کے ظاہر ہونے تک لوگ بلا انکار ایک عالم کی تقلید کرتے تھے، اگر تقلید باطل ہوتی تو علماء انکار کر دیتے۔

پھر دوسری عبارت یہ ہے:

ثمَّ إِنَّهُم تفَرقُوا فِي الْبِلَاد وَصَارَ كل وَاحِد مقتدى نَاحيَة من النواحي، فكثرت الوقائع، ودارت الْمسَائِل، فاستفتوا فِيهَا، فَأجَاب كل وَاحِد حَسْبَمَا حفظه، أَو استنبط، وَإِن لم يجد فِيمَا حفظه أَو استنبط مَا يصلح للجواب اجْتهد بِرَأْيهِ۔

مطلب یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف ملکوں میں تقسیم ہو کر چلے گئے اور ہر ایک وہاں کے مقتداء ہوئے۔ بہت سارے مسائل پیش آئے، لوگ فتویٰ مانگتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جواب دیتے، جو کچھ اُن کو یاد رہتا یا پھر اجتہاد فرماتے۔ [2]

اسی طرح شاہ صاحب کے بیان سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں تقلید جاری تھی اور وہ بھی شخصی تقلید۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی غیر منصوص مسائل میں اجتہاد فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اہلِ فتویٰ بھی کم تھے، جن کی تعداد چھ یا سات ہے۔ لیکن وہ زمانہ خیر القرون کا تھا، شر اور فساد بھی بہت کم تھا اور عوام مذہبی آزادی (بے پرواہی) سے اور رائے زنی سے محفوظ

---

[1] (عقد الجيد، ج ۱، ص ۱۲، الناشر: المطبعة السلفية-القاهرة)

[2] (حجة الله البالغة، ج ۱، ص ۲۴۴، الناشر: دار الجيل، بيروت-لبنان)

تھے۔ اسی وجہ سے اُس زمانے کے علماء نے تقلید شخصی واجب لغیرہ نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ جس کسی کو جو صحابی مسئلہ بیان کرتا وہ اُسے مان لیتا۔ فی زمانہ شر و فساد زیادہ ہے اور اسے شر القرون بھی کہا جاتا ہے، لوگوں کے خیالات بھی گرد آلود، اذہان آزاد اور آوارہ، ہر کوئی مجتہد ہونے کا مدعی، آئمہ سلف پر طعن کرنے والا اور اس پر فخر کرنے والا۔ ایسے حالات میں تقلید واجب کروانا لازم ہو جاتا ہے، تاکہ عوام آزاد خیالی سے منع ہو سکے۔ کیونکہ وقت اور زمانے کی تبدیلی سے احکام میں تبدیلی ہو جاتی ہے، یعنی جب علت موجود ہو جاتی ہے یا معدوم تو حکم بدل جاتا ہے جیسے موجودہ زمانے میں خواتین نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مساجد میں حاضر نہیں ہو سکتیں، کیونکہ زمانہ فساد کا ہے ایسی بہت سی باتیں بدل گئی ہیں۔

اب آخر میں چند باتیں دیوبندیوں کی نقل کرتا ہوں:

۱۔ بعض آزاد اور غیر مقلدوں کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے سانڈ، اس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا، منہ کھونٹی نہ تھان۔ [1]

۲۔ غیر مقلد گستاخ اور بے ادب ہوتے ہیں، بڑے جری ہیں اس باب میں۔ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ سوء خامہ کا خطرہ ہوتا ہے گستاخی کرنے والوں کے لئے۔ [2]

۳۔ عدم تقلید کا نتیجہ بے دینی ہے۔ [3]

۴۔ اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔ [4]

---

[1] (افاضات یومیہ، ج ۲، ص ۲۹۴)

[2] (افاضات، ج ۴، ص ۲۴)

[3] (افاضات، ج ۴، ص ۲۴۱)

[4] (تقدیم اھلحدیث، ص ۳)

۵۔ اہل حدیث کا فتنہ انگریز کی نظرِ کرم و مرہون منت ہے۔ [1]

۶۔ غیر مقلدی ہی بے دینی کا دروازہ ہے۔ [2]

۷۔ جو لوگ علمائے دین کی توہین کرتے ہیں اور طعن و تشنیع کرتے ہیں، قبر میں ان کا منہ قبلے سے پھر جاتا ہے۔ غیر مقلدین چونکہ ائمہ دین کو بُرا بھلا کہتے ہیں اس لئے اُن کے پیچھے نماز کو مکروہ فرمایا۔ [3]

۸۔ اما المصنفون فاضرهم تصنيفا غير المقلدين، ثم قال و اهل الهواء منهم غير مقلدين الذين يدعون اتباع الحديث و انى لهم ذلك۔ [4]

مطلب یہ ہے کہ ضرر ناک مصنفین غیر مقلدین ہیں۔ ان کی تصانیف ضرر رساں ہیں اور اہل ھویٰ (خواہشات نفسانی پر چلنے والے) بھی یہی غیر مقلدین ہیں، جو دعویٰ تو کرتے ہیں حدیث کی اتباع کی مگر یہ اتباع اُن کی قسمت میں کہاں؟

بلکہ غیر مقلدین سلف صالحین بالخصوص امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت بُری نسبت کرتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو بدعتی سے موسوم کرتے ہیں (لعنت اللہ علی الکاذبین) نیز مقلدین کو مشرک کہتے ہیں اور اپنے آپ کو موحدین! تقلید کو رسمِ جہلاء اور کتبِ فقہ کو گمراہی کے اسباب! در آن حالیکہ یہ خود اصل گمراہ ہیں کیونکہ یہ نکاحِ اربعہ سے بھی زائد نکاح جائز مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو عرش پر براجمان (معاذ اللہ)۔ یہ سب باتیں فتاویٰ امدادیہ میں ذکر کی جاچکی ہیں اور ان کے پیچھے اقتداء نماز نہیں ہو سکتی اور اگر کسی نے غلطی سے ایسا کیا بھی تو

---

[1] (انگریز اور اهل حدیث، بشیر احمد قادری)

[2] (مجالس حکیم الامت، مفتی محمد شفیع دیوبندی)

[3] (تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۱۸۲ یا ۲۸۲)

[4] (تلخیصات العشر، ص ۱۹۴)

نماز کا اعادہ واجب ہو گا۔(اور یہ فتویٰ علمائے دیوبند کا جاری کر دہ فتویٰ ہے)اور مکروہ تحریمی ہے۔ [1]

چنانچہ ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ غیر مقلدین کے ساتھ دینی اور دنیوی روابط بر قرار رکھنا سخت نقصان دہ اور مضر ہے۔ واللہ اعلم۔ اور فقہ کی کتابوں میں یہی ذکر موجود ہے کہ جو کوئی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کو انتقال کرے تو لائقِ تعزیر (سزا کا مستحق) ہے۔

عالمگیری اور درالمختار، باب التعزیر اور باب الشھادت میں مذکور ہے:

کہ ترد شھادتہ یعنی مردود الشھادت ہے اور اُس کی امامت بھی مکروہ اور مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی! لیکن ان میں راجح تحریمی ہے اور اگر حدیث مبارکہ میں صلوا خلف کل بر وفاجر آیاہے یعنی اگر نیک ہو یا بد تو اُس کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ "جواز مع کراہیت تحریمی" کا ہے۔

یا یہ فیصلہ حاکم وقت پر محمول ہو گا اگر اس سے فتنہ فساد ہونے کا احتمال ہو۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حجاج ملعون کے پیچھے نماز اس خوف کی وجہ سے پڑھ لیتے تھے کیونکہ وہ حاکمِ جابر اور ظالم تھا اور اگر دوسرا نیک امام موجود ہو تو پھر اول الذکر کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

حدیث مبارکہ ہے:

اجعلوا ائمتکم خیارکم، اھ۔ [2]

اب یہ بندہ مختصر طور پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مناقب کا ذکر کرتا ہے جن کے بارے میں غیر مقلدین اپنی گندی زبانوں سے کیا کچھ نہیں کہتے، کبھی کہتے ہیں کہ امام صاحب موصوف قیاس پہلے کرتے ہیں اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و

---

[1] (القول الفائق فی امامۃ الفاسق، فتاویٰ امدادیہ، ج ۱، ص ۹، تتمہ فتاویٰ امدادیہ، ص ۳۹، تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۸۲)

[2] (رواہ دار قطنی، حاشیہ نبراس، ص ۵۴۶)

اصحابہٖ وسلم پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن اُن کی یہ بات غلط اور افتراء ہے۔

کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں:

انا ناخذ اولاً بالکتاب ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة ونحمل لما يتفقون عليه فان اختلفوا لقسها حكما على حكم بجامع العلة وفي رواية انا نعمل اولاً بالكتاب اللّٰہ ثم بسنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ثم باحادیث ابی بکر وعثمان وعلی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم۔ [1]

حاصل کلام یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اول عمل کتاب اللہ پر، پھر حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر، اس کے بعد قیاس پر، بصورت اس کے کہ اتفاق واجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہ ہو (ایک مسئلہ پر)۔

ایک اور عبارت یہ ہے کہ:

قد دخل جعفر الصادق ومقاتل بن حیان وغیرهما علی الامام ابی حنیفة وقالا له قد بلغنا انک متکثر من القیاس فی دین اللّٰہ واول من قاس ابلیس فلاتقس فقال الامام ما اقوله لیس بقیاس فی نفس الامر وانما ذلک من القرآن قال تعالیٰ ما فرّطنا من الکتاب مِن شیءٍ ☐ و انما هو قیاس عند من لم یعطه اللّٰہ تعالیٰ الفهم فی القرآن۔ [2]

یعنی جعفر صادق اور چند حضرات امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے دین میں قیاس زیادہ کرتے ہو حالانکہ پہلا قیاس ابلیس نے کیا، پس تم قیاس مت کرو۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ میں جو بھی بات کرتا ہوں یہ حقیقتاً

---

[1] (المیزان الکبریٰ للشعرانی، ص ٦٣، فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام ابی حنیفة الی انه یقدم القیاس علی حدیث رسول اللّٰہ، مطبوعہ ترک)

[2] (میزان شعرانی، ص ١١، مطبوعہ ترک)

قیاس نہیں بلکہ میں قرآن سے کہتا ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور یہ اُن کو قیاس معلوم ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے فہم قرآن عطا نہیں فرمایا۔

اور علماء نے فرمایا ہے کہ مجتہدین کے خلاف کرنا منع ہے کیونکہ انہوں نے ادلہ شریعت کا احاطہ کیا ہوا ہوتا ہے اور اُن کو لُغاتِ عرب کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ یہ مسئلہ بھی میزان میں ص ۳۴ پر ذکر کیا گیا ہے۔

اور یہ کہ امام صاحب کا مذہب ایک بڑی نہر کی مانند ہے اور باقی مذاہب چھوٹی چھوٹی ندیاں ہیں اور یہ مسئلہ بھی میزان میں ص ۳۲ پر درج ہے۔

اور یہ حدیث مبارکہ کہ اختلاف امت رحمت ہے (اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)

اختلاف امتی رحمة و کان الاختلاف علی من قبلنا عذابا او قال ھلاکا۔ [1]

مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی اُمت کے علماء کا اختلاف رحمتِ خداوندی ہے اور اگلی امتوں کے لئے عذاب۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام صاحب کی مدح لکھ رہا تھا کہ عین اثناء میں ایک آدمی مکتوب لایا، میں نے پڑھا تو اس میں امام صاحب پر رد تھا، تو میں نے اُس سے کہا کہ تم امام صاحب کے کلام کو سمجھتے نہیں تو اس کا رد کیا کر پاؤ گے؟ جواباً اُس نے کہا کہ یہ تو میں نے امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مؤلف سے لیا ہے۔ تو میں نے اُس سے کہا کہ امام رازی کی نسبت امام صاحب کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے ایک شاگرد کی ایک استاد سے یا رعیت (رعایا کا ایک فرد) کا سُلطان

---

[1] (میزان، ص ۴۰)

سے۔(یعنی امام صاحب اُستاد کی حیثیت رکھتے ہیں اور امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن کے شاگرد کی یا امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان کی اور امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رعیت کی) یاستارے کی جو نسبت (مقابلہ) شمس سے۔

اور علمائے کرام نے دلیل واضح کے بغیر اپنے سلطان پر طعن کرنا حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح مقلد کا مجتہد پر طعن کرنا بھی حرام ہے۔ اور اسی طرح میں ایک آدمی کو امام صاحب کے اصحاب (پیروکار ساتھیوں پر) پر طعن کرنے سے منع کرتا تھا مگر وہ باز نہیں آتا تھا، تو ایک دن وہ زینے سے نیچے گر پڑا اور اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور آخرکار اسی حالت میں مر گیا۔

فاعلم ذلک و احفظ لسانک من طعن الائمۃ و اتباعھم، و اللہ اعلم۔[1]

اب اُن محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رہ چکے ہیں۔

امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد

۱۔ امام یحییٰ بن سعید القطان (تہذیب التہذیب)

۲۔ عبداللہ بن مبارک (تہذیب التہذیب)

اور آخر الذکر ایسے امام ہیں کہ جس کی جلالت (شان، درجہ، مرتبہ) پر اجماع ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری اور مسلم میں اُن سے بہت سی احادیث منقول فرمائیں۔[2]

۳۔ یحیٰی بن زکریا بن ابی زیاد (میزان الاعتدال)

---

[1] (میزان، ص ۶۲، ۶۳)

[2] (تھذیب الاسماء، تاریخ ابن خلکان)

۴۔ وکیع بن الجراح: یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں اور اکثر مسائل میں امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقلید فرماتے اور اُن کی شاگردی پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فخر کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۵۔ یزید بن ھارون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: ان مبارک کو بیس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں، یہ صاحب فرماتے تھے کہ میں نے امام صاحب سے بڑھ کر کوئی اچھی صحبت والا نہیں پایا۔ (تہذیب الکمال)

٦۔ داؤد الطائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: یہ حضرت صوفیائے کرام کے مُرشدِ کامل ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلمیذ رشید ہیں) آپ سے مسائل پوچھتے۔ (ابن خلکان)

۷۔ امام زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صاحب الحدیث کہا جاتا ہے۔ (تہذیب الاسماء نووی)

۸۔ امام عبد الرزاق بن ھمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو احد الاعلام الثقات کے نام سے یاد فرمایا ہے اور بخاری اور مسلم اُن کی روایات سے بھری پڑی ہیں۔ یہ صاحب امام اعظم کے شاگرد ہیں اور جامع عبد الرزاق آپ کی کتاب ہے۔ اس کتاب کو علامہ ذہبی نے خزینۂ علم سے موسوم کیا ہے یہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب سے بڑھ کر میں نے اور کسی کو حلیم نہیں پایا۔ (بحوالہ میزان الذہبی ابن خلکان)

۹۔ حفص بن غیاث: یہ عظیم المرتبت محدث ہونے کے علاوہ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد بھی ہیں۔ (ذہبی)

۱۰۔ قاسم بن معن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۔ اسد بن عمرو

۱۲۔ علی بن المسیر ۱۳۔ عافیہ بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۴۔ حضرت عبان: ابن ماجہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔

۱۵۔ حضرت مندل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ: یہ صاحب ابن حبان کے بھائی ہیں اور امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

اب اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ جو احناف ہیں:

احناف اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

۱۔ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۔ شفیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۔ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۔ ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۵۔ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۶۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷۔ داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۸۔ عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۹۔ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰۔ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۱۔ ابو بکر ورّاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۲۔ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۳۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۴۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۵۔ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۶۔ خواجہ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۷۔خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۸۔خواجہ جلال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۱۹۔خواجہ فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۰۔خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۱۔خواجہ علی رامتینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۲۔حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۳۔خواجہ داتا گنج بخش لاہور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۴۔خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۵۔حضرت میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۶۔بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۲۷۔سید علی صابری کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۸۔مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۲۹۔موسیٰ پاک شہید ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۰۔قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۱۔حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۲۔شاہ محمد غوث لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۳۔حضرت شاہ محمد گوالیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۴۔حضرت بو علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۵۔شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۶۔شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۷۔شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۸۔ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۳۹۔ میران حسین زنجانی لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۰۔ حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۱۔ حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (اوچ شریف)

۴۲۔ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۴۳۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۴۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اسی طرح اور بھی اولیاء اللہ حنفی المذہب ہیں۔ جب ایسے محدثین اور اولیاء اللہ اور مفسرین مقلدین ہیں اور بالخصوص حنفی المذہب بھی، تو غیر مقلدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے آپ کو شیطان کے شطن، مکر اور فریب سے بچائیں۔ بے ثمر عداوت اور ضد سے باز آجائیں اور شیطان کی طرح تاوقت آخر سرکشی پر ڈٹے نہ رہیں۔ توبۃ النصوح تمام روحانی بیماریوں کا علاج اور ظاہری وجود کی پاکی، عدم تقلید صریح غلطی اور خطاکاری ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس غلط عقیدے اور علمائے کرام کی بے ادبی اور گستاخی سے بچائے۔ (آمین یارب العالمین)

اللھم اغفر للکاتب و القاری و الناظر و العامل لھذہ المسائل و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

الباب الخامس اجماع علماء سرحد علی ان ابن تیمیه ضال و مضل

ابن عبد الوہاب نجدی کے خلاف علمائے سرحد کا متفقہ فیصلہ

علمائے دیوبند صوبہ خیبر پختونخواہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ابن عبدالوہاب بالاتفاق جمہور علماء اور فقہاء کے نزدیک خارجی ہے اور اُس کے برائے نام معتقدین اور برائے نام موحدین بھی وہابی اور خارجی ہیں۔ مزید تحقیق کے لئے انگریز جاسوس کی لکھی ہوئی کتاب ''ہمفرے کے اعترافات'' (THE CONFESSIONS OF HUMPHERY) ضرور ملاحظہ فرمایئے کہ اس انگریز نے کس طرح ابن عبدالوہاب کو دامِ تزویر میں پھنسا کر دعویٰ نبوت تک قریب قریب پہنچایا۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۵ کو بمطابق اشہار مجلس اہل سنت وجماعت حنفی المسلک، تحصیل صوابی، ضلع پشاور، جامع مسجد اکرم خان میں ایک عظیم الشان دینی اجتماع ہوا۔ اُس اجتماع میں درج ذیل فتویٰ متفقہ طور پر منظور اور شائع کیا گیا:

''اخراج المنافقین عن مساجد المؤمنین''

ابن عبدالوہاب نجدی کے معتقدین کو وہابی کہتے ہیں۔ [1]

مولوی حسین احمد مدنی نے ''الشہاب الثاقب'' میں لکھا ہے کہ وہابی یہودیوں، نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں سے بھی بدتر ہیں۔

اللہ جل جلالہٗ ہمیں وہابیوں کے بُرے عقائد اور اعمالِ بد سے بچائیں۔ آمین۔

۷۰۵ھ (۱۱۰٦ء) میں ابن تیمیہ ظاہری وخارجی مدرسۂ مصر میں خدا کو مجسم کہتا تھا اور سفر زیارت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حرام بھی کہتا تھا، لہٰذا عقیدۂ ابن تیمیہ اجماع

---

[1] (فتاویٰ رشیدیہ)

کے خلاف ہے اور جو کوئی بھی ابن تیمیہ کے عقیدے کا حامل ہو تو اُس کا خون اور مال حلال ہے (یعنی اس کا خون کرنا اور مال لوٹنا حلال ہے۔)[1]

کتاب انوار محمدی ۱۳۵۵ھ باہتمام محمد شفیع ابن جناب حاجی محمد سعید صاحب دیوبندی بماہِ مئی، ۱۹۳۶ء در مطبع مجیدی کانپوری، ص۳۵ پر تحریر موجود ہے کہ ایک شخص عبد العباس بن تیمی جفائی کہ نام اُس کا تقی الدین تھا۔ چنانچہ تاج الدین ابو الحسن سبکی نے اپنی مسند میں اس کا حال خوب لکھا ہے کہ اُس نے کتاب التوحید تصنیف کی جس میں رد ہے مذاہب اربعہ کا۔ اور شیخ ابو یعلیٰ موصلی نے اُس کا رد لکھا ہے اور بادشاہِ مصر نے بموجب فتویٰ شیخ مذکور سب علماء کو جمع کیا اور شیخ برہان الدین اور تقی الدین جو قاضی تھے اُس زمانے میں ازہر مصر کے، اُن سے فتویٰ پوچھا کہ اس شخص کو کیا سزا دی جائے؟ شیخ تقی الدین نے کہا: روبرو سب علماء کے اُس کو منبر پر حکم دو کہ اپنا عقیدہ بیان کرے۔ چنانچہ ابن تیمیہ نے اپنا عقیدہ بیان کیا اور اس میں یہ بھی بیان کیا کہ جو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی زیارت کے لئے جائے، کافر ہے۔ تب قاضی برہان الدین نے اُس سے پوچھا کہ جو حدیث میں آیا ہے کہ میری قبر کی زیارت و حفاظت ستر ہزار (۷۰،۰۰۰) فرشتے قیامت تک کرتے رہیں گے اور وہ فرشتے روز نئے نئے آتے ہیں۔ (بحوالہ: جواہر البحار، ج۲، ص۳۷۱، انوار محمدی من المواھب اللدنیہ، ص۳۲۱، مشکوٰۃ المصابیح، ص۵۴۶، جلاء الافھام ابن قیم، ص۶۸) اُن فرشتوں کے حق میں کیا کہتے ہو؟ جس پر ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک وہ فرشتے بھی کافر ہیں۔ (**العیاذ باللہ تعالیٰ**) (اس پر) تو قاضی برہان الدین نے اُسے منبر پر سے ہاتھ پکڑ کر اتار دیا، اور خود

---

[1] (حاشیہ نبراس، جواھر الایقان، اثبات الاغراض، ص ۳۲، ۳۳)

منبر پر کھڑے ہو کر بعد حمد وصلوٰۃ اور بیان عقائد اہلسنت وجماعت کے حکم دیا کہ اس کا قتل واجب ہے اور جو اس کے مطیع ہوں اُن کا قتل بھی واجب ہے اور اُن کی عورتیں لینا جائز ہے۔

القصہ مختصر ابن تیمیہ مر گیا اور لاش اُس کی گھوڑے پر ڈال دی گئی اور کسی نے نماز جنازہ تک نہیں پڑھی۔ چنانچہ وہ کتاب قوم السیر میں اب تک رائج ہے۔

ابن تیمیہ تاریخ کی نظر میں (اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مدیر وناشر: سید قاسم محمود، شاہکار بک فاؤنڈیشن، بی ۴۳۷۔۱۱۔۱۷۔ شمالی کراچی ۳۶، یکم جنوری ۱۹۸۴ء مترجم)		
ابن تیمیہ کی پیدائش (ہجری)	۱۰ ربیع الاول، ۶۶۱ھ	۶۷ سال ۸ ماہ دس دن
ابن تیمیہ کا انتقال (ہجری)	۲۰ ذی قعد ۷۲۸ھ	
ابن تیمیہ کی پیدائش (عیسوی)	۲۳ مارچ، ۱۲۶۳ء	۶۵ سال ۸ ماہ اور دو دن
ابن تیمیہ کا انتقال (عیسوی)	۲۷ ستمبر، ۱۳۲۸ء	

سن عیسوی میں ابن تیمیہ کی عمر ۶۵ سال ۸ ماہ اور ۲ دن جبکہ سن ہجری میں ۶۷ سال ۸ ماہ اور ۱۰ دن ہے۔ عمر کا یہ فرق ہجری اور عیسوی سالوں میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ قابل نظر انداز ہے۔

ابن تیمیہ کا شجرۂ نسب

تقی الدین بن ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبد الحلیم بن مجد د الدین عبد السلام بن عبد اللہ بن الخضر بن محمد بن الخضر بن علی بن عبد اللہ بن تیمیہ الحرانی الحنبلی عالم دین، فقیہہ اور مجد د علماء و فضلاء کے خاندان میں حران (شام) میں پیدا ہوئے۔ بیس (۲۰) ہی برس میں قرآن، فقہ اور مناظرہ واستدلال میں مہارت پیدا کر لی اور بڑے علماء میں شمار ہونے لگے۔ ۶۹۱ھ / ۱۲۹۳ء میں حج کیا۔ یہ وہ دور تھا جب اسلام میں فرقوں کی بہتات ہو چکی تھی۔ بدعات عام تھیں، رسومات، قبر پرستی اور پیر پرستی اپنے جوبن پر تھی۔ مسلمان اسلام کی صحیح تعلیمات سے کوسوں دور تھے۔ ابن تیمیہ نے ان تمام باطل عقائد کے خلاف زبان و قلم سے جہاد کیا۔ مخالفین نے آپ کو بہت اذیتیں دیں کفر والحاد کے فتوے لگائے اور حکمرانوں کے کان بھر کر قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا۔

۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء سے آپ حنبلی فقہ کے استاد تھے۔ ۶۹۸ھ / ۱۲۹۹ء کو شافعی علماء کی مخالفت کی وجہ سے اس عہدے سے برطرف ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مختلف فرقوں اور اُن کی تعلیمات کے خلاف عملی اور قلمی جہاد شروع کر دیا۔

۱۸ شوال ۷۰۷ھ کو انہیں قاہرہ کے سلطان کے حکم سے حارۃ الدیلم میں قید کر دیا گیا۔ ڈیڑھ دو برس کی قید کے بعد سلطان الناصر نے اپنے مدرسے میں اُن کا تقرر کر دیا۔ ۷۱۲ھ میں دوبارہ دمشق پہنچے اور پھر سے مدرس کی جگہ سنبھالی۔ رجب ۷۲۰ھ بمطابق اگست ۱۳۲۰ء کو طلاق کی قسم پر فتویٰ دینے سے باز نہ رہنے پر چھ ماہ کے لئے قید کر دیا گیا۔ شعبان ۷۲۶ھ / جولائی ۱۳۲۶ء میں ایک بار پھر قبر پرستی (شاید زیارت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مخالفت میں) کے فتوے کے جرم میں قید کر دیا گیا۔

قید کے دوران انہوں نے تصانیف کا سلسلہ شروع کیا، دشمنوں کو یہ بھی پسند نہ آیا اور انہیں کتابوں، کاغذوں اور روشنائی (سیاہی) وغیرہ سے محروم کر دیا۔ اس صدمے سے ان کا انتقال ہو گیا۔ جنازہ بڑی دھوم دھام سے اُٹھا، دنیا کے ہر گوشے میں اُن کے لئے نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

ابن تیمیہ قرآن وحدیث کی لفظی تفسیر کرتے تھے (ظاہری تھے)۔ خصوصاً خدا تعالیٰ کی تجسیم کا نظریہ اُن کے ذہن میں راسخ تھا، اگرچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیروکار تھے، مگر خود کو مجتہد کہتے تھے، بہت سے مسائل میں فقہاء سے اختلاف رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ادب کرتے مگر انہیں معصوم قرار دینے میں دوسروں کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ اُن کے نزدیک یہ خیال کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم محض سادہ ایمان وعقائد رکھتے تھے، انہیں تدبر و تفکر سے عاری قرار دینا ہے۔ دراصل صحابہ کو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حقانیت کا سبق دے رکھا تھا، اس لئے وہ شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک صوفیاء اور متکلمین ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ ابن تیمیہ کا اصول استدلال قرآن مجید کو اپنا ماخذ بناتا، اس کے بعد سنت وحدیث سے استنباط کیا جاتا، پھر روایت کے طریقے پرکھتے اور بعد ازاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریق پر اُسے جانچتے۔

ابن تیمیہ شاعری بھی کرتے تھے۔ اُن کے اشعار "البرایہ"، "فتاویٰ حلبیہ" اور "طبقاتِ سُبکی" میں موجود ہیں۔ یہ شاعری کبھی بھی اُن کے لئے باعث افتخار نہیں تھی۔

اکثر علماء نے ابن تیمیہ کو کافر اور ملحد قرار دیا ہے، بعض انہیں راہِ راست سے بھٹکا ہوا سمجھتے ہیں، خصوصاً ابن بطوطہ، عبد الوہاب، تقی الدین سبکی اور ابو حیان الظاہری کے نزدیک اسے شیخ الاسلام کہنے

والا بھی کفر کے دائرے میں داخل ہے۔ تاہم ان کی تعریف اور پیروی کرنے والوں کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی ہے، اُن کے شاگرد ابن قیم الجوزی نے اُن کی تعلیمات کو حتی المقدور پھیلایا۔

ابن قدامہ، محمود آلوسی، محمد بن عبد الوہاب نجدی، شاہ ولی اللہ، ابو الکلام آزاد اور باقر آگاہ ابن تیمیہ ہی کی تعلیمات اور تصانیف کے زیر اثر ملت اسلامیہ کی اصلاح اور احیاء کے لئے کوشاں رہے۔ ابن تیمیہ نے تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، لُغت، فلکیات، الجبرا، ریاضی، علوم عقلی و نقلی اور تقابل ادیان کے موضوعات پر پانچ سو(۵۰۰) سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ غلام جیلانی برق مشینی زبحہ کا قائل اور دو قرآن جیسی کتاب اور اپنے پیر برنا کی طرح ۱۹۶۸، ۶۹ء میں فتنہ وفساد پھیلانے والا اور صدیق حسن بھوپالی وہابی نے ۴۸۰ کتب کے نام حروف تہجی کی ترتیب سے دیئے ہیں۔ براکلمان نے ۱۵۳ محفوظ کتابوں کی فہرست دی ہے دائرۃ المعارف الاسلامیہ میں ۱۵۹ کتابوں کے نام درج ہیں۔

نوٹ:

ا۔ فاضل مؤلف نے ابن تیمیہ پر کفر، الحاد اور زندیقیت کا فتویٰ لگنے کے اصل اسباب اور وجوہات اور مابہ انزاع مسئلہ کی نقاب کشائی نہیں کی، کیونکہ جن اصحاب کا ذکر کیا اور جنھوں نے ابن تیمیہ پر کفر اور زندیق ہونے کا فتویٰ دیا، وہ تو اُس کے ہم عصر اور اُس کے پلے کے عالم تھے ہی، رہی اُس کی تصنیفات کی کثرت اور صدیق حسن خان بھوپالی اور غلام جیلانی برق تو اُن کے عقائد اگر ابن عبد الوہاب نجدی کے ہوں تو وہ بھی گمراہ، کافر اور ملحد ہونے سے نہیں بچ سکتے، کیونکہ ابھی ابھی ماضی قریب میں غلام احمد پرویز اور ذرا تھوڑی دور ماضی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی بہت سی خرافات لکھ کر امت مسلمہ میں ایک دراڑ ڈالی، جس کا ازالہ ابھی تک نہ ہو سکا، ایک ضرب المثل یا کہاوت مشہور ہے کہ تھوم نہ کھاتے تو منہ سے بدبو نہ آتی اور یہی تھوم اور بدبو اُس کے خدا کی تجسیم، نبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے روضہ کی زیارت کو حرام اور روضۂ اقدس کے محافظ فرشتوں کو کافر کہنے جیسی بدعقیدگی اور ضلالت کی ہے۔

۲۔ کتاب امام الزنادقہ (بزبان پشتو) اور مترجم کی اردو ورژن میں ابن تیمیہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کا سارا عمل مصر میں ہوا۔ اس کو سولی دے کر گھوڑے پر ڈال کر بغیر نماز جنازہ کے اٹھوا کر صحرا میں کہیں پھینک دیا گیا تھا۔ جبکہ اسلامک انسائیکلوپیڈیا کے مؤلف سید قاسم محمود صاحب شاہکار بک فاؤنڈیشن کے چھاپے ہوئے دائرۃ المعارف کے صفحہ نمبر ۵۷ سطر ۲۱ پر لکھتے ہیں کہ اس (ابن تیمیہ) کا جنازہ بڑی دھوم دھام سے اٹھا، دنیا کے گوشے گوشے میں اُن کے لئے نماز جنازہ پڑھی گئی۔

انتقاد: ''کتاب امام الزنادقہ'' صوبہ سرحد کے جید علماء (۸۹) نے متفقہ اور مشترکہ طور پر یہ کتاب چھپوادی۔ وہابی تحریک اور ابن تیمیہ کے خیالاتِ زندیقانہ سے متاثر School of Thought (مکتبۂ فکر) والوں کے لئے اُس کی موت کا واقعہ جو اس کتاب میں مذکور ہے اور قاسم محمود صاحب کے ادبی الفاظ اور اس کے احترام سے مملو جملے آپس میں متضاد ہیں۔ مذہبی عقائد پر استوار دلائل اور صحافت اور زبانِ ادب میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک کا تعلق ایمان، ایقان اور عقیدے سے ہوتا ہے تو دوسرا تو دوسرا ٹائن بی اور لیوٹالسٹائی کو انسانیت کا خیر خواہ پیش کرتا ہوا تھکتا نہیں۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا، مدیر وناشر: سید قاسم محمود، شاہکار بُک فاؤنڈیشن، بی۷-۴۳-۱۱-۱۷-شمالی کراچی ۳۶، یکم جنوری ۱۹۸۴ء، ص ص ۵۷-۵۸ (مترجم))

بابت تبلیغی ووہابی عقائد

ا۔ ''خدا سب کچھ کر سکتا ہے، مخلوق کچھ بھی نہیں کر سکتی'' یا خدا سے ''ہونے'' کا یقین رکھنا، یا ''جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے'' یہ واوین میں بند جملے اور الفاظ تبلیغیوں کے ہر دم، ہر نفس، ہر

سائنس بولے مشہور مقولے ہیں۔ متذکرہ بالا جملے "جو کچھ کرتا ہے خدا ہی کرتا ہے" میں دنیا کے سارے اُمور سمٹ کر آجاتے ہیں، خواہ افعال بد ہوں یا نیک افعال مثلاً کھانا، پینا، کھیتی باڑی کرنا، ملازمت کرنا، گاڑی چلانا، درس دینا، دھوکہ دہی، رشوت لینا، زنا، چوری، شراب خوری یا قتل وغیرہ کرنا۔ یعنی "سب کچھ کرنے" میں یہ سب کچھ شامل ہیں۔ بہ الفاظ دیگر تبلیغی حضرات عقیدتاً یہ سارے مذکورہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے تسلیم کرتے ہیں۔(نعوذباللہ من ذلک)

مسلمان بھائیو! اوپر جو بیانیہ جملے لکھے گئے ہیں اور اُن کا جو مقصد اور غایت ہے یہ مرجیہ، جبریہ فرقے کے عقائد ہیں جو کہتے ہیں کہ انسان مجبورِ محض ہے اور تمام کاموں کا کاسب (کرنے والا) اللہ تعالیٰ ہے۔

صِنْفَانِ مِنْ أُمَّتِي لَيْسَ لَهُمَا فِي الإِسْلَامِ نَصِيبٌ: المُرْجِئَةُ وَالقَدَرِيَّةُ۔

ترجمہ: میری اُمت کے دو فرقے (ٹولیاں) ہیں جن کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں اور وہ مرجیہ اور قدریہ ہیں۔[1]

مسلمانو! دیکھو مرجیہ خارج از اسلام ٹولہ ہے یہ انسان کو مجبور محض مانتا ہے اور ایسا ہی عقیدہ تبلیغیوں کا بھی (انسان کچھ نہیں کر سکتا) ہے۔ جب کہ اس کے برعکس اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان نہ مجبور محض ہے اور نہ مختارِ کل، کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، اور ان کا "کاسب" انسان ہے۔ جبکہ پیغمبروں اور انبیاء علیہم السلام کا یہ عقیدہ ہے کہ مخلوق بھی کچھ کر سکتی ہے۔ مثلاً:

ا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت دینے کی دعا مانگتے ہیں تاکہ آنجناب کی مدد ہو۔

---

[1](سنن الترمذی، ج۴، ص ۴۵۴، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، مشكاة المصابيح، ج ا، ص ۴۷۲)

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام مخلوق کو بلقیس کا تختِ شاہی لانے کو فرماتے ہیں یعنی مخلوق سے کچھ کرنے (ہونے) کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں سے فرماتے ہیں کہ کون برائے خدا میری مدد کرے گا یعنی مخلوق سے مدد مانگنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قبول اسلام کی دعا فرماتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی پشتی اور مضبوطی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَانَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ (الأنبياء ٦٩)

ترجمہ: ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر۔

آگ بھی مخلوق ہے، اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ آگ کیا کچھ کر سکتی ہے، اسی وجہ سے اُسے حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً (البقرة ٣٠)

ترجمہ: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں پیدا فرمایا تاکہ زمین کو جنت کے نمونے پر آباد فرمائے، اگر ایسا نہ ہو تو پھر تو انسان اور حجر برابر ہوتے اور ایسا ہو تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ اور عطا کردہ طاقت اور اختیار کے مُنکر (انکار کرنے والے) ٹھہرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى (المائدة ٢)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔

اگر بہ فرضِ محال انسان کچھ نہ کر سکتا، تو اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے کیوں کہتا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رُسل اور پیغمبر فرماتے ہیں کہ انسان کچھ کر سکتا ہے۔

اور جدید دور کا تبلیغی فرقہ کہتا ہے کہ انسان کچھ نہیں کر سکتا! دوسرے معنوں میں یہ انسان کے ہاتھ، پاؤں، پیر حتیٰ کہ ذہن اور دماغ کو جمود کی طرف لے جا کر صفر کر دیتا ہے۔

اسی لئے مسلمانو! فیصلہ آپ پر کہ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا حکم مانیں یا کہ موجودہ دور کے تبلیغی فرقہ کا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (النساء ۵۹)

ترجمہ: حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے سارے کام خدا کے حکم سے ہو رہے ہیں تو اُن کے جواب میں عرض ہے کہ خدائے برتر بُرے کاموں کا حکم نہیں دیتا بلکہ وہ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ (یوسف ۵۳)

ترجمہ: بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

چلو یہ فیصلہ بھی قرآن مجید ہی پر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس بارے میں قرآن مجید کیا کہتا ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا (ص ۲۷)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے یہ کافروں کا گمان ہے۔

پس ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن پاک نے کفر کا حکم دیا۔ باقی خوشی اور مرضی آپ

لوگوں کی کہ آپ لوگ کیا پسند کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (الأعراف ۲۷)

ترجمہ: بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (یعنی شیطانوں کو بے ایمانوں کے لئے مددگار بنایا)

جب بھی آپ ان فرقہ والوں کو بحث و مباحثہ کی دعوت دیں یا اُن سے اُن کی صداقت اور سچائی کا ثبوت مانگیں تو اُن کا جواب یہ کہہ کر پہلو تہی کرنا ہوتا ہے کہ وہ بحث و مباحثہ نہیں کرتے کیونکہ اُن کے پیشواؤں نے اُنہیں ایسا کرنے سے منع کیا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ (النور ۱۳)

ترجمہ: اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔

رفتہ رفتہ دعویٰ پیغمبری کی طرف پیش قدمی

تبلیغیوں کا پیشوا اور مقتدیٰ الیاس دہلوی کہتا ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران ۱۱۰) کی تفسیر کا القاء مجھے خواب میں اس طرح ہوا: (کہ اے الیاس) تم بمثل نبی لوگوں میں ظاہر کئے گئے ہو۔[1]

دیکھو مسلمان بھائیو! مندرجہ بالا آیت محمد مصطفیٰ و مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر

---

[1] (بحوالہ ملفوظات الیاس، ص ۴۵)

چودہ سو سال پہلے نازل ہوئی تھی اور اس کی تفسیر ابھی نامبردہ الیاس پر نازل ہوئی، دونوں خدا کی جانب سے ہیں تو کون بدبخت مؤخر الذکر پر ایمان لائے گا؟ اور نبیٔ صادق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر ایمان نہیں لائے گا؟

حدیث مبارکہ ہے:

انی لست مثلکم۔

ترجمہ: میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔

انی لست کھیئتکم۔

ترجمہ: میں تمہاری طرح (ہیئت پر) نہیں ہوں۔

ایکم مثلی۔

ترجمہ: تم میں سے کون میری مثل ہے؟

مثل دو دفعہ اور ہیئت ایک دفعہ استعمال ہوا ہے۔ مثل کے معنی میرے برابر درجہ کے لحاظ سے اور ہیئت بمعنی جسمانی اوصافِ مطہرہ کے لحاظ سے۔

عَنْ علِيٍّ، رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہُ لَم أَرَ قَبلَہُ و لاَ بَعدہُ مِثلَہُ صَلی اللہ عَلَيہ و سَلم۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی مثل نہ پہلے کسی کو دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے بعد۔[1]

مگر آج "الیاس" آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے مثل پیدا ہوئے" اور یہی طریقہ کفار کا تھا کہ جو نبیوں کو اپنے مثل کہا کرتے، مثال کے طور پر نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم نے اپنے مثل کہا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون، حضرت شعیب علیہم السلام اور حضور صلی

---

[1](تاریخ الکبیر للبخاری، ج ۱، ص ۷، الطبعۃ: دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد-الدکن)

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو کفار نے اپنا مثل کہا۔ کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ایک مسلمان اُمتی نے اپنے نبی کو اپنی مثل کہا ہو۔ بلکہ یہ طریقہ کفار ہی کا ہے۔ "الیاس" اپنے آپ کو اور اپنے تابعین (تبلیغیوں) کو پیغمبرانِ خدا سے برتر سمجھتے ہیں۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہے تو ہم وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیں گے جو رسول لاکھوں جتن کے باوجود نہ کر سکے۔ [1]

اسی لئے تو الیاس کہتا ہے کہ اگر مخاطب، تبلیغ کا اثر قبول کر لے اور ایمان لائے تو مخاطب کا فائدہ ہی فائدہ۔ [2]

الیاس یہ بھی کہتا ہے کہ تبلیغ کا یہی طریقہ مجھے خواب میں بتلایا گیا ہے۔ [3]

چنانچہ تبلیغی الیاس کے اس بیان اور دعوے سے یا اُس کی اِس عبارت سے دو باتیں ظاہر ہوئیں، اول یہ کہ اُن کی یہ تبلیغ مطلق "کفار" کو مخاطب کرتی ہے، دوم یہ کہ اُن کی تبلیغ کے مخاطب تمام مسلمان کافر ہیں (جیسے قادیانی ملعون سارے مسلمانوں کو کافر کہا کرتا تھا)۔ اسی وجہ سے اُس کی شرط یہ ہے کہ "اگر وہ ایمان لائیں" (یعنی تمام مسلمان)۔

اس کی دوسری عبارت کے مفہوم سے ظاہر ہوتا ہے کہ تبلیغ کا اُن کا موجودہ طریقہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہیں بلکہ الیاس کا ایجاد کردہ ہے، جو یقیناً ہے بھی۔

تبلیغی ٹولہ جھوٹ بول کر لوگوں کو باور کرواتا ہے کہ تبلیغ کا یہی طریقہ سنت نبوی اور سنتِ صحابہ کے عین مطابق ہے۔ نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ

---

[1] (بحوالہ مکاتیب الیاس)
[2] (ملفوظات الیاس)
[3] (ملفوظات الیاس)

تعالیٰ عنہم سروں پر بستر اٹھائے کفار کے پیچھے تبلیغ کرتے چلتے پھرتے نظر آتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں:

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَمَسْجِدِي هَذَا۔

ترجمہ: ان تینوں مساجد کے علاوہ کہیں اور بستر باندھ کر مت چلو (ثواب کی نیت سے):

۱۔ مسجد حرام ۲۔ مسجدِ اقصیٰ ۳۔ مسجدِ نبوی [1]

بیت اللہ شریف میں نماز کا اجر و ثواب ایک لاکھ، مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پچاس ہزار اور مسجدِ اقصیٰ میں پچاس ہزار ہے۔ [2]

اس کے مقابلے میں تبلیغیوں کے رائے ونڈ میں ایک نماز کا اجر یا ثواب اُنچاس کروڑ ہے۔

(ببیں ایں تفاوت ست از کُجا تا بہ کُجا)

شبِ جمعہ

حدیث شریف: لَا تَخْتَصُّوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي۔

ترجمہ: تم لوگ شب جمعہ کو دوسری راتوں پر (عبادت کے لئے) خاص مت کرو۔ (مطلب یہ کہ دوسری راتوں پر عبادت کے لئے شب جمعہ کو ہی فوقیت نہ دو) [3]

اور قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُدًى لِلْمُتَّقِينَ (البقرة ۲)

---

[1] (مشكوٰة المصابيح، ج ۱، ص ۲۱۹، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

[2] (مشکوٰۃ شریف)

[3] (مشكوٰة المصابيح، ج ۱، ص ٦۳٦، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)

مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اس کے مقابلے میں تبلیغی نصاب کی تعلیم دیتے ہیں، نصاب کسی دینی یا دُنیوی مدرسے میں ایک مخصوص یا معینہ وقت میں خاص کتابوں کی پڑھائی اور اُن کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے اور اُن کی فہم پر دسترس حاصل کرنے کا نام ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا:

سیکون فی آخر الزمان دیدان القراء فمن ادرک ذلک فلیتعوذ باللہ۔

ترجمہ: آخری زمانہ میں مچھروں اور چیونٹیوں کی مانند ہر طرف سے ملا ٹوری (تصغیر ملا) نکل پڑیں گے۔ تو جو کوئی اس زمانہ کو پالے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔

اعلانِ وہابیت

تبلیغیوں کا پیشوا اور مقتدیٰ منظور نعمانی کہتا ہے کہ وہ بڑی صفائی کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑا وہابی ہے۔ اور اس کے جواب میں ایک اور تبلیغی رہنما اور ''تبلیغی نصاب'' کا مصنف ''زکریا'' ببانگ دہل کہتا ہے کہ میں تجھ (منظور نعمانی) سے بڑا وہابی ہوں۔

دیوبند کے ایک اور بڑے ملا صاحب رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی کے پیروکاروں کو ''وہابی'' کہتے ہیں۔ [1]

وہابی، وہابیوں کے علاوہ باقی سارے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے۔ [2]

ابن عبدالوہاب نجدی یہ بھی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا روضہ مبارک ڈھے جانے کے قابل ہے (نعوذ باللہ من ذلک)۔ اور ابن عبدالوہاب نجدی یہ بھی کہتا ہے

---

[1] (فتاویٰ رشیدیہ)

[2] (الشھاب الثاقب)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے میرا یہ عصا بہتر ہے۔(**معاذ اللہ**)

یہ تھا تبلیغیوں کا "وہابیت" کا اعلان اور "وہابیوں" کا کفر!! ان تمام حقائق واثبات سے اظہر من الشمس ہے کہ تبلیغی جماعت اصلاً و معنویً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی تعلیمات واحادیث کے برخلاف سفر کر رہے ہیں۔

جبریہ فرقے کا عقیدہ یا عقیدۂ فرقۂ جبریہ

مسلمانو! آج کل جبریہ فرقے کے عقیدے کا بڑے زور و شور سے پرچار ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے اس فرقہ کے عقائد کی معتبر کتابوں کی روشنی میں ان کا عقیدہ واضح کر رہا ہوں تاکہ عامۃ المسلمین (عام اور سادہ لوح مسلمان) ان سے اپنے آپ کو محفوظ اور بچا کے رکھیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکہتر (۷۱) فرقے اور یہودیوں کے بہتر (۷۲) فرقے اور میری اُمت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے۔ ان تہتر فرقوں میں ایک فرقہ ناجیہ (نجات یافتہ) ہو گا اور باقی بہتر (۷۲) فرقے جہنمی ہوں گے۔ ناجیہ فرقہ اہل سنت وجماعت والوں کا ہے جس میں مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) شامل ہیں اور باقی بہتر (۷۲) فرقوں میں سے ایک فرقہ جبریہ ہے۔

۱۔ "شرح عقائد" میں ہے:

وللعباد أفعال اختيارية يثابون بها إن كانت طاعة ويعاقبون عليها إن كانت معصية، لا كمازعمت الجبرية من أنه لا فعل للعبد أصلاً وأن حركاته بمنزلة حركات الجمادات لا قدرة للعبد عليها ولا قصد ولا اختيار۔[1]

---

[1] (شرح عقائد النسفی، ج ۱، ص ۴۹، مکتبۃ أهل السنة والجماعة)

ترجمہ: مخلوق (انس وجن) کے لئے اختیاری افعال (جو وہ اپنے اختیار سے کر سکتے ہیں) ہیں اگر نیک افعال ہوں تو اسے ثواب (نیک بدلہ، اجر) دیا جائے گا اور اگر افعال بد ہوں تو عذاب۔ لیکن "جبریہ" کے گمان اور خیال کے مطابق بالکل نہیں۔ جو کہتے ہیں کہ مخلوق کے لئے "فعل" بالکل نہیں اور ان کی حیثیت بمنزلہ "جمادات" کے ہے، جس طرح جمادات کو حرکت دی جائے تو وہ حرکت میں آجاتی ہیں مثلاً جب پتھر کو لڑکھڑایا جائے تو جہاں لڑکھڑانے والا چاہے اُسی طرف پتھر لڑھک جائے گا، مطلب یہ ہوا کہ انسان کا ہر کام "خدا" کی طرف سے اُس سے کرایا جاتا ہے، جیسے انگریزی میں کہتے ہیں: He is made to do so یا He is forced to do so یعنی مخلوق (انسان، جن) کو حرکات پر کوئی قابو، ارادہ اور اختیار حاصل نہیں۔

۲۔ نور الانوار حاشیہ قمر الاقمار میں ہے:

فانها متوسطة بين الجبر و القدر قوله بين القدر و الجبر، الخ۔۔ الجبرية قالوا ان العبد جماد لا قدرة له اصلا لا خالقة و لا كاسبة و يرد عليهم بطلان الثواب و العقاب۔

ترجمہ: جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ (بمعنی انسانی یا جناتی مخلوق) بمثل جماد (وہ چیز جو دائمی ساکن یعنی غیر متحرک ہو) کے ہیں۔ ان کے لئے قوت تخلیق اور قوت کسب نہیں اور اُن کے لئے "ثواب" اور "عذاب" کا وارد ہونا بالکل باطل ہے۔[1]

۳۔ اسی طرح نبراس میں جبریہ کے متعلق لکھا ہے:

وهو ان الفعل بقدرة الله وحدها و ليس للعبد قدرة و اختيار بل هو كالجماد۔

ترجمہ: جبریہ کا مذہب یہ ہے کہ مطلق "فعل" صرف اور صرف قدرت ذات کے پاس ہے اور بندہ کے لئے قدرت و اختیار بالکل نہیں، بلکہ بندہ مثلِ جماد (پتھر) ہے۔[1]

---

[1](نور الانوار حاشیہ قمر الاقمار، ص ۳)

۴۔اسی طرح تفسیر صاوی میں ہے:

إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْإِحْسَانِ (النحل ۹۰) ای بالتوحید و الانصاف فی الاعتقاد نسبة الافعال کلھا للہ و نسبة الکسب للعبد خلافا للجبریة و المعتزلة فالفرقة الاولی نفت الکسب اصلاو قالوا العبد کالخیط المعلق فی الھواء لا فعل له اصلا تعذیب اللہ له ظلم و ھؤلاء کفار۔

اعتقادات میں انصاف یہ ہے کہ تمام افعال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور "کسبِ افعال" کی نسبت بندہ کی طرف، بخلافِ جبریہ اور معتزلہ کے جن میں اول الذکر کسب بندہ کی نفی کرتا ہے (یعنی وہ کاسب مانتا ہی نہیں) یہ کہتا ہے کہ بندہ ہوا میں معلق تاگے کی مانند ہے، ہوا جب چاہے اُسے ہلا سکتی ہے۔ مثال کے معنی یہ ہیں کہ ہوا (بمثل خدا) اور تاگہ (بمثل بندہ) اسی لئے اللہ تعالیٰ کا بندہ کو سزا دینا بالکل ظلم ہے اور اسی وجہ سے یہ فرقہ کافر ہے۔[2]

۵۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

فرقہ مرجیہ جبریہ است کہ گویند کہ بندہ را فعلے نیست واورا مدخلے واختیارے اصلا نہ دارد ونسبتِ فعل بوے، بمنزلہ نسبت بجمادات ہست چنانکہ گویند آسیہ گشت چوں وجوئے روان شد۔

مرجیہ نام ہے جبریہ فرقے کا، ان کا کہنا ہے کہ بندہ کے لئے کوئی فعل نہیں اور نہ ہی بندہ کے لئے "فعل" میں کوئی دخل اور اختیار ہے "فعل" کی نسبت بندہ کی طرف کرنا گویا "پتھر" کی طرف فعل کی نسبت کرنا ہے (مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ کہا جائے کہ پتھر نے وہ کیا، ایسا کیا وغیرہ)۔[3]

---

[1](نبراس، ص ۲۷۲)
[2](تفسیر صاوی، ص ۲۷۲)
[3](اشعۃاللمعات، ج ۱۰، ص ۱۱۲)

یایوں کہیئے جیسا کہ ایک معتزلہ العقیدہ شاعر نے کہا ہے:

جو کچھ کیا سو تُم نے کیا، ہم کو عبث بدنام کیا

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ ندی چلی تو پن چکی گھومنے لگی۔

برادرانِ اسلام! اگر تبلیغیوں کی مکمل حقیقت جاننا چاہتے ہیں تو رسالہ "اخراج المنافقین" کا مزید مطالعہ ضرور کیجیئے۔

تبلیغی جماعت کی خود ساختہ ضرب اور حاصل ضرب کا تحقیقی جواب

علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جب کوئی رائے ونڈ کے اجتماع میں ہو تو اُس کی ایک نماز کا اجر انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہو جاتا ہے، اور جو کوئی اپنے اہل وعیال یعنی بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اس کا اجر وثواب رائے ونڈ جانے اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا!**

اپنے گاؤں، گھر اور قریئے میں رہتے ہوئے اپنے بال بچوں پر خرچ کرنا رائے ونڈ میں خرچ کرنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

ایک حدیث مبارکہ یوں ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رَقَبَةٍ، وَدِينَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهِ عَلَى مِسْكِينٍ، وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ، أَعْظَمُهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ۔

ایک دینار وہ جسے تو اللہ تعالیٰ کی راہ (فی سبیل اللہ) یعنی جہاد بالسیف یا حج یا طلبِ علم کے دوران خرچ کرتا ہے اور دوسرا وہ دینار جسے تو خرچ کر کے کسی کی گردن کو غلامی سے آزاد کر دے، اور تیسرا وہ دینار جسے تو کسی مسکین پر خرچ کر دے اور چوتھا وہ دینار جسے تو اپنے اہل وعیال یعنی اپنے بال بچوں

کی کفالت پر خرچ کر دے، تو از روئے اجر و ثواب ان سب دیناروں میں وہ دینار بہترین ہے جو تو اپنے اہل و عیال پر صرف کرتا ہے۔[1]

پس اچھی طرح واضح ہوا کہ ایک دینار اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا رائے ونڈ کے فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

اور تبلیغی جماعت کے ایک سرکردہ کا یہ قول کہ جب سات لاکھ کو سات سو سے ضرب دی جائے تو حاصلِ ضرب انچاس کروڑ آتا ہے، مگر ہندسوں کی ضرب کی حد تک۔ رہا اس کا فقہی وجوب تو یہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بالکل صحیح نہیں۔ بلکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تکثیر مضروب کے اجزاء کا ہے یعنی تکثیر مضروب فیہ کے عدد کی قدر سے۔

مضروب: جسے ضرب دی جائے۔

مضروب فیہ: جس کے ساتھ ضرب دی جائے۔

مثلاً 2(مضروب)3x(مضروب فیہ)=6

اور مضروب کے اجزاء کی تکثیر فائدہ مند نہیں ہوتی، یعنی مضروب کی ذات میں زیادت کی۔ مثلاً ۴(مضروب فیہ)x۴(مضروب)=۱۶ چونیاں اور اگر یہ چونیاں پھر جمع کی جائیں تو وہی چار روپے۔ یہاں اس مثال میں مضروب فیہ (۴) کے اجزاء چار چونیاں مضروب کے صرف عددی قیمت سے بڑھتی جائیں گی یعنی مضروب فیہ کی بڑھوتری صرف اجزائی ہو گی اگر مضروب فیہ کو پیسوں کے اجزاء میں لیا جائے اور ۴x۶۴=۲۵۶ پیسے اور ۲۵۶ پیسے پھر ۴ روپے بنتے ہیں۔ جیسا کہ اصول فقہ میں ہے (کمافی اصول الفقہ)

---

[1](صحیح مسلم، ج۲، ص ۶۹۲، الناشر: دار إحیاء التراث العربي - بیروت)

تبلیغیوں کی اسی قسم کی ضرب کا ثبوت شارع اعظم سے کہیں بھی نہیں ملتا یہ ایک خلاف سنت عمل ہے جس کا اعتبار نہیں ہے۔ ابن ماجہ اور ابو داؤد کی حدیث میں ضرب کا ذکر ہی نہیں، صرف تضعیف اور ضعف (گُنّا نہیں بلکہ چند) کے الفاظ ہیں یعنی گُنّا نہیں بلکہ چند کے الفاظ۔

صاحب انوار محمود لکھتے ہیں:

امثال باعتبار الاجر والثواب بنابریں کہ اجر ایک یا دو تین نمازوں کا۔ لیکن جو لوگ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وساطت سے انچاس کروڑ حاصل ضرب بتاتے ہیں یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور یہ ایک بہت بڑا جرم ہے۔ [1]

مشکوٰۃ شریف میں ہے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

ترجمہ: جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء (جھوٹ) باندھا تو اُس نے اپنے لئے آگ میں ٹھکانہ بنایا۔ [2]

مزید یہ کہ اجر وثواب کی کثرت کا پتا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِخبار (خبر دینے) کے بغیر نہیں چلتا۔

چنانچہ "نبراس" میں ہے:

وانها ای کثرة الثواب لا تعرف الا باخبار الشارع۔

ترجمہ: اجر وثواب کی کثرت کا پتا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کے بغیر معلوم نہیں ہوتا۔ [3]

---

[1] (انوار محمود، ج۳، ص ۱۰۲)
[2] (مشكوٰة المصابيح، ج ۱، ص ۷۰، الناشر: المكتب الإسلامي - بيروت)
[3] (نبراس، ص ۹۸)

حاصل یہ کہ انچاس کروڑ کے حاصل ضرب نماز کا اجر اور اس کا ثبوت کسی بھی حدیث مبارکہ میں نہیں، ایسا عقیدہ رکھنا اور ایسا کہنا خلاف شریعت اور خلاف سنت کام اور قول ہے۔ اس سے احتراز کرنا لازم اور واجب کام ہے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ اعلم وعلمہ اتم

یہ وہابی کئی وجوہ کی بنا پر کافر ہیں

مِنْ وُجُوهٍ مِنْهَا أَنَّهُمْ يَسْتَخِفُّونَ بِالدِّينِ وَيَسْتَهْزِئُونَ بِالشَّرْعِ الْمُبِينِ۔

ترجمہ: اور کفر کی بعض وجوہ میں سے ایک وجہ اُن کی ہتکِ دین اور شرع کا مذاق اور ٹھٹھا اُڑانا ہے، یعنی دین کے احکام اور شرع کی ہنسی اڑاتے ہیں جیسے رفتگان (مُردوں) کی روحوں کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ وخیرات اور دورۂ اسقاط بوقت جنازہ مُردہ، یا تصوف کے سلاسل اربعہ کے بزرگان کے وجد وجذب کا مذاق اڑانا، یہی ہے اُن کی خباثت![1]

وَمِنْهَا أَنَّهُمْ يُهِينُونَ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ مَعَ أَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى (إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ) (فاطر ۲۸)

ترجمہ: اور اُن کے کفر کی وجوہ میں سے ایک وجہ اُن کی علمِ دین اور علمائے دین کی بے عزتی اور ہتک کرنا بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ علمائے دین (اہل سنت وجماعت نہ کہ وہابی اور نجدی) پیغمبروں کے وارث ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ عباد میں سے بالخصوص علمائے حقانی اللہ تعالیٰ سے خوفزدہ اور ترسیدہ رہتے ہیں۔[2]

وَمِنْهَا أَنَّهُمْ يَسْتَحِلُّونَ الْمُحَرَّمَاتِ وَيَهْتِكُونَ الْحُرُمَاتِ۔

ترجمہ: بے شک بعض اُن وجوہات میں سے اُن کا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کہنا اور

---

[1] (تنقیح الحامدیۃ، ج ۱، ص ۱۰۳)

[2] (تنقیح الحامدیۃ، ج ۱، ص ۱۰۳)

قابل احترام اشیاء کی بے عزتی (بے ادبی) کرنا بھی ہے۔ [1]

مثال کے طور پر انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے ماثرات کی۔

وَثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ قَطْعًا عِنْدَ الْخَوَاصِّ وَالْعَوَامِّ مِنْ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ هَذِهِ الْقَبَائِحَ مُجْتَمِعَةٌ فِي هَؤُلَاءِ الضَّالِّينَ الْمُضِلِّينَ فَمَنْ اتَّصَفَ بِوَاحِدٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ فَهُوَ كَافِرٌ يَجِبُ قَتْلُهُ بِاتِّفَاقِ الْأُمَّةِ۔

ترجمہ: اور بے شک تواتر سے ثابت ہو چکا ہے خواص اور عوام کے پاس کہ بلا شک وشبہ ان گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں میں یہ قباحتیں موجود ہیں۔ پس جو کوئی ان میں سے کسی ایک قباحت سے متصف ہو تو وہ کافر ہے، اور باتفاق امت واجب القتل بھی ہے۔ [2]

---

[1] (تنقیح الحامدیة، ج ا، ص ۱۰۳)

[2] (تنقیح الحامدیة، ج ا، ص ۱۰۳)

الباب السادس فی بیان جواز استئجار علی تعلیم القرآن

ختمِ قرآن کے بعد شکرانہ لینا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

پس سمجھ لو اور جان لو کہ بعض لوگ (فرقۂ وہابیہ اور پنج پیریہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ جو کوئی ختم قرآن کرائے (برائے جانی ومالی خیریت) اور پھر ختم قرآن کرانے والوں کے ہاں کچھ کھائے پیئے اور پھر کچھ نقدی بطور شکرانہ ختم قرآن، ختم قرآن کرنے والوں کو دے تو ایسا کرنا یعنی یہ شکرانہ لینا قطعاً حرام ہے، اور دوزخ کی آگ پیٹوں میں بھرنا اور ڈالنا ہے اور لیا ہوا شکرانہ اُجرت میں شامل ہے۔ چنانچہ میں چند مسائل یہاں لکھتا ہوں جس سے اس بات کا پتہ چلے کہ اُجرت اور استرزاق دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا درست بات نہیں۔ (اللہ ہمیں توفیق دے، آمین)

اجارہ کی تعریف

بیع منفعة معلومة بأجرة معلومة الی مدة معلومة۔

ایسا بیع جس کا فائدہ اس کی معلوم اُجرت سے معلوم مدت کے لئے ہو۔

بیع / اجارے کی یہی تعریف فقہ کی کتابوں میں دی گئی ہے، اس میں ایک لفظ بیع کا ہے، دوسرا لفظ اجرت معلومہ اور تیسرا لفظ مدت معلومہ کا ہے۔ اگر یہ قیود نہ ہوں تو پھر دی گئی درج بالا تعریف اجارے پر صادق نہیں آئے گی اور موجودہ زمانے کے ختم قرآن پر یہ قیود لاگو نہیں کی جاتیں، اس

لئے اسے اجارہ نہیں کہا جا سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں کہتا کہ آدھ گھنٹے کے لئے قرآن پاک کا ایک پارہ بعوض دس روپے پڑھوں گا۔ اسے اجارہ کہنا اجارے کی تعریف کے خلاف ہے۔

اس میں متقدمین اور متأخرین کے دو قول ہیں۔

متقدمین کے مذہب کے لحاظ سے مطلقاً امامت، اذان، تعلیم و تعلم یا دین کے اور اُمور پر اجرت لینا جائز نہیں ہے اور متأخرین کے مذہب کے لحاظ سے مذکورہ اُمور پر اجرت لینا جائز ہے۔

جیسا کہ یہ عبارت ہے:

الْمُفْتَى بِهِ مَذْهَبُ الْمُتَأَخِّرِينَ مِنْ جَوَازِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى تَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْإِمَامَةِ وَالْأَذَانِ لِلضَّرُورَةِ، بِخِلَافِ الِاسْتِئْجَارِ عَلَى التِّلَاوَةِ الْمُجَرَّدَةِ وَبَقِيَّةِ الطَّاعَاتِ مِمَّا لَا ضَرُورَةَ إلَيْهِ فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَصْلًا۔ [1]

لیکن اس زمانے میں کسی نے بھی تلاوت قرآن پر اجرت نہیں لی، چونکہ آپ نے اجارہ کی تعریف پڑھ لی اور اگر اجرت ہو بھی تو پھر بھی یہ اختلافی مسئلہ ہے، اس عبارت سے اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

عبارت یہ ہے:

لم اریٰ حکم من أخذ شیئا معینا من الدنیا لیجعل شیئا من عبادته للمعطی وینبغی ان لایصح ذلک، اھ۔

هذه عبارة البحر وفی اخرها لانه ان کان اخذه علی عبادة سابقة یکون ذلک بیعا لها وذلک باطل قطعا وان کان اخذه لیعمل یکون اجارة علی الطاعة وهی باطلة ایضا، اھ۔

وقال فی منحة الخالق حاشیة بحر الرائق فی هذا الموضع ان کان المراد من العبادة نحو القراءة والذکر فالمعطی یکون اجرة والمفتی به مذهب المتاخرین من جواز الاستیجار علی

---

[1](ردالمحتار، ج ۱، ص ۵۱۷)

الطاعات (وبنى علیه العلائی جواز وصیة القراءة علی القبر، ج ۲، بحر باب الحج عن الغیر ص، ص ۵۹)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر ایک آدمی (بشرط مسلمان) عبادت کرے اور وہ اسے کسی کے ایصال ثواب کے لئے بخش دے، پھر وہ شخص یا اُس کا کوئی وارث بدلے میں اسے کچھ دے دے تو پھر یہ بیع یا اجارہ ہوا اور یہ دونوں (یعنی بیع یا اجارہ) طاعت کے لحاظ سے جائز نہیں ہیں۔ (بحر الرائق کے الفاظ کا مطلب یہی ہے)

اور منحۃ الخالق کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر عبادت سے مراد قرأت قرآن یا ذکر ہو پس جو بھی چیز معاوضے یا بدل میں دی جائے تو یہ اُجرت ہو جاتی ہے اور بنابریں طاعت کی اُجرت پر جواز کا فتویٰ ہے اور اسی بناء پر وصیتِ قرأت قبر پر ہے۔ تو تلاوت قرآن پر اجرت کا جواز ثابت اور معلوم ہوا۔

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے کہ:

واختلفوا فی الاستیجار علی قراءۃ القرآن علیٰ قبرہ مدۃ معلومۃ قال بعضھم تجوز وھو المختار کذافی السراج الوھاج۔ قال العلامۃ الطحطاوی علی الدر المختار فی باب الاجارۃ الفاسدۃ وفی خزانۃ الاسرار والمختار جواز الاستیجار علی قراءۃ القرآن۔ [1]

وفی الحموی ما نصہ ونقل العلامۃ المقدسی من ھامش النسخۃ من القنیۃ ما نصہ وفی الکواشی المتأجر للختم لیس لہ ان یأخذ الاجر اقل من خمسۃ واربعین درھما شرعیا ھذا اذا لم یسم شیئا من الاجر کما فی المبسوط الا ان یھب الاجیر للمستأجر ما فوق المنتھی و یشترط ان یکون ثواب ما فوقہ لنفسہ ولا یأثم، انتھیٰ۔

ان عبارات سے تلاوت قرآن پر اجارہ (معاوضہ، بدلہ) کا جواز معلوم ہوا۔ اور جب عالمگیری

[1] (سیف المقلدین، ص ۲۱۲)

جیسے فتاویٰ میں اس کے جواز پر ترجیح دی گئی تو پھر اِدھر اُدھر کے فتووں پر بحث کرنے کی کیا ضرورت؟

کیونکہ عالمگیری چار سو علماء کرام نے شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر بادشاہِ ہند کے زمانے میں مدون وترتیب وتالیف کی، آٹھ سال کے طویل عرصہ میں جمع ہوئی اور اس پر اُس زمانے کے دولاکھ روپے خرچ ہوئے۔

۱۹۱۳ء میں جنگ عظیم اول کے دوران سونا فی تولہ تین روپے میں بکتا تھا۔ چنانچہ دولاکھ روپے اگر سونے کی قیمت کو ۱۹۱۳ء کے حساب سے تبدیل بھی کیا جائے تو دس ارب روپے بنتے ہیں (مؤرخہ ۱/۱۱/۲۰۲۲) کو بازار میں زرگر سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے زیورات خریدے گئے۔ (مترجم)

سوال: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ صاحبِ شامی نے ختموں اور تہلیل کی وصیت کے بطلان پر ایک رسالہ لکھا ہے اور شامی، ج۲، ص۲۵۶ پر عدم جواز وصیت کا ذکر کیا ہے۔

جواب: اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک علامہ شامی کے دو اقوال میں اختلاف ہے اور منحۃ الخالق میں طاعات کی اُجرت پر جواز کا فتویٰ ذکر کیا گیا ہے اور یہاں عدم جواز کا ذکر ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ان عبارات سے قیاس صحیح نہیں ہوتا یعنی درست نہیں لگتا۔ وجہ یہ ہے کہ ایک تو عوام وقف اور وصیت نہیں کرتے اور نہ ہی طریقہ جانتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ وصیت ممنوع نہیں جس میں بیع اور اجارے کا عقد (قول و قرار) ہو۔ بلکہ یہ تصدیق کے طریقے پر ہے، اور یہی جائز بھی ہے۔

سوال: اگر کوئی سوال کرے کہ شامی میں باب قضاء الفوائت میں ہے:

أَنَّ الْقِرَاءَةَ لِشَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا لَا تَجُوزُ، وَأَنَّ الْآخِذَ وَالْمُعْطِيَ آثِمَانِ لِأَنَّ ذَلِكَ يُشْبِهُ

الِاسْتِئْجَارَ عَلَى الْقِرَاءَةِ وھٰذَا لَایَجوزُ۔ [1]

دنیا کا کچھ مال حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں اور دینے لینے والے دونوں گنہگار ہیں اس لئے کہ یہ قرآن پاک پر اجرت طلب کرنے کے مشابہ ہے، اور یہ جائز نہیں۔

اور اسی قبیل کا ذکر صاحب عینی اور ھدایہ نے بھی کیا ہے:

وَقَالَ الْعَيْنِيُّ فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ: وَيُمْنَعُ الْقَارِئُ لِلدُّنْيَا، وَالْآخِذُ وَالْمُعْطِي آثِمَانِ۔ [2]

اسی طرح عینی ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ دنیا کے حصول کے لئے قرآن پڑھنے والے کو روکا جائے گا اور لینے دینے والے دونوں گنہگار ہیں۔

اور یہی عبارت دوسری عبارت کی ضد ہے:

ان المسلمين يجتمعون فى كل عصر وزمان يقراؤن القرآن ويهدون توابه لموتاهم وعلى هذا اهل الصلاح من كل مذهب فكان اجماعا۔ [3]

بے شک مسلمان ہر زمانہ میں جمع ہو کر اکٹھے قرآن کریم پڑھتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ایصال ثواب پہنچانے کی نیت سے انہیں بخشتے ہیں، اور اسی عمل پر چاروں مذاہب کے اہل صلاح کا اتفاق ہے تو یہ ائمہ مذاہب کا اجماع ہو گیا کہ مردوں کو زندوں کے عمل کا اجر و ثواب پہنچتا ہے، یہ حوالہ سیف المقلدین میں عینی شرح ھدایہ سے نقل کیا ہے۔

فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قراءة الاجزاء بالاجرة لا يجوز الى قوله اذ لو لا الاجرة ماقرا احد لاحد فى هذا الزمان۔

پس حاصل یہ ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو اجرت پر قرآنی پاروں کی تلاوت کی جاتی ہے جائز

---

[1] (ردالمحتار، ج۵، ص ۳۳۴)

[2] (ردالمحتار، ج۲۴، ص ۲۹۴)

[3] (عینی هداية بنقل از سيف المقلدين، ص ۳۱۲)

نہیں۔(آخر قول یہ ہے) کہ اگر اس زمانہ میں اجرت نہ ہو تو کوئی شخص دوسرے کے لئے کچھ نہیں پڑھے گا۔

جواب: درج بالا عبارت میں جو اعتراض کھڑا کیا گیا ہے یہ صرف ایک مسلمان پر بدگمانی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اجرت نہیں کیونکہ اس میں تعین نہیں اور عقد نہیں اور جب عقد (بیع) نہیں تو پھر دراہم یا خوراک لینا جائز ہے، یہ احسان ہے اور احسان کا بدلہ احسان ہے۔ یہ احسانی قرأت پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو محبوس کرلیتا ہے اور اپنے کام کاج چھوڑ لیتا ہے اور وہ اسے شکرانہ دے دیتا ہے بطور احسان۔

حدیقہ میں اصل صحیح مسئلہ ذکر ہے:

فمن قرأ القرآن وسبح وهلل ويعطى ثواب ذلک لروح الميت فالاطلاق يقتضی صحة ذلک۔[1]

ترجمہ: الحدیقۃ الندیہ میں ہے کہ اس مسئلہ کی اصل درست ہے تو جس شخص نے قرآن پڑھا یا تسبیح پڑھی یا تہلیل کی (یعنی کلمہ طیبہ کا ذکر کیا، یا سبحان اللہ کا ذکر کیا) اور اس کا ثواب میت کی روح کو بخش دیا تو یہ حکمِ مطلق کا تقاضا ہے کہ یہ طریقہ صحیح اور درست ہے۔

اور مضمرات میں مذکور ہے:

رجل مات واجلسه وارثه من يقراء القرآن على قبره والمختار عدم الكراهة ويكون الماخوذ فی هذا الباب قول محمد ولهذا حكى عن الامام ابی بكر العياض انه اوصى بذلک عندموته ولو كان مكروها لما اوصى به۔[2]

---

[1](حاشیۃ طریقہ محمدیہ، ج ۱، ص ۳۵۶)

[2](تجہیز الجنائز، ص ۱۷۹)

ترجمہ: ایک آدمی وفات پاگیااور اس کے وارث نے قرآن مجید پڑھنے کے لئے کسی کو اس کی قبر کے ساتھ بٹھایا تو صحیح اور پسندیدہ فتویٰ ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں اور اس باب میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عمل کیا جائے گا، اس لئے حضرت امام ابو بکر عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت نقل کی گئی ہے کہ اپنی وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ میری قبر کے نزدیک قرآن مجید پڑھنے کے لئے قاریوں کو بٹھایا جائے اور اگر یہ مکروہ ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وصیت نہ فرماتے۔

تو معلوم ہوا کہ وصیت میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض اس وصیت کو مکروہ کہتے ہیں اور بعض نہیں۔ لیکن فیصلہ وہ ہے جو حدیقہ نے کیا کہ اصل مسئلہ صحیح ہے اور نیت صحیح چاہیئے۔

شرح الیاس میں مذکور ہے:

مجازات الاحسان بالاحسان۔

بلا شرط جائز فی زماننا، یعنی احسان کی جزا احسان سے ہے۔ (کیونکہ اس میں شرط نہیں ہوتی)

اور بریقہ میں مذکور ہے:

اذا لم یکن شرط ولا عقد فقرأ والروح المیت رضا اللہ تعالیٰ فاعطاہ قریب المیت من المال فجائز۔

ترجمہ: اگر کوئی شرط نہ لگائی جائے اور عقد بھی نہ ہو (بغیر شرط وبغیر عقد) قاری صاحبان نے میت کی روح کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت کی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اور بدلہ میں میت کے رشتہ دار (باپ بیٹے وغیرہ) نے قاری صاحبان کو کچھ مال دیا تو یہ جائز ہے۔[1]

تو معلوم ہوا ایسا کچھ لینا احسان بالاحسان ہے (احسان کا بدلہ احسان) اُجرت نہیں اس لئے کہ

---

[1] (شرح الیاس، ج۳، ص ۱۲۳)

اس میں عقد (بیع، قول و قرار) اور شرط نہیں کبھی یوں ہی ختم قرآن ہو جاتا ہے، کبھی صرف روٹی اور کبھی کچھ معمولی سی نقدی، تو اگر کوئی یہ کہے کہ المعروف کالمشروط ہوتی ہے، تو یہ تب جب عرف متعین اور مقرر ہو۔ جیسے ایک علاقہ میں گھاس پھوس یا چارہ بکتا ہو اور اس کا عرف معلوم ہو، پھر اگر ذکر نہ ہو اور کوئی بیچنے والے سے کہے کہ مجھے ایک کنال یا ایک جریب شفتل (شوتل، پشتو) دو اور مالک اس کے لئے اتناہی الگ کر دے تو یہی عرف ہے اور ختم قرآن میں ایسا نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں ہے:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا (الفرقان ۵۷) ای بالانفاق الی ربہ سبیلا فلیفعل او بالصدقۃ و النفقۃ۔ [1]

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میں تم لوگوں سے اس نصیحت پر کوئی اجر (مزدوری) نہیں مانگتا ہوں، لیکن اگر کوئی چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ بنادے یعنی نفقہ اور خیر و خیرات اور صدقہ دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ بنادے۔

معلوم ہوا کہ فی سبیل اللہ تعلیم و تبلیغ اور طاعت پر انفاق (خرچ) جائز ہے جب تک اس میں عقد، شرط نہ ہو یعنی بلا کراہت۔ اور اگر اس میں شرط پائی جائے تو پھر مکروہ ہے، پرہیز گاروں کے لئے نہ کہ عوام کے لئے کیونکہ عوام اتنی احتیاط نہیں کر سکتے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے استاد محترم کے فرزند ارجمند کو سورۃ الفاتحہ ازبر کرنے پر پانچ سو یا ہزار روپے بھیج چکے تھے اور یہ بھی فرما چکے تھے کہ اگر میرے پاس مزید ہوتے تو اور بھی بھیج دیتا اور یہ تعظیم قرآن کی خاطر۔ [2]

اور یہ حدیث نقل فرمائی:

---

[1] (تفسیر مدارک، ج۳)

[2] (الخیرات الحسان فی مناقب النعمان، ص ۱۳۴)

الم تسمع انی ما حدثنی به الھیثم عن ابی صالح یبلغ به النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه و آلہٖ و اصحابہٖ و سلم انه قال من صنع معروفا فکافئوه فان لم تجدوا ما تکافئوه به فأثنوا علیه فقال ھذا الحدیث احب الی من جمیع ما املک۔[1]

ترجمہ: آیا تم نے وہ حدیث مبارک نہیں سنی جو الہیثم نے ابو صالح رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرکے مجھے بیان فرمائی ہے جس نے تیرے ساتھ کچھ نیکی اور احسان کیا تو تو بھی اس کا بدلہ دے، اگر بدلہ دینے کے لئے کچھ تیرے پاس موجود نہیں تو اس کی تعریف (حوصلہ افزائی اور تحسین) کر۔ حضرت ہیثم نے فرمایا یہ حدیث مبارک مجھے میرے تمام ملکیتی مال ودولت سے زیادہ محبوب اور پسند ہے۔

مطلب یہ کہ جو کوئی تمہارے ساتھ احسان کرے تو تم بھی اس کو نیک بدلہ دو اور اگر تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو صرف اس کی تعریف کرو۔ اسی طرح اگر تمہارے لئے کوئی تلاوتِ قرآن کرے اور ثواب تمہیں بخش دے تو تم بھی اُس کے ساتھ احسان کرو۔

اگر کوئی یہ اعتراض اٹھائے کہ آیات مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات مبارکہ پر کچھ کھانا پینا نہیں چاہیئے، جیسے یہ آیت مبارکہ: وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (البقرۃ ۱۴۱) سے وہابی فرقہ ختم پر خیرات سے منع کرتا ہے (یعنی ختم قرآن پر کچھ خیرات کرنے سے منع کرتے ہیں)۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا معنی کرنا تحریفِ معنی ہے کیونکہ یہ شانِ نزول کے خلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہود تورات کے احکام بدل دیتے تھے، یہ آیت یہودیوں کے اس طرز عمل کے متعلق ہے وہ ختم نہیں کیا کرتے تھے۔ اب جو لوگ تحریف فی القرآن کرتے ہیں اور احکامِ قرآن بدل ڈالتے ہیں اور رشوتیں لیتے ہیں تو وہ بھی حکمِ مذکورہ میں شامل ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے: ولا

[1] (الخیرات الحسان)

تشتروا بکتمان آیاتی او بتبدیل اٰیاتی۔ کہ میری آیات چھپانے اور میری آیات تبدیل کرنے پر اجرت نہ لو،(بات صاف ہے) اس سے ختم کا مسئلہ معلوم نہیں ہوتا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ القرآن یفسر بعضه بعضا یعنی ایک آیتِ قرآنی دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے اور دوسری آیت میں یہ ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَئِکَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ (البقرۃ ۱۷۴) یعنی جو آیات کو چھپاتے ہیں اور احکام چھپاکے رکھتے ہیں اور اُس پر (اس عمل پر) کچھ پیسہ ٹکہ لیتے ہیں تو وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں، اور دوسری آیت: وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرۃ ۴۲) اور حق سے باطل کو نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق نہ چھپاؤ۔ تو یہ آیتیں پہلی آیت کی تفسیر ہوئیں اور وہابیوں کا مطلب اس سے ثابت نہ ہوا۔

ختم قرآن دو طرح کا ہے، ایک بہ طریقہ دم اور اُس پر صریح اُجرت لینا جائز ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

إِنَّ أَحَقَّ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ، وَفِي رِوَايَةٍ: أَصَبْتُمْ اقْسِمُوا وَاضْرِبُوا لِي مَعَكُمْ سَهْمًا۔ [1]

ترجمہ: تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر اس پر اجرت لینا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ تم نے بہت اچھا کیا میرے لئے بھی اس میں سے حصہ مقرر کرو۔

وفیه دلیل علی ان الرقیة بالقرآن واخذ الاجرة علیها جائز بلا شبهة۔ [2]

ترجمہ: یہ حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ قرآن مجید کا دم اور اس پر اجرت (شکرانہ) لینا بغیر

[1] (مشکوۃ، ص ۲۵۸، باب الاجارۃ الفصل الاول)
[2] (حاشیہ مشکوۃ، ص ۲۵۸)

شک وشبہ کے جائز ہے۔

وفی المتانہ فی مرمۃ الخزانۃ:

فی عمدۃ الحکام من ملتقط الناصری سلم أبو حنیفۃ رحمہ اللہ إبنہ حمادا الی معلم فلما علمہ الحمد للہ اوصلہ بخمس مائۃ درھم فاستکثرہ المعلم فغضب أبو حنیفۃ رحمہ اللہ و حبس إبنہ وقال لیس للقرآن عندہ قدر انتھی۔[1]

وقال علی القاری لکن اذا اعطی لمن یقرء القرآن ویعلمہ فھی معونۃ لاھل القرآن واخذ الاجرۃ من جنس الصدقۃ فیجوز وکذافی الشرح الطریقۃ۔

ترجمہ: اور حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو شخص قرآن کریم پڑھنے والا اس کی تعلیم (درس وتدریس) دینے والے کو کچھ مال اجرت یا مزدوری اور شکرانہ میں دیتا ہے تو یہ قرآن مجید والوں (علم دین حاصل کرنے والوں) کے ساتھ مدد کرنا ہے۔ اور اجرت لینا بھی صدقہ خیرات اور شکرانے کی ایک قسم ہے اس لئے جائز ہے۔ اسی طرح "الحدیقۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ" میں ہے۔

یہ مسئلہ تو ہوا دم کے متعلق اور دوسرا مسئلہ ثواب کے ختم (ختم برائے ثواب) سے متعلق ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ دونوں طرف کے لئے اس میں فتویٰ موجود ہے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ یہ حدیث ہے: اقرأوا القرآن ولا تاکلوا بہ۔

اس سے منع ثابت ہوا قرأت پر اُجرت لینے کا۔ یہ حدیث شفاء والعلیل رسالۂ شامی میں صفحہ ۱۷۵ پر ذکر کیا گیا اور انہوں نے یہ علامہ نووی کے تبیان سے نقل کی ہے۔

جواب: جواب یہ ہے: ھذا علی طریق الاستیجار کذافی فتویٰ ابراھیم الشاھی بنقل

---

[1] (المتانہ فی مرمۃ الخزانۃ، ص ۶۲۹)

تجھیز الجنائز۔ اور ختم قرآن کے بعد خوراک جائز ہے، اور ایصال ثواب بھی ثابت ہے۔

جیسا کہ عبارت ہے:

اللھم اوصل ثواب ماقرأناہ الی فلان او الیھم۔[1]

اور یہ عبارت ہے کہ:

روز سوم کثرت ہجوم مردم آن قدر بود کہ بیرون از حساب است ہشتاد ویک کلام اللہ بشمار آوردہ، اہ۔[2]

مطلب یہ کہ تیسرے دن اکیاسی ختمِ قرآن ہوئے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصال ثواب کے لئے۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند بر آں قل وفاتحہ ودرود خواندن متبرک می شود خوردن بیسیار خوب۔[3]

معلوم ہوا کہ بعد از قرأتِ قرآن بطور تصدق کھانا کھانا جائز ہے اور یہ اُجرت نہیں بلکہ تعظیم قرآن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1](شامی بحث قرأت للمیت باب الدفن)

[2](ملفوظات شاہ عبدالعزیز دھلوی، ص ۸۰)

[3](فتاویٰ عزیزی، ص ۷۵)

الباب السابع فی بیان جواز الاکل والشرب بعد ختم القرآن الکریم

شیخ الاسلام مولانا شائستہ گل صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے المقاصد السنیہ میں لکھا ہے:

وجہ اول

ابن تیمیہ (اور اس کے حواری) اہل سنت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے ختم قرآن کریم کرکے اس پر اجرت لینا نہ تو خلفاء راشدین کے دور میں تھا اور نہ آئمہ اربعہ سے اباحت کا ذکر۔ نیز علماء نے کہا ہے کہ اجرت پر قرآن کریم پڑھنے والا خود اجر سے محروم ہے۔ تو مرحومین کو ایصال ثواب کا کیا فائدہ ہے۔

لہٰذا اجرت دینے والا، اور اجرت لینے والا دونوں ہی گنہگار ہیں۔

ابن تیمیہ الحرانی کے مندرجہ بالا اعتراضات، میں نے شامی کے مختلف مقامات سے جمع کرکے تلخیصاً بیان کر دیئے ہیں۔

آیئے اب میں مندرجہ بالا اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

جواب

ابن تیمیہ الحرانی کے مندرجہ بالا اعتراضات کئی وجوہ کی بناء مردود ہیں۔

میں ابن تیمیہ الحرانی کے اقوال کا رد قرآن کریم کی آیات و احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء انام کے اقوال سے کروں گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ قرآن کریم کی آیات و احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء انام کے اقوال سے جہاں میں ابن تیمیہ الحرانی کا رد بلیغ کروں گا انشاء اللہ اس کے ساتھ ہی وہ عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں آج تک رائج ہے کا ثبوت بھی دوں گا۔

جواب سے قبل عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے اس کی وضاحت ذکر کروں۔

عادت مستمرہ

عادت مستمرہ جو مسلمانوں میں رائج ہے۔اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

- جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے۔
- یا کوئی مسلمان وفات پا جائے۔
- یا من جانب اللہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے۔
- یا رمضان کا مہینہ آئے تو ختم قرآن کے لئے۔
- مذکورہ بالا تمام صورتوں میں مسلمانوں کا عمل ہے کہ حفاظ، یا طلبہ کرام کو بلا کر ختم قرآن کریم کروا کر مریض کی صحتیابی کے لئے دعا کرواتے ہیں
- یا آفتوں اور مصائب و آلام کے دفعیہ کے لئے دعا کرواتے ہیں۔
- یا نماز تراویح میں ختم قرآن کے بعد جمیع مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی ہے۔
- یا گھر میں خیر و برکت کے لئے قرآن خوانی کروا کر دعائیں کروائی جاتی ہیں۔

پھر صاحب خانہ یا اراکین مساجد حفاظ یا طلبہ کی طعام یا نقدیات کی صورت میں خدمت کرتے ہیں۔

میں کہتاہوں کہ یہ عادت مستمرہ ہے جو بحمدہ تعالیٰ مسلمانوں میں رائج ہے جو شرعاً محمود اور اجماع امت کے مطابق ہے۔ نیز یہ عادت مستمرہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور علماء اعلام و مقتدیان انام، ہادیان امت، مصابیح ملت کے اقوال سے ثابت ہے۔

وجہ اول

اس عادت مستمرہ میں مسلمانوں کے لئے فوائد کثیرہ ہیں۔ مثلاً:

(۱) ایک تو صاحب خانہ کو خیرات وصدقات کا موقع میسر آتا ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ صاحب خانہ داعی الی الخیر ہوتا ہے، جو داعی الی الخیر ہو وہ بھی اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہے۔

حضور پر نُور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

الدّالُّ على الخيرِ كَفاعِلِه[1]

نیکی بھلائی کا کام کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ وہ نیکی اس نے خود کی۔

(۳) تیسرا یہ کہ صاحب خانہ کے لئے دعا ہوتی ہے۔

(۴) چوتھا تلاوت قرآن ک کریم کے وقت اس گھر میں اللہ تعالٰی کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں۔ حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی اور اس گھر میں سکون اور اطمینان (رحمت الٰہی کا) نزول ہوتا ہے۔

(۵) نیز یہ طریقہ مسنونہ ہے، اور طریقہ مسنونہ پر عمل کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

(اچھا طریقہ ہے)

حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء۔[1]

---

[1] ابن حجر العسقلاني (ت٨٥٢)، لسان الميزان ٦/١٨٥• [فيه] عمران بن يزيد مولى قريش قال العقيلي: يهم في الحديث •أخرجه الطحاوي في «شرح مشكل الآثار» (١٥٤٨)، والعقيلي في «اضعفاء الكبير» (٣/٣٠٦)، والطبراني في «المعجم الأوسط» (٢٣٨٤)

جس شخص نے اسلام میں اچھا طریقہ ایجاد کیا سو اسے اس کا اجر دیا جائے گا اس کے بعد جس نے اس پر عمل کیا اس کے اجر سے بھی موجد کو اس کا اجر ملے گا سوائے اس کے کہ عامل کے عمل میں کچھ کمی کی جائے (یعنی جو شخص اس رائج کردہ اچھے طریقے پر عمل کرے گا، اسے بھی اجر ملے گا اور اس کے اجر سے اس طریقے کو رائج کرنے والے کو بھی اجر دیا جائے گا، اس انداز سے کہ عامل کے اجر میں کچھ کمی واقع نہ ہوگی۔ مترجم)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

سئل رضي اللهّ عنه جرَت الْعَادَةُ عِنْدَ حِفْظِ الْوَلَدِ لِسُوَرٍ مُعِينَاتٍ من الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ بِصِرَافَةٍ وَهِيَ عِبَارَةٌ عن الضِّيَافَةِ لِلْمُعَلِّمِ وَالْمُتَعَلِّمِينَ هل في ذلک وفي خُصُوصِهِ في سُوَرٍ مُعِينَاتٍ أَثَرٌ وَهَلْ لِوَلِيِّ الطِّفْلِ أَنْ يَفْعَلَ ذلک من مَالِ الطِّفْلِ فَأَجَابَ صَرَّحَ أَصْحَابُنَا بِأَنَّ ما يُجْعَلُ من الطَّعَامِ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ سُنَّةٌ قِيَاسًا على بَقِيَّةِ الْوَلَائِمِ الْمَسْنُونَةِ بِجَامِعِ السُّرُورِ وَإِظْهَارِ الشُّكْرِ على هذه النِّعْمَةِ الْعَظِيمَةِ وَكَفَى بِذَلِکَ دَلِيلًا على نَدْبِ ما ذُكِرَ وَلَا أَحْفَظُ في ذلک بِخُصُوصِهِ شيئا من الْأَخْبَارِ وَالْآثَارِ إلَّا ما نُقِلَ عن عُمَرَ رضي اللهّ عنه أَنَّهُ لَمَّا خَتَمَ الْبَقَرَةَ ذَبَحَ بَدَنَةً وَلَيْسَ لِوَلِيِّ الطِّفْلِ أَنْ يَفْعَلَ شيئا من ذلک وَغَيْرِهِ من الْوَلَائِمِ الْمَنْدُوبَةِ من مَالِ الطِّفْلِ وَاَللهّ تَعَالَى أَعْلَمُ۔ [2]

و من هذا الباب جواز حذاقة الصبيان، و إطعام الطعام فيها، و قد نحر عمر بعد حفظه سورة البقرة جزورا. و الله أعلم۔ [3]

---

[1] صحيح مسلم_1، ج۲، ص ۵۰۷

[2] (الفتاوى الفقهية الكبرى ج۳ص ۴۳ لابن حجر الهيتمي باب الحجر الناشر دار الفكر)

[3] (تفسير القرطبي ج۹ ص ۲۶۲)

وأنواعها كثيرة، منه: الطعام الذي يصنع عند العقد على الزوجة ويسمى طعام الإملاك-بكسر الهمزة-والإملاك:التزويج.

ومنها:الطعام الذي يصنع عند الختان ويسمى إعذارا-بكسر الهمزة-،

ومنها: الطعام الذي يعمل لسلامة المرأة من الطلق والولادة ويسمى خرسا - بضم الخاء وسكون الراء،

ومنها: الطعام الذي يصنع للقدوم من السفر ويسمى نقيعة، مأخوذة من النقع، وهو الغبار،

ومنها: الطعام الذي يصنع للصبي عند ختم القرآن ونحوه، ويسمى حذاقا - بكسر الخاء وتخفيف الذال-مشتق من الحذق لأنه يشير إلى حدق الصبي،

الحنفية - قالوا: السنة هي وليمة العرس، وهي أن الرجل إذا بنى بامرأته فإنه يسن أن يدعو الأقارب والجيران والأصدقاء ويصنع لهم طعاما ويذبح لهم.

أما الدعوة إلى طعام غير العرس كالدعوة إلى طعام الختان ونحوه مما ذكر، فإنها جائزة متى كانت خالية من محظور ديني.[1]

الشكر عند تجدد النعم:

12- يستحب تجديد الشكر عند تجدد النعم لفظا بالحمد والثناء، لما في الحديث إن الله ليرضى عن العبد أن يأكل الأكلة فيحمده عليها، أو يشرب الشربة فيحمده عليها ومن ذلك أن يذبح ذبيحة أو يصنع دعوة، وقد ذكر الفقهاء الدعوات التي تصنع لما يتجدد

---

[1] (الفقه علي المذاهب الاربعة ج ٢ ص ٣٤)

من النعم كالوكيرة التي تصنع للمسكن المتجدد، والنقيعة التي تصنع لقدوم الغائب، والحذاق وهو مايصنع عند ختم الصبي القرآن۔ [1]

الطعام الذي يعمل عند حذق الصبي ذكره ابن الصباغ في الشامل۔

وقال ابن الرفعة: هو الذي يعمل عند ختم القرآن, وقد أخرج مسلم وأبو داود حديث، إذا دعا أحدكم أخاه فليجب عرسا كان أو غيره وقد أخذ بظاهره بعض الشافعية فقال بوجوب الإجابة إلى الدعوة مطلقا عرسا كان أو غيره بشرطه, وقد جزم المالكية والحنفية والحنابلة وجمهور الشافعية بعدم الوجوب في غير وليمة النكاح۔ [2]

ایسی خیر وخیرات جو مذکورہ بالاعبارات میں ہیں اگر اس میں خلاف شرع کام نہ ہوں تو اس میں شامل ہونا ایک مستحب عمل ہے۔

حكم إجابة الدعوة:

ذهب جمهور الفقهاء إلى أن إجابة الدعوة في الأصل واجبة إن كانت إلى وليمة عرس (ر: وليمة) وأما ماعداها فقد اختلف في الإجابة إليها۔

فقال الحنفية والشافعية والحنابلة: ليست الإجابة إليها واجبة بل هي مستحبة إن لم يكن عذر أو مانع على مايأتي. وسواء كانت لسبب كبناء أو ولادة أو ختان أو غير ذلک، ما لم تكن من الداعي مكروهة كدعوة المأتم, وذلک لأن في إجابة الداعي تطييب نفسه، وجبر قلبه۔ [3]

---

[1] (الموسوعة الفقهية الكويتية ج٢٦ص١٨٠)

[2] (شرح القسطلاني ج٨ص٥٧)

[3] (الموسوعة الفقهية ج٢٠ص٣٣٧)

میں کہتاہوں کہ جس عمل خیر وکار خیر میں اتنے فوائد ہوں تو وہ یقیناً جائز ہے۔ **الحمد للہ علی احسانہ۔**

اما القرآن المجید

قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے دلائل۔ کہ نیک کام پر اجرت لینا جائز ہے۔

وجہ دوم: طاعات پر اجرت لینے کی قرآن کریم سے دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (الرحمٰن ٦٠)

نیکی کا بدلہ کیا ہے مگر نیکی۔

دیکھئے دونوں جانب سے نیکی ہے یعنی طلبہ کا قرآن مجید پڑھنا، یہ بھی نیکی اور صاحب خانہ کی جانب سے حفاظ یا طلبہ دین کی خدمت کرنا یہ بھی نیکی، وہ خدمت کسی بھی صورت میں ہو کھانا کھلانے کی صورت میں ہو یا نقدیات کی صورت میں ہو۔

ثابت ہوا کہ نیکی کے بدلے اچھی جزا سے نوازنا قرآن سے ثابت۔

احسان جانبین سے ہوتا ہے جیسے استاد کا اپنے شاگردوں کو پڑھانا اور شاگردوں کا اپنے استاد سے مروۃ (استاد کا احترام و محبت) تو یہاں بھی جانبین سے احسان یعنی نیکی کا بدلہ ہے۔

ومروۃ المتعلمین فی مجازاۃ الاحسان بالاحسان من غیر شرط۔

اور شاگردوں کی مروۃ (استاد کا ادب و احترام و محبت) کسی شرط کے بغیر ہی بدل ہے۔ یعنی اس احسان کا بدل ہے جو احسان استاذ ان پر کر رہا ہے۔

وجہ سوم: طاعت پر اجرت لینے کے جواز میں قرآن کریم سے تیسری دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا (الفرقان ۵۷)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے۔

آیت مذکورہ بالا کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں:

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى تَبْلِيغ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا لَكِنْ مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذ إِلَى رَبّه سَبِيلًا طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَاله فِي مَرْضَاته تَعَالَى فَلَا أَمْنَعهُ۔ المعنى لا اطلب من اموالكم جعلا لنفسى لکن من شآء ان ینفق امواله لوجه الله تعالیٰ طلبا لمرضاته فلیفعل۔ [1]

قوله (ای قول السیوطی، مترجم) (فی مرضاته) ای کا الصدقة و انفقة فی سبیل الله تعالیٰ، صاوی، (الفرقان ۵۷)

فرما دو میں (تبلیغ پر جس کے ساتھ بھیجا گیا ہوں) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا (لیکن) جو چاہے، کہ اپنے رب کی طرف راہ لے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو میں اس سے منع نہیں کرتا اس آیت کا معنی یہ ہوا لا اطلب من اموالکم جعلا لنفسی۔ میں تمہارے اموال میں سے اپنے لئے کچھ طلب نہیں کرتا لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی طلب کرنا چاہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔

صاحب تفسیر صاوی فرماتے ہیں کہ صاحب تفسیر جلالین کے اس قول (فی مرضاتہ تعالیٰ) کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوئی صدقہ کرے یا اللہ کی راہ میں اپنے

[1] تفسیر الجلالین، ج ٦، ص ٣٣٣

مال کو خرچ کرے، تو جائز ہے کہ (فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلا دے وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔)

الباب الثامن فی بیان جواز تصدق الاحیاء للاموات

میت کے گھر میں تین رات تک طعام پکانا اور صدقہ کرنا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

اما بعد

یہ بات سن لیجئے کہ وہابی کہتے ہیں کہ میت کے گھر میں تین رات تک طعام پکانا اور صدقہ کرنا منع ہے اور تین روز کے بعد اگر پکایا جائے تو پھر جائز ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے یہ مسائل جمع کئے تا کہ سچ ظاہر ہو اور باطل الگ ہو جائے اور لوگ بھی خوا مخواہ گمراہ ہونے سے بچ جائیں۔

سوال: میت کے لئے اُس کے مرنے کے بعد صدقہ یا خیرات دینا یا کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: میت کے لئے صدقہ دینا اور دعا کرنا مطلق جائز ہے۔

شرح عقائد النسفی میں ہے:

وفي دعاء الأحياء للأموات وصدقتهم عنهم نفع لهم۔ [1]

ترجمہ: اور مُردوں کے لئے زندوں کی دعا اور ان کی طرف سے صدقہ خیرات کرنے میں ان کے لئے نفع ہے۔

یعنی مردوں کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس میں نفع ہے۔

---

[1] (شرح عقائدالنسفی، ج ۱، ص ۳۴۴، الناشر: دائرة البركات، كهوسي (بالكاف الفارسي)، اعظم كرهـ، الهند)

اسی طرح اور کتابوں میں مثلاً طحطاوی، ص۲۷۱، در مختار، شرح فقہ اکبر لعلی القاری، ص۱۵۸، فتح القدیر، ج۱، ص۴۰۴۔

آیت مبارکہ میں بھی ذکر ہے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ (التوبۃ ۱۰۳)

ترجمہ: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے۔

ایک اور آیت مبارکہ ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (الحشر ۱۰)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اس آیت میں مُردوں کے حق میں دعا ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اور نفلی صدقہ بہت سے گناہوں کو محو کرنے والا ہے۔

جیسا کہ شرح قسطلانی میں ہے:

الصدقة النافلة ماحية للذنوب المدخلة النار۔[1]

ترجمہ: نفلی صدقہ ان گناہوں کو محو کرنے والا ہے جو آگ (جہنم) میں داخل کرنے والے ہیں۔

سوال: میت کے گھر میں تین روز کے اندر صدقہ جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: صدقہ مطلقاً جائز ہے کیونکہ صدقے کی نصوص (آیات) مطلق ہیں اور اس میں تخصیص نہیں۔ یعنی یہ نہیں کہ اس وقت یا اُس وقت صدقہ کیا جائے یا دیا جائے۔

ويستحب ان يتصدق على الميت بعد الدفن الى سبعة ايام كل يوم بشيء مماتيسر۔[2]

---

[1] (قسطلانی شرح بخاری، کتاب العلم، ج ۱، ص ۱۹۰، فتح القدیر، ج ۱، ص ۴۰۴، الدر المختار، ج۵، ص ۷۹)

[2] (طحطاوی کتاب الجنائز، ص ۳۷۳، اشعة اللمعات، باب زيارة القبور، شرح مشكوٰة، ص ۷۳۶، برهنه، ج ۱، ص ۳۶۳، شامی، باب الجنائز، ج ۱، ص ۶۳، فتح القدیر، ج ۱، ص ۳۶۵، کبیری، ص ۶۵۸)

ترجمہ: مردے کے دفنانے کے بعد سات دن تک جو کچھ بھی میسر آئے صدقہ کرنا مستحب ہے۔

یعنی مردے کے ایصال ثواب کے لئے مذکورہ بالا سات کتب سے جلد اور صفحات کے حوالے دے کر یہ بات تحقیق کی حد تک پہنچادی گئی کہ مردے کے دفن سے لے کر مسلسل سات دن تک کسی بھی میسر چیز سے مردے کے حق میں صدقہ دینا مستحب امر ہے۔

صدقہ کی اشیامیں (پکی روٹی بمعہ سالن، پکے چاول، حلوہ، کھجوریا گوشت وغیرہ) کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے۔

اس کے علاوہ سوئم (تیجہ) بھی ثابت ہے، جس پر علماء نے عمل کیاہے، مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سوئم ہو چکاہے۔

روز سوئم کثرت ہجوم مردم آن قدر بود کہ بیرون از حساب است، ہشتادویک کلام اللہ بہ شمار آمدہ، اھ۔

ترجمہ: تیسرے روز آدمیوں کی اتنی کثرت اور بھیڑ تھی کہ حساب لگانا مشکل تھا، اکیاسی ختم قرآن شمار کئے گئے۔[1]

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ثواب بخشا اور فرمایا: وھبت ثواب ھذہ لابنی ابراھیم۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ: میں نے اس لا ثواب اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بخشا۔[2]

---

[1] (ملفوظات شاہ عبدالعزیز صاحب، ص ۸۰)

[2] (تصریح الاوثق، ص ۱۹۹،۱۹۸)

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے:

اخرج انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ان طفل المؤمنین اذا مات ترضع له ظئر فی الجنۃ۔

ترجمہ: روایت کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بچہ مؤمن کا انتقال ہو جاتا ہے تو دودھ پلاتی ہے اس کو ایک دایہ حور جنت میں۔ [1]

تو وہابی مانتے کیوں نہیں جو کہتے ہیں کہ مردے کے دفن سے لے کر تین دن تک صدقہ، خیرات وغیرہ حرام اور ناجائز ہے۔ حالانکہ مردہ کی وفات کی پہلی شام کو بھی صدقہ دینا ثابت ہے، اور وہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل سے۔

روایت ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ویران اور سنسان جگہ جہاں آس پاس کوئی آبادی، گاؤں یا قریہ وغیرہ نہیں تھا اور وفات پا رہے تھے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی رو رہی تھی تو آپ نے اُن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ تو کیوں رو رہی ہو تو فرمایا اس لئے کہ کوئی آپ کی تجہیز و تکفین میں میری مدد کرنے کے لئے نہیں اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے چند افراد ایک سنسان جنگل میں وفات پائیں گے اور اُن میں سے ایک میں ہوں، اور میری تکفین کے لئے لوگ آئیں گے، پھر اپنی بیٹی سے فرمایا کہ تو بکری ذبح کر اور اس کا گوشت سنبھال کے رکھ دے اور ہانڈی آگ پر رکھ اور جب میں دفن ہو جاؤں تو ان لوگوں سے کہہ دینا کہ میرے والد نے آپ لوگوں سے قسماً کہا ہے کہ یہ طعام کھائیں اور پھر چلے جائیں۔ تھوڑی دیر

---

1 (تصریح الاوثق، ص ۱۹۹،۱۹۸)

بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ساتھیوں (افراد) کے ہمراہ وہاں آئے اور ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے اندر گئے، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے غسل اور کفن وہ آدمی دے گا جس نے حکومت کی ملازمت نہیں کی ہو، اُن میں سے ایک نوجوان نے کہا یہ میرا لباس ہے اور نیا ہے، میں نے اسے استعمال بھی نہیں کیا، یہ کفن ہو گا اور میں ہی غسل دوں گا کیونکہ میں نے حکومت کی ملازمت نہیں کی، ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر ہلا کر تائید فرمائی اور جب فوت ہوئے تو اُن حضرت نے غسل دیا اور جنازہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ نے پڑھایا اور جب دفن ہوئے تو بنت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے انہیں کھانے کے لئے قسم دی کہ یہ طعام تناول فرمائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ [1]

اور ان میں سے کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ یہ تو میت کی پہلی شام ہے اور میت کے گھر پہلی شام کھانا پکانا اور اسے کھانا منع ہے۔

اب وہابی کس منہ سے اسے اچھا نہیں کہتے حالانکہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ خود اسے کھانے بیٹھے اور نوالہ اپنے مبارک منہ تک اٹھا کر لے جا چکے ہیں اور اسے ناجائز نہیں فرمایا۔

حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مشکوٰۃ، صفحہ ۵۴۴ باب المعجزات قبیل باب الکرامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ممانعت موجود نہیں۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے کراہت اور منع معلوم ہوتی ہے۔

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

---

[1] (تاریخ ابن جریر)

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: "كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ"۔ [1]

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم میت کے خاندان کے ہاں جمع ہونا اور ان کا طعام کا پروگرام کرنا غم اور ماتم میں شمار کرتے تھے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ یہ ایک خاص قسم کے اجتماع پر محمول ہے جو بہ امرِ مجبوری یا بوجہ ننگ وشرم کیا جائے اور اس میں تصدق کی نیت نہ ہو یا اس بات پر محمول ہے کہ اس میں وارثانِ صغیر شامل ہوں، یا غائب ہوں اور اُن کی رضامندی شامل نہ ہو یا طعام کسی ایک نے (اُن میں سے) اپنے مال سے نہ کیا ہو، یا یہ مال وصیت کا نہ ہو یعنی قبل القسمت (تقسیم وراثت سے قبل)۔ اگر یہ وجوہات نہ ہوں تو پھر منع بھی نہیں۔ [2]

دوسرا جواب یہ ہے کہ کراہت کی دلیل نہیں اور یہ روایت جریر صاحب کی ہے اور یہ دلیل عند الموت ہے نہ کہ مطلقاً کراہت پر دال ہے۔ اور یہ روایت عاصم بن کلیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معارض اور متضاد ہے۔ جنہوں نے ابو داؤد اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی۔ تو اب ترجیح کس کو دی جائے گی؟

تو فقہاء نے جریر کی روایت سے جواب دیا ہے تو معلوم ہوا کہ جواز کے لئے ترجیح ہے۔ بعض نے یہ جواب دیا کہ اس سے مراد ضیافت ہے نہ کہ تصدق۔ وجہ یہ ہے کہ ضیافت مشروع فی السرور ہے، یعنی خوشی کے موقع پر ضیافت اڑانا اور ضیافت دینا شرعاً جائز ہے، نہ کہ حزن اور غم کے موقع پر۔ [3]

---

[1] (مسند احمد، ج ۱۱، ص ۵۰۵، الناشر: مؤسسة الرسالة، سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۵۱۴، الناشر: دار الفكر—بيروت، مشكوٰة المصابيح، ج۵، ص ۱۶۹)

[2] (حاشیہ مشکوٰۃ، ص ۱۵۴۴ از مرقاۃ)

[3] (کبیری، ص ۲۰۹)

اور میت ابتدائی شب وروز میں کالغریق المتغوث ہوتی ہے یعنی غرق ہونے والا ہوتا ہے اور امداد کا محتاج اور اس کے علاوہ اور ایام میں بھی امداد کا محتاج۔ مگر اول دنوں میں بہت زیادہ محتاج۔ مشکوٰۃ، ص٢٠٦، باب الاستغفار والتوبۃ میں ذکر کیا گیا ہے اور مسلسل سات دنوں تک بھی تصدق ثابت ہے۔

کتاب الزھد میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت ہے:

وفیہ یفتنن الاموات فی قبورھم الی سبعۃ ایام ولذا یستحب التصدق الی سبعۃ ایام۔

کتاب زھد میں ہے کہ مردے تجہیز و تکفین کے بعد سات روز تک قبر کے فتنے (عذاب) میں آزمائے جاتے ہیں اور اسی وجہ سے سات دن تک اُن کے لئے صدقہ کرنا مستحب ہے، اور چہلم بھی ثابت ہے۔

وفی کتاب حلیۃ الاولیاء ابو نعیم عن طاوس ان الموتی یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبون الطعم عنھم تلک الایام۔[1]

کتاب حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم نے طاوس سے روایت کیا کہ بے شک مردے اپنی قبور میں آزمائش میں ہوتے ہیں سات دن تک پس وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان سات دنوں میں ان کی طرف سے کچھ کھانے کا ایصال کیا جائے۔

نسائی کے حاشیہ میں اس کا نام زھد والربیٰ لکھا ہے:

المیت ان کان منافقا ای فیہ خصلۃ المنافق فھو یفتن الی اربعین یوما۔[2]

---

[1] الحاوی للفتاوی، ج٢،ص٢١٢، شرح الصدور، ص٥٧، حاشیہ نسائی، ص٢٩٠، حیوۃ الحیوان، ج٢، ص٧٤، طحاوی،س٣٣٨، اشعۃ للمعات، ص٧١٦

[2] (نسائی شریف، باب التعوذ من عذاب القبر، ج١، ص٢٩٠)

نسائی شریف میں ہے کہ اگر میت منافق ہو یا اس میں منافقت کی خصلت پائی جائے تو اسے چالیس دن تک فتنے میں ڈالا جاتا ہے۔[1]

اور: کان السلف یحبون الاطعام من المیت اربعین یوما۔

اسلاف بزرگ مردے کی طرف سے چالیس دن طعام دینا پسند کرتے تھے۔

وشواہد ایں بسیار است۔

اور اس کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔[2]

اس سے چالیسواں (چہلم) ثابت ہوا۔ اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سوئم، ساتواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ صدقہ دیا ہے، اور یہ بات انوار ساطعہ کے صفحہ ۱۴۵ اور خزانۃ الروایات میں ذکر شدہ ہے، بہ نقل جاء الحق، ج ا، ص ۲۶۲۔

سوال: وہابی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ صدقہ کو روزِ جمعہ یا شبِ جمعہ سے مخصوص کرنا ناجائز ہے۔

جواب: تخصیص دو قسم کی ہے، ایک جوازی اور دوسری تفضیلی تخصیص اور دوم تخصیص جو فضیلت کے درجے کے لحاظ سے کی جائے، تو وہ جائز ہے اور ثابت بھی ہے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک بڑھیا جمعہ کے روز چقندر کا حلوہ پکاتی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن کے آنے پر خوش رہتے۔[3]

---

[1] (نسائی شریف، ج ا، ص ۲۹۰)

[2] (فتاویٰ رفیع الدین دھلوی، ص ۸ بنقل مقیاس حنفیت، ص ۲۶)

[3] (بخاری، ج ۲، کتاب الاطعمۃ باب السلق والشعیر، ص ۸۱۳، ج ا، ص ۱۱۸، قبیل صلوٰۃ الخوف)

اس سے جمعہ کے دن صدقہ دینا ثابت ہوا، اور وہابیوں کا قول اور کہا غلط ثابت ہوا، جو اسے بدعت کہتے ہیں (نعوذ باللہ) پھر تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھی بدعتی کہا جائے گا۔ (معاذ اللہ)

سوال: کیا ختم قرآن کے لئے جمعہ کا دن مخصوص کرنا جائز ہے؟ اور کچھ خیرات کرنا بھی؟

جواب: جواب یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز اور ثابت ہے۔

حکیم ابن عقبہ فرماتے ہیں کہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبدہ بن ابی لبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجمع بلالیا اور فرمایا کہ آج ہم ختم قرآن کریں گے کیونکہ ختم قرآن کے وقت مانگی گئی دعا قبول ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی ہے۔ (بحوالہ نووی کتاب الاذکار، باب تلاوۃ القرآن میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیاہے۔)

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرۃ کے ختم کے دن ایک اونٹ ذبح کیا، جس دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورۃ البقرۃ یاد کی تھی اور یہ مسئلہ تفسیر فتح العزیز، ص۸۶ پر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمایاہے اور بیہقی کی حدیث مبارک نقل فرمائی۔ اس سے ختم قرآن کے موقع پر خیرات کرنا ثابت ہوا۔

سوال: اگر کوئی پوچھے کہ طعام المیت، یمیت القلب روایت میں ہے یعنی میت کا طعام دل کو مردہ کردیتاہے، اس لئے کھانے سے منع ہو جا۔

جواب: جواب یہ ہے کہ اول تو یہ کلام "طعام المیت یمیت القلب" حدیث ہے ہی نہیں۔ اوراشرف علی تھانوی نے بھی لکھاہے کہ یہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں اور ہو سکتاہے ہے کہ بزرگوں کا قول ہو اور مطلب میت سے عاصی (گنہگار) یا کافر ہو۔

جیسے آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ ۱ھ (الأنعام ۱۲۲)

مراد میت سے عاصی اور کافر ہے اور اَحْيَيْنَاهُ سے مراد ہدایت اور اسلام ہے۔ تو مراد اس سے یہ ہے کہ عاصی کا طعام یا خوراک کھانا دل کو مرواتا ہے، یعنی جو خوراک یا طعام گناہ کے طور پر پکایا جائے اسے کھانا اچھا نہیں ہوتا۔ اور جو کارِ ثواب میں پکائی جائے تو اسے کھانا منع نہیں۔ یہ تفصیل دعواتِ عبدیت میں ہے اور مصنف اشرف علی تھانوی نے علاج الاکبر، ص۵۸ پر تحریر فرمایا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ میت کا طعام صرف فقراء کھائیں گے اور بہتر بھی یہی ہے، اور اگر اغنیاء کھائیں تو بھی جائز۔ کیونکہ یہ نفلی صدقہ ہے فرض نہیں اور "زبدۃ النصائح بکفاھم" نے بنقل جاء الحق، ص۳۶۶ اسکا جواز لکھا ہے۔

سوال: اگر کوئی کہے کہ چالیس دن کے بعد انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں نہیں رہتے یعنی اپنی قبروں میں موجود نہیں ہوتے اور یہ حدیث مبارک دلیل میں پیش کرتے ہیں:

ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم اربعین لیلة ولکن ھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور۔

یعنی انبیاء علیہم السلام چالیس دن کے بعد صورِ قیامت پھونکنے تک خدا کے حضور میں عبادت کرتے رہتے ہیں۔

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ ان چالیس دنوں کے دوران روح کا تعلق اپنے جسم کے ساتھ بہت زیادہ ہوتا ہے اور پھر قربِ الٰہی میں عبادت کرتی رہتی ہے اور جسمانی شکل وصورت میں جہاں چاہتی ہے جاسکتی ہے۔ اس سوال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت میں راوی ابن ابی لیلٰی ہیں جو سیئ الحفظ ہیں، پہلا جواب زرقانی نے کیا ہے شرح مواہب میں اور دوسرا جواب محمد ایوب صاحب

پشاوری نے "تحفۃ الفحول فی حکم الاستعانۃ بالرسول" میں خلاصۃ الوفاء سے نقل کیا ہے اور عام نصوص اس دلیل پر ہیں کہ ہر وقت روح کا تعلق جسم کے ساتھ یکساں اور ایک جیسا ہوتا ہے، اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔(واللہ اعلم)

اور اوائل ایام میں صدقہ بہت ضروری ہوتا ہے اور عبارت یوں ہے:

اول حالتے کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر حیات سابقہ وألفت تعلق بدن ودیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است ودرین وقت از طرفِ مدد زندگان بمردگان درین حالت زود تر می رسد ومردگان منتظر لحوق مدد ازیں طرف مے باشد وصدقات وادعیہ وفاتحہ دریں وقت بسیار بکار می آید وطوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مے نمایند۔[1]

ترجمہ: میت کی قبر میں اول یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ جسم سے روح کے جدا ہونے پر سابقہ دنیاوی زندگی کے اثر و تعلق کی بناء پر جسم کے ساتھ اس کا تعلق باقی رہتا ہے اور اسی وقت وہ اپنے زندہ افراد کی مدد کے منتظر ہوتے ہیں اور زندوں کی طرف سے صدقات ودعاؤں کی مدد بہت جلد پہنچتی ہے اور انہیں اِسکی بڑی ضرورت ہوتی ہے کہ اِن کے ساتھ مدد کی جائے اور یہ صدقات اُن کے کام آتے ہیں اور ایک سال تک بالخصوص ایک چہلم اس قسم کی امداد میں پوری کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔

اسی آیت کے ذیل میں وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ (الإنشقاق ۱۸) اس کی عبارت سے معلوم ہوا کہ

---

[1](بحوالۂ تفسیر عزیزی، پارہ عم)

میت کو ابتدائی دنوں میں صدقہ اور دعا کی بہت ضرورت ہوتی ہے اور سال بھر کے بعد برسی بھی ثابت ہوئی۔

سوال: وہابی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزِ سوم میت کا صدقہ دسواں وغیرہ منع کیا ہے کہ میرے مرے پیچھے نہ کریں، اھ۔

جواب: جواب یہ ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور شاہ عبد العزیز صاحب کے قول میں اختلاف ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحب بھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد ہیں اور شاہ عبد العزیز شاہ ولی اللہ صاحب کے فرزند اور شاگرد رشید بھی ہیں۔ اب کس کا قول منظور؟ بات یہ بھی ہے کہ دونوں مقلدین ہیں اور مقلدین کی بات اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب وہ مجتہد سے نقل کی گئی ہو، اور اگر بعض فقہاء بعد الاسبوع اسے منع کہتے ہیں جیسے بزازیہ وغیرہ میں مذکور ہے تو اس کا جواب پہلے دے دیا گیا ہے کہ ضیافت کرنا ممنوع ہے اور تصدق نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مہمان نوازی بطور نام ونمود کے لئے منع ہے اور تصدق کے لئے نہیں۔

سوال: میت پر ایک سال مرے اور گزرنے کے بعد اُس کی زیارت کرنے اور اس کی روح کے ایصال ثواب کے لئے صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: رَوَى ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ۔ [1]

ترجمہ: حضرت ابن ابی شیبہ رحمتہ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال احد کے شُہداء رضی اللہ عنہم کی قبروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔

---

[1] (شامی، ج٦، ص ٤٠٠)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ فَيَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ والخلفاء الاربعة هكذا يفعلون۔ [1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اُحد کے شُہداء رضی اللہ عنہم کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور یوں سلام فرماتے تھے۔ "سلام ہو تم پر کہ تم نے دنیا میں جان کی قربانی دیکر بہت صبر کیا۔ تمہاری عاقبت اور آخری گھر بہت خوب ہے" اور چاروں خلفاء بھی ایسا کرتے تھے۔

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کرنا جائز اور روا ہے۔

بحوالہ تفسیر کبیر، در منثور، فتاویٰ عزیزی، ص ۷۵، زبدۃ النصائح فی مسائل الذبائح، مصنفہ شاہ عبد العزیز، مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی کو اس کے جواز پر شاہ صاحب نے جواب بھی لکھا ہے (زبدۃ النصائح) واللہ اعلم۔

سوال: شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کا دن جو گیارہویں یا سترہویں ربیع الاول کو منایا جاتا ہے، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے کہ نہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارہویں ربیع الاول کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کا میلاد مناتے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اُن سے فرمارہے ہیں کہ تو نے مجھے یاد کیا میں تجھے یاد کروں گا، تو یہ عرس اس وجہ سے مشہور ہوا۔ یہ مسئلہ یازدہ مجلس شامی کتاب میں مذکور ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں تنخواہیں دس تاریخ کو ملتی تھیں تو گیارہویں تاریخ کو نوکر حضرات غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام کا صدقہ دیتے اسی طرح یہ صدقہ گیارہویں کے صدقے کے نام سے مشہور ہوا۔

---

[1] (شامی، ج ۶، ص ۴۰۰)

ایک اور وجہ بھی ہے اور وہ یہ کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مُرید ربیع الثانی کے گیارہویں دن صدقہ دیتے (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام) پھر یہ اُن کے نام سے مشہور ہوا۔

ویسے عرس ایک مستحسن عمل ہے اور ثابت ہے یہ عبارت:

العرس من مستحسنات المتأخرین ماثبت بالسنة للشیخ المحدث الدهلوی۔

مولوی حاجی امداد اللہ مکی نے "ہفت مسئلہ" میں اس کے جواز پر بات کی ہے اور دیوبندیوں کے مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب بھی عرس کو جائز مانتے تھے۔[1]

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھتے ہیں:

بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت منع ہو گئیں، مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے۔ اہل عرب سے معلوم ہوا ہے کہ عرب شریف کے لوگ حضرت سید احمد بدوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس بہت دھوم دھام سے منایا کرتے تھے، خاص کر علمائے مدینہ منورہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس کرتے رہے۔ غرضیکہ دنیا بھر کے مسلمان علماء و صلحاء خصوصاً اہل مدینہ عرس پر کاربند ہیں، جس کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے، عقل بھی چاہتی ہے کہ عرسِ بزرگان بھی عمدہ چیز ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ عرس زیارت قبور اور صدقہ و خیرات کا مجموعہ ہے۔ زیارتِ قبور بھی سنت، صدقہ بھی سنت۔ دو سنتوں کا مجموعہ حرام کیونکر ہو سکتا ہے؟[2]

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "قرۃ العیون الناظرہ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ صاحب ربیع الثانی کے گیارہویں دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے نام صدقہ کرتے تھے تو اس صدقہ نے شہرت پائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منسوب ہوا (یعنی غوث الاعظم رحمۃ

---

[1] (فتاویٰ رشیدیه، ج ۱، کتاب البدعات، ص ۹۲)

[2] (فتاویٰ رشیدیه، ج ۱، کتاب البدعات، ص ۹۲)

اللہ تعالیٰ علیہ کی گیارہویں شریف)۔

ایک اور کہاوت بھی ہے کہ غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک بڑھیا کے بیٹے کی بارات کو جو دریائے راوی / سندھ میں بارہ سال گزرے ہوئے غرقاب تھی، اللہ کے حکم سے بذریعہ کرامات وخرق عادت عطیۂ خداوندی تمام اہل بارات کو زندہ نکالا، تو اس بڑھیا نے صدقہ دیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام اور جب وہ آتا تو وہ اسی طرح صدقہ دیتی، اسی وجہ سے یہ صدقہ گیارہویں غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور ہوا۔ واللہ اعلم یہ حکایت سلطان الاذکار فی مناقب غوث الابرار میں ہے۔[1] وبہ نختم الرسالۃ المسماۃ "باستحباب الصدقۃ فی الایام الثلٰثۃ"

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین

[1] (بحوالہ خلاصۃ القادریہ، مصنفہ شیخ شہاب الدین سہروردی، کتاب غوث الاعظم، ص ۲۷۷، مصنفہ مولانا برخوردار ملتانی، مصنف نبراس، محشی شرح عقائد النسفی)

الباب التاسع فی اثبات قرأۃ تبارک الذی بعد عشاء لیلۃ الجمعۃ

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم ومن قرأ کل جمعۃ بعد العشاء سورۃ الملک فاذا مات قال لہ المنکر و نکیر من ربک فیقول لہ ملک اخر غیرھما لا تسألہ فانہ یقرءسورۃ الملک، اھ۔[1]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی جمعہ کی شب نمازِ عشاء کے بعد (عادتاً) سورۃ الملک پڑھتا ہے، تو جب انتقال کرتا ہے تو قبر میں جب منکر اور نکیر اس سے پوچھتا ہے تمہارا رب کون ہے؟ تو ایک فرشتہ جو منکر اور نکیر کے علاوہ ہوتا ہے انہیں کہتا ہے اس سے مت پوچھو، کیونکہ یہ سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم من قرأ فی کل لیلۃ الجمعۃ بعد العشاء الاخیرۃ تبارک الذی بیدہ الملک اذا مات ینزل بہ منکر و نکیر قال من ربک فقال نکیر لمنکر لا تسألہ من ربک فانہ کان یقرأ تبارک الذی بیدہ الملک، اھ۔[2]

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی ہر جمعہ کی شب نماز عشاء کے بعد تبارک الذی بیدہ الملک پڑھے جب مرتا ہے اور اُس پر منکر اور نکیر نازل ہوتے ہیں اور اس سے پوچھ لیتے ہیں تمہارا رب کون ہے؟ تو نکیر منکر سے کہتا ہے کہ اُس سے اس قول من ربک کا سوال مت کرو کیونکہ یہ دنیا میں سورۃ الملک پڑھا کرتا تھا۔

وفی خزانۃ الروایات من دستور القضاۃ لعون بن رشید الترمذی اقول لا منافاۃ بین ھذا الحدیث و ماقبلہ لامکان قول لا تسألہ من ربک من نکیر و ملک اٰخر غیرھما کلھما۔

مولوی شائستہ گل صاحب نے فرمایا کہ حدیث اول اور دوم کے مابین منافات (اختلاف، ضد)

---

[1] (تجھیز الجنازۃ، ص ۱۱۱، ۱۱۲)

[2] (جواھر النفیس، فصل احوال المیت، ص ۲۰۴ و دستور القضاۃ، ص ۴۸، فتاوی الحنفیۃ، ص ۱۷۰)

نہیں بوجہ امکان اس قول لا تسألہ من ربک نکیر کا مَلَکِ آخر سے۔

ولا یدع المؤمن قرأة ھذہ الخمسة الی قولہ یٰسٓ وسجدة ولقمان ودخان وسورة الملک فی لیلة الجمعة ففیہ فضل کثیر، اھ۔[1]

ترجمہ: اور مؤمن ان سورتوں یٰسٓ، سجدہ، لقمان، دخان اور سورۃ الملک کی قرأت جمعہ کی رات نہیں چھوڑتا، کیونکہ اس میں بہت فضیلت اور بہتری ہے۔

وان لم یصل ولا یدع ھذہ السور او بعضھا قبل النوم، الخ۔[2]

ترجمہ: اور اگر مؤمن یا مسلم نے نماز نہیں پڑھی تو بھی نہ چھوڑے ان سورتوں کی قرأت یا بعض ان سورتوں کی قرأت (یعنی ان سورتوں کی قرأت یا ان میں سے بعض کی قرأت نہ چھوڑے) سونے سے پہلے۔ یعنی ان سورتوں میں سے بعض کی قرأت کرکے سوئے۔

لا تدع ھذہ السورة لیلة الجمعة لان فیھا فضلا کثیرا ومن لم یحسن ذلک فلیکثر قراءة سورة الإخلاص والصلوٰة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم، اھ۔[3]

ترجمہ: جمعہ کی شب اس سورت کو نہ چھوڑیئے کیونکہ اس کے پڑھنے میں بہت بڑی فضیلت ہے اور یہ یاد نہ ہو تو سورۃ الاخلاص کی کثرت سے قرأت کرے اور کثرت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر درود بھیجے، وجہ یہ ہے کہ سُننے کا ثواب پڑھنے کے ثواب سے نسبتاً زیادہ ہے۔

اس بارے میں دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الأعراف ۲۰۴)

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

[1] (احیاء العلوم، ص ۱۱۸، اعلام المؤمنین لمولوی سید احمد شاہ)
[2] (احیاء العلوم، ص ۱۸۷)
[3] (البدایة لمحمد الغزالی، ص ۴۸)

المستمع یؤدی فرضین وھما الاستماع والانصات، اھ۔ [1]

ترجمہ: سننے والا دو فرائض ادا کرتا ہے ایک سننا اور دوسرا خاموش رہنا۔

صاحبِ کتاب فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ قاری نفل ادا کرتا ہے۔

ولذاقالوا استماعہ أثوب من تلاوتہ۔ [2]

اسی لئے علماء نے فرمایا کہ قرآن کو سننا تلاوت کے مقابلے میں زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم انہ قال الداعی والمؤمن فی الاجر شریکان والعالم والمتعلم فی الاجر شریکان کذا فی الجامع الصغیر، اھ۔ [3]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعا مانگنے والا اور آمین کہنے والا دونوں اجر میں شریک ہیں اور تلاوت کرنے والا اور سننے والا دونوں اجر میں شریک ہیں اور عالم اور متعلم دونوں اجر میں شریک ہیں۔ ایسا جامع الصغیر اور خزینۃ الاسرار میں ہے۔

وذلک لان اللہ تعالیٰ امر باستماع القرآن والانصات عند قرأۃ القرآن مطلقا سواء کان فی الصلوٰۃ اوفی غیرھا، اھ۔ [4]

اور دعا مانگنے والے اور آمین کہنے والے کی شراکت کا مذکور، تلاوت کرنے والے اور سننے والے یا عالم اور متعلم کی شراکت ثواب کا مذکور اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سننے اور چپ رہنے کا

---

[1] (روح البیان، سورۃ لم یکن، ج۴، ص ۴۹۹، خزینۃ الاسرار، ص۵۷ اقول والقاری یودی النفل)

[2] (روح البیان، ج۴، ص ۴۹۹، خزینۃ الاسرار، ص ۵۱ا)

[3] (خزینۃ الاسرار، ص ۵۲)

[4] (تفسیر احمدی، ص ۲۸۰)

حکم دیا ہے کہ مطلقاً قرآن پاک کی تلاوت سنی جائے اور اس دوران خاموش رہا جائے، خواہ قرأت قرآن نماز پڑھنے کے دوران ہو یا بغیر نماز کے۔

ومن السنة أن يستمع القرآن أحياناً من الغير. وكان عليه السلام يستمع قراءة أبيّ وابن مسعود رضي الله عنهما۔[1]

اور سنت میں بعض یہ ہے کہ تلاوت قرآن کبھی کبھی دوسروں سے سنی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم ابی نام کے صحابی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تلاوتِ قرآن سنا کرتے۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: اقْرَأْ عَلَيَّ. قُلْتُ: أَقْرَأُ عَلَيْکَ وَعَلَيْکَ أُنْزِلَ؟ قَالَ: إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي. فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ (فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدا) قَالَ: حَسْبُکَ الْآنَ. فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ۔ (متفق عليه)[2]

متفق علیہ کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث مبارکہ بخاری اور مسلم شریف دونوں میں ذکر کی گئی ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے دریں حال کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم منبر پر تشریف فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے مجھ سے تلاوت قرآن کرائی تو میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر قرآن پاک کی تلاوت کروں اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم پر قرآن نازل فرمایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم مجھ سے زیادہ قرآن سمجھتے ہیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا ہے

[1](روح البیان، ص ۱۱۳، ص ۴۹۹)
[2](مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۸۲)

شک میں اوروں سے قرآن کی تلاوت سننا پسند کرتا ہوں پس میں سورۃ النساء پڑھتے اس آیت تک پہنچا فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدا آخر تک تو سردار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا اب آپ بس کریں، مزید تلاوت نہ کریں۔ تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چشمان مباک سے اس آیت کے سننے سے آنسو بہہ رہے تھے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَا بِکَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء ۴۱)

ترجمہ: تو کیسی ہو گی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

اسی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی چشمان مبارک سے آنسو بہنے لگے۔

عَن أبي سعيد الْخُدْرِيّ قَالَ: جَلَست فِي عِصَابَةٍ مِنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنَّ بَعْضَهُمْ لِيَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِنَ الْعُرْيِ وَقَارِئٌ يَقْرَأُ عَلَيْنَا إِذْ جَاءَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ: مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ؟ قُلْنَا: كُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كتاب الله قَالَ فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ أُمِرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ۔ [1]

ترجمہ: ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک جماعت پر آیا (میرا گزر ہوا) کہ وہ کمزور اور ضعیف مہاجرین کی تھی اور اُن میں سے بعض ایک دوسرے کے پیچھے چھپ رہے تھے، اور قاری ہم پر قرآن پاک پڑھ رہا تھا اسی وقت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

[1] (ابو داؤد، مشکوٰۃ المصابیح، ص ۱۹۱)

بھی تشریف لائے اور ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کھڑے ہوئے تو قاری بھی چپ ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے ہم پر سلام فرمایا اور پھر پوچھا کہ آپ کیا کر رہے تھے؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا کہ ہم کتاب اللہ کی تلاوت سماعت کر رہے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ تعریف ہے اُس ذات کے لئے جس نے میری امت سے اٹھایا ان لوگوں کو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بھی اپنے نفس کو ان کے ساتھ صبر پر آمادہ کر لوں۔ یعنی اُن کے ساتھ مل کر تلاوتِ قرآن پاک سن لوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استمع إلی آیۃ من کتاب اللہ عز وجل کانت لہ نوراً یوم القیامۃ وفي الخبر کتب لہ عشر حسنات، اہ۔[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ کی ایک آیت کان لگا کر سنی وہ اللہ تعالیٰ جو غالب اور بہت بڑا ہے تو آیت قیامت کے دن نور بن جائے گی اور اُس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔

وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یأمر من یقرأ القرآن في المسجد أن یسمع قراءتہ، اہ۔[2]

اور بتحقیق اس کو قرآن پاک کی تلاوت پر امر کیا جاتا تھا جو مسجد میں قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا۔

وکان عمر رضی اللہ عنہ یستمع قراءۃ ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ۔[3]

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تلاوت کلام

---

[1] (احیاء علوم الدین، ج ۱، ص ۱۵۸)
[2] (الطحطاوی، ص ۱۶۴)
[3] (روح البیان، ج ۳، ص ۱۱۳)

پاک سنتے تھے (یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ سے تلاوت کلام اللہ سنتے)۔

كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اجتمعوا أمروا أحدهم أن يقرأ سورة من القرآن۔[1]

اور اصحاب نبی جب بھی جمع ہو جاتے تو وہ ان میں سے ایک کو ایک سورۃ قرآن تلاوت کرنے کو فرماتے۔

وكان ابن عمر يأمر من يقرأ عليه وعلى أصحابه وهم يستمعون، اھ۔[2]

ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کو جو آپ پر قرآن پاک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے امر کرتے کہ تلاوتِ قرآن پاک کرو اور وہ سب کان لگا کر سنتے۔

ثواب الاستماع ازید من ثواب التلاوة للقاری اجر وللمستمع اجران لانه یستمع وینصت۔

۲۔ ویستمع باذنیه والقاری یقرء بلسان واحد۔

۳۔ والمستمع یودی الفرقان وهما الاستماع والانصات دون القاری ولهذا قالوا اثوب من تلاوته، اھ۔[3]

اور سننے کا ثواب قاری کی تلاوت سے زیادہ ہے قاری کے لئے اجرِ واحد اور سامع کے لئے اجرین (دو ثواب) کیونکہ سامع سنتا ہے اور خاموش بھی رہتا ہے۔

۲۔ سامع دو کانوں سے سنتا ہے اور قاری ایک زبان سے پڑھتا ہے۔

---

[1] (احیاء علوم الدین، ص ۱۵۸، روح البیان، ج ۴، ص ۵۰۰)

[2] (طحطاوی، ص ۱۲۴)

[3] (روح البیان، ج ۴، ص ۴۹۹، خزینة الاسرار، ص ۵۷)

۳۔ سامع بیک وقت دو فرائض ادا کرتا ہے یعنی سننا ایک فرض اور خاموش اور چپ رہنا دوسرا فرض۔

اسی لئے علماء نے فرمایا کہ سننے کا ثواب زیادہ ہے پڑھنے کے ثواب سے۔

وذلک لان استماع القرآن أثوب من تلاوته، اھ۔[1]

اور یہ ثابت ہے کہ تلاوتِ قرآن سننا زیادہ ثواب رکھتا ہے بہ نسبت تلاوت کے ثواب کے۔

ولأنه أكثر عملا وأبلغ في التدبر ونفعه متعد لإيقاظ قلوب الغافلين۔[2]

دوسری وجہ یہ کہ قرآن پاک کی تلاوت کو سننا زیادہ ثواب رکھتا ہے، عمل کی جہت سے اور یہی سماعت تلاوتِ قرآن زیادہ رسائی پانے والی ہے (ابلغ ہے) سوچ اور فکرِ انسانی میں اور سننے کی منفعت متعدی ہے۔ غافلین کے دلوں کو بیدار کرنے کے لئے۔ یعنی تلاوت قرآن سن کر اور چپ رہ کر غافلین کے دلوں کو بیدار کرنے کے لئے زیادہ ابلغ اور رسائی دار ہے۔

ومهما عظم أجر الاستماع وكان التالي هو السبب فيه كان شريكا في الأجر، اھ۔[3]

جب قرآن کی تلاوت سننے کی فضیلت ہے تو سننے کا اجر بہ نسبت پڑھ کر سنانے والے سے زیادہ ہے، اس طرح دونوں تلاوت قرآن پاک کے ثواب میں شریک ہوئے۔

وکان الاستماع والانصات فی الصلوٰۃ فرضا وفی خارجها مستحبا عند الجمهور، اھ۔[4]

جمہور علماء کے نزدیک ساری نمازوں میں تلاوت قرآن کا سننا اور چپ رہنا فرض ہے اور خارج

---

[1] (روح البیان، ج۲، ص۱٦۷، طحطاوی، ص۱۲۴)

[2] (طحطاوی، ص۱۷۴)

[3] (احیاء العلوم، ج۱، ص۱۵۸)

[4] (روح البیان، ج۱، ص۱۱۳، ج۴، ص۹۹۴)

از نماز تلاوتِ قرآن سننا مستحب امر ہے۔

ولو قرأواحدواستمع الباقون فهو أولى۔[1]

اگر قرآن شریف کی تلاوت ایک فرد کرے اور باقی سُنے تو یہی بہت بہتر ہے۔

فإذاقرأالمؤذن واستمع الحاضرون كانوا كأنهم قرأوا جميعاً۔[2]

پس جس وقت مؤذن نے قرأت پڑھ لی اور حاضرین نے کان لگا کر سنی تو گویا سب نے قرأت کی۔

فما يفعل البعض فى هذا الزمان من اخفاء آية الكرسى فى بعض الجوامع والمجامع ليس على ماينبغى وذلک لان فى القوم من هو امى لايحسن قراءة الآية المذكورة فاللائق ان يجهر بها المؤذن لينال المستمعون ثواب التلاوة بل ازيد وهو ظاهر على ارباب الانصاف ولايخرج عن هذا الحد الا اصحاب الاعتساف۔[3]

ترجمہ: بعض لوگ اپنی مجالس یا اجتماعات میں اس زمانے میں آیت کرسی خفیہ طور پر بغیر آواز کے پڑھتے ہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے بلکہ جہراً (اُونچی آواز) سے پڑھنا چاہئے اس لئے حاضر لوگوں میں اُمّی اور ان پڑھ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں آیت الکرسی زبانی یاد نہیں ہوتی (تو وہ بھی سُن کر ثواب پائیں گے)۔ حضرت فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر یہ سورت جہراً (اُونچی آواز) پڑھنے والا پڑھے گا تو سننے والے بھی تلاوت کا ثواب حاصل کریں گے بلکہ پڑھنے والے سے زیادہ پائیں گے اور یہ بات انصاف والوں پر زیادہ صاف ظاہر ہے اور اس بارے میں تعصب اور تنگ نظر لوگ جھگڑوں سے نہیں نکلتے (بلکہ جھگڑتے ہیں)۔

---

[1] (روح البیان، ج۲، ص ۲۱۴)

[2] (روح البیان، ج۴، ص ۱۶۷)

[3] (روح البیان، ج۲، ص ۴۷۹، ج۴، ص ۱۶۷، الحموی، ص ۲۰۹، الکبیری، ص ۴۲۷، الطحطاوی، ص ۱۷۴)

وینبغی ان یکون لذۃ العارف باستماع القرآن فوق جمیع المتلذات، اھ۔[1]

اور مناسب یہ ہے کہ سماعت قرآن کے ذریعے عارف کی لذت، ذائقہ اور مزہ تمام لذتوں سے زیادہ ہو۔

[1](قطب الارشاد، ص ۲۵۲)

فہرست